١
گفتگو
واصف علی واصف

واصف علی واصف

گفتگو-1

کاشف پبلی کیشنز

۳۰۱، اے، جوہر ٹاؤن۔ لاہور

نام کتاب گفتگو-1
مصنف واصف علی واصف
سالِ اشاعت 1999ء
قیمت

﴿ناشر﴾
کاشف پبلی کیشنز
۳۰۱۔اے، جوہر ٹاؤن
لاہور

خزینۂ علم و ادب
الکریم مارکیٹ ○ اُردو بازار ○ لاہور

واصفؔ مجھے ازل سے ملی منزلِ ابد
ہر دور پر مُحیط ہوں جس زاویے میں ہوں

(واصف علی واصفؒ)

عرضِ ناشر

زیرِ نظر کتاب واصف صاحبؒ کے ان ارشادات پر مبنی ہے جو انہوں نے لوگوں کے مختلف سوالات کی وضاحت میں فرمائے۔ ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو جب آپؒ کے علم و عرفان کا احساس ہوا تو وہ جوق در جوق آپ کے پاس آنے لگے۔ انفرادی ملاقاتوں سے بات آگے نکل کے ''محفل'' کی صورت اختیار کر گئی۔ ان محفلوں میں اصحاب جمع ہوتے' بعد از نمازِ مغرب تقریب کا آغاز تلاوت سے ہوتا اور پھر آپؒ لوگوں کو دعوت دیتے کہ سوالات پوچھیں۔ یوں تو سوالات وسیع موضوعات پر مبنی ہوا کرتے مگر آپ اکثر فرماتے کہ مروج علوم تو کتابوں میں موجود ہیں' ایسے سوالات پوچھا کریں جن کا تعلق آپ کی اپنی ذات اور ذاتی الجھن یا تکلیف سے ہو اور جن کا جواب کتاب میں نہ ملے اور یہ بھی کہا کرتے کہ آپ کو اس زمانے میں اللہ کے راستے پر چلنے میں جو جو دشواری پیش آ رہی ہو اس کے حل کے لیے سوال پوچھا کرو۔ سوال کا جواب اس وضاحت سے فرماتے کہ پھر محفل میں موجود باقی اشخاص کی الجھنیں بھی دور ہو

جاتیں۔ جب جب یہ گفتگو پڑھی جائے گی تو بھی ہر شخص کا یہی تاثر ہوگا۔ یہ گفتگو ساتھ ساتھ ریکارڈ ہوتی گئی۔ ان کے حکم کے مطابق اسے کاغذ پہ منتقل کیا گیا اور اب اس کی پہلی جلد پیش کی جا رہی ہے اس امید کے ساتھ کہ یہ سلسلہ اب چل پڑا ہے تو اللہ کے فضل سے چلتا ہی جائے گا۔

فہرست

[1]

[2]

[3]

[4]

[5]

[6]

[7]

[8]

[9]

[10]

تعارف

انسان جسم اور روح کا خوبصورت پیکر ہے۔ اللہ نے جب خاک سے انسان بنایا تو اس کے اندر روح پھونک دی۔ جسم کا تعلق ہماری عناصر اربعہ کی یعنی آگ مٹی ہوا اور پانی کی دنیا سے ہے اور روح کا تعلق عالم بالا سے ہے۔ کوئی بھی انسان ہو' اس کے اندر روح اپنے عمل میں مصروف کار رہتی ہے۔ روح حسین منظر دیکھ کے خوش ہوتی ہے' اچھی خوشبو سے مہک جاتی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ کسی حسین خیال سے معطر ہو جاتی ہے۔ ایک لطیف بات سن کر انسان کا سارا دن بلکہ کئی کئی دن خوشگوار گزر جاتے ہیں اور پھر واصف صاحبؒ کے پاس تو ایسے حسین الفاظ کا بے انت خزانہ تھا۔ آپ کی روزمرہ گفتگو سن کر یہ احساس ہوتا تھا کہ ہر وقت ٹیپ آن رہنی چاہیے تاکہ یہ خزانے محفوظ ہوتے چلیں۔ شاید آپ کے انداز کا نتیجہ تھا کہ اوائل عمری ہی سے لوگ آپ سے سوال کرنے لگے تھے۔ آپ کمال کے حاضر جواب تھے اور حافظہ بے مثل پایا تھا۔ آخری عمر میں بھی آپ کو ابتدائی کلاسوں کے سبق' اشعار اور کہانیاں یاد تھیں۔ آپ سے پہلا سوال نہ جانے کب اور کس نے پوچھا ہوگا' یہ تو شاید آپ کے سوا کوئی اور نہ بتا سکے مگر آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک دن میرے والد صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ دیکھو اگر باپ بیٹے سے کہے کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں تمہاری قربانی پیش کر رہا ہوں' اب بتاؤ مجھے کیا کرنا چاہیے؟ آپ کے والد صاحب کا اشارہ حضرت ابراہیمؑ کی طرف تھا۔ آپ نے جو جواب دیا اس کا مطلب یہ بنتا تھا کہ پیغمبر کے مقام پر

اس طرح کا خواب دیکھنا بھی سچ ہے اور تعبیر دینے والا بیٹا بھی پیغمبر ہے' ان کا جواب بھی حق ہے کہ اے ابا آپ وہی کرو جس کا آپ کو حکم ہے۔ ہاں اگر عام انسان کی سطح کا تعلق ہوتا تو پھر اور بات تھی۔ آپ کے والد صاحب آپ کا جواب سن کر بہت خوش ہوئے۔ اس کے بعد جب بچوں کو پڑھانے کا سلسلہ شروع ہوا تو پھر سوال تھے اور جواب ______ یہیں سے ''گفتگو'' کا رنگ نکلنا شروع ہو گیا۔ ایک روز کی بات ہے کہ آپ سے طلباء نے پوچھا کہ Short Story یعنی افسانے کی کیا تعریف لکھیں۔ آپ نے برجستہ فرمایا ''ایسی سٹوری جو شارٹ ہو' شارٹ سٹوری کہلاتی ہے'' بس یہ آغاز تھا آپ کے اسی سٹائل کا جس کے ذریعے آپ نے حکمت کا دریا علم کے کوزے میں بند کرنا شروع کر دیا۔ چھوٹی چھوٹی مختصر باتوں کے ذریعے آپ نے بڑی بڑی عقدہ کشائیاں کیں۔ کالج کے دنوں میں طلباء کے علاوہ سینکڑوں دوسرے لوگ سوال بن آتے اور مشکلیں' کشا کرا کے لوٹ جاتے۔ سوال و جواب کا سلسلہ چلتا رہا۔ محفل اپنے ارتقاء کے مراحل طے کرتی جا رہی تھی۔ پھر آہستہ آہستہ سوال اور سوالی بڑھتے چلے گئے۔ بات چل نکلی تھی لہٰذا ضرورت محسوس کی گئی کہ کسی ایک مقام پر لوگوں کو اکٹھا کر دیا جائے' جہاں آپؒ بیٹھ کے ان کی الجھنیں سلجھا سکیں۔ بس اسی ضرورت کے تحت محفل کی باقاعدہ شکل بن گئی۔ کچھ عرصہ کے لیے لاہور شہر کے مشہور لکشمی چوک میں ایک جگہ مرکز بنا رہا۔ پھر قذافی سٹیڈیم میں فزیکل ٹریننگ کالج میں محفلوں کا ایک طویل سلسلہ چل نکلا۔ یہ دور آپ کے علم کے دریا کا وہ حصہ تھا جو کہیں رک ہی نہیں پاتا تھا۔ عشاء کے بعد بیان شروع ہوتا اور سردی گرمی رات گئے تک سب اس میں محور ہتے۔ بعض اوقات سامعین کو ہوش تک نہ رہتا اور صبح کی اذان ہو جاتی۔ محفل میں حاضرین کی تعداد بڑھتی چلی گئی۔ یہ محفلیں تقریباً ایک ہزار راتوں تک جاری رہیں۔ بعد کی محفلیں ایک یا دو گھنٹے کی ہوا کرتی تھیں۔ یہ محفلیں وقت کی قید سے آزاد تھیں' نہ بولنے والے نے دم لیا اور نہ سننے والوں میں کوئی اضمحلال آیا۔ آج ان کا حال سن کر جہاں ایک عجیب کیفیت طاری ہو جاتی ہے وہاں ایک اور پہلو سے بڑا رنج ہوتا ہے' وہ یہ کہ وہ محفلیں مکمل طور پر ریکارڈ نہیں ہو سکی تھیں۔ اس

طرح ایک گنج گرانمایہ سے محرومی کا جو احساس ہوتا ہے وہ اس بات سے ذرا ہلکا ہو جاتا ہے کہ بعد کی محفلوں کی ریکارڈنگ تو موجود ہے۔ قذافی سٹیڈیم کی اس محفل کے بعد آپ نے اپنی قیام گاہ پر یہ محفل شروع کی۔ شروع شروع میں یہ محفل آپ کے ''دفتر'' میں ہوا کرتی تھی' اس میں دس سے بارہ آدمیوں تک کے لیے کرسیوں کی گنجائش تھی۔ جمعرات کو مغرب کے بعد آپ جلوہ افروز ہوا کرتے۔ اس کے بعد سامعین کی تعداد بڑھنے لگی تو محفل بڑے کمرے یعنی ''ہال'' میں منتقل ہوگئی۔ آپ کی کرسی میز کے سامنے کرسیاں لگ جاتیں اور بیان شروع ہو جاتا۔ محفل میں دعوت کے لیے نہ تو کوئی اعلان ہوتا اور نہ اشتہار یا اطلاع چھپا کرتی۔ آپ سے ملاقات تو بہت سے لوگوں کی تھی مگر محفل میں شرکت کے لیے آپ کی باقاعدہ اجازت کی ضرورت تھی جو صرف کچھ لوگوں کو ملا کرتی۔ بعض اوقات کوئی شخص اپنے کسی دوست کے لیے اجازت طلب کر لیتا تھا مگر اس شخص سے بھی اکثر پہلے ملاقات کر لیتے تھے۔ چند چہرے اکثر وہاں دیکھے گئے۔ ورنہ لوگ آتے اور جاتے رہتے تھے۔ اس میں کوئی شک نہ تھا کہ جو لوگ محفل میں نہیں آرہے ہوتے تھے' ان کا آپ سے تعلق اسی طرح برقرار رہتا تھا مگر یہ بات کسی الگ راز کا حصہ تھی۔ آپ سے جو ملا وہ پھر آپ سے مل گیا اور ملا رہا۔ آپ خود فرماتے تھے کہ میں جس سے ملا' اس کی زندگی کا حصہ بن گیا اور یہ کہ میں نے کبھی کسی شخص کو اپنی محفل سے خارج نہیں کیا۔ آپ ''ہال'' میں داخل ہوتے تو یک دم سب حاضرین تعظیم میں کھڑے ہو جاتے' ان کو بیٹھنے کا اشارہ کرتے اور پھر آپ کرسی پر جلوہ افروز ہوتے۔ ''ہال'' میں Pindrop Silence کا سماں ہوتا۔ سر جھک جاتے اور نگاہیں مودٔب ہو جاتیں۔ آپ چند لمحوں کے لیے سر جھکا کے اور آنکھیں بند کر کے بیٹھ جاتے۔ پھر تلاوت کے لیے کسی کی طرف اشارہ کرتے۔ تلاوت کے بعد پھر خاموشی چھا جاتی۔ اس وقت نہایت لطیف آواز سے آپ آہستگی سے فرماتے کہ سوال کرو ______ شاید کبھی کوئی ایسا موقع آیا ہو کہ آپ نے از خود خطاب شروع کیا ہو ورنہ ہمیشہ آپ نے سوال کی دعوت دی اور جواب میں گویا ہوئے۔ ایک مرتبہ ریڈیو پاکستان پر سیرت کے موضوع پر آپ نے لکھا ہوا

مقالہ پڑھا تھا مگر اس کے آخر میں آپ نے حاضرین کے سوالات کے جواب بھی دیے۔ ''کرن کرن سورج'' کی تقریب رونمائی ہوئی تو جب تقریب کے آخر میں آپ کو خطاب کے لیے دعوت دی گئی' آپ نے چند الفاظ بولے' پھر خاموش ہو گئے______ لوگوں نے سمجھا شاید بول نہیں پا رہے تو فوراً ہی فرمایا کہ میں گھبرا نہیں گیا بلکہ آپ لوگ پوچھیں تو میں بولوں______ تب کسی نے عرض کی کہ توبہ کے بارے میں کچھ فرمائیں۔ اس کے بعد پھر آپ کا بیان چل پڑا______ یہ کیفیت محفل میں ہمیشہ رہی۔

جیسے ہی آپ سوال کی دعوت دیتے لوگ سوچ میں پڑ جاتے۔ خاموشی برقرار رہتی۔ پھر آپ نام لے لے کر پکارتے اور ان اصحاب سے کہتے کہ سوال کریں۔ پھر لوگ سوال کرتے______ یہ سوال مختلف موضوعات سے تعلق رکھتے تھے۔ پھر آپ فرماتے کہ مختلف مسائل اور علوم سے کتابیں بھری پڑی ہیں' آپ کے اکثر سوالوں کے جواب ان میں موجود ہیں' میں اس سوال کی دعوت دے رہا ہوں جس کا جواب اور کہیں سے نہ ملے' آپ بڑے بڑے سفر کریں' مقامات پر جائیں' وہاں اکثر آپ کے سوال کا جواب نہیں ملے گا' یہاں تو دعوت دی جا رہی ہے کہ پوچھو' پوچھو! ایک مرتبہ تو یہاں تک فرمایا کہ تاریخ میں ایسا موقع ہی کم آیا ہے کہ کسی نے بار بار کہا ہو کہ مجھ سے سوال کرو' پوچھ لو' تمہیں یہ موقع ملا ہے' پوچھ لو______ پھر لوگ سوال بتاتے اور پوچھتے۔ یہ سوال بھی اپنی نوعیت کے ہوا کرتے۔ آپ پھر فرماتے کہ میں وضاحت کرتا ہوں کہ سوال کسے کہتے ہیں۔ آپ لوگ مسلمان ہیں' اسلام پر چلنا چاہتے ہیں' زمانہ بدل چکا ہے' دین پر چلتے چلتے کہیں آپ کے خیال میں یا عمل میں رکاوٹ آ جاتی ہے تو اپنی اس الجھن کو بیان کریں تا کہ اس طرح اپنے دین کو اپنانے میں آسانی آ جائے______ پھر یہ بھی فرمایا کرتے کہ تم میں سے جو شخص ایک سوال کرتا ہے وہ دراصل ہزاروں انسانوں کے دلوں میں موجود ہوتا ہے' اس طرح اس ایک سوال اور اس کے جواب سے ان تمام لوگوں کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا جن کے دل میں یہ سوال ہو گا۔ اس طرح بار بار اصرار کر کے آپ لوگوں سے سوال ''اگلوا'' لیا کرتے۔

بار ہا ایسا ہوا کہ پانچ چھ اصحاب نے مختلف سوال کیے اور آپ انہیں سنتے گئے۔ پھر ساری محفل میں ایک ایک کر کے سب سوالوں کے جواب دے دیتے' سننے والے آپ کے حافظے' گفتگو اور خیال پر گرفت کا اندازہ لگا کر حیران رہ جاتے۔ یوں تو آپ ان سوالات کے علاوہ بھی تقریباً ہر موضوع پر لوگوں کے سوالوں کے جواب دیتے تھے مگر زیادہ زور اس بات پر دیتے تھے کہ وہ علم جو ابھی کتابوں میں نہیں آیا اور جس کی آج کے انسانوں کو اشد ضرورت ہے' اب باہر آ جانا چاہیے' تاکہ فقراء نے اللہ کا جو علم اپنے سینوں میں محفوظ کر کے ہم تک پہنچایا ہے' وہ محفوظ طریقے سے ہماری نسلوں تک پہنچ جائے۔

سوال ختم ہوتے ہی بیان شروع ہو جاتا اور پھر ایک دریا چل پڑتا' کبھی پتھروں سے ٹکرا کر شور کرتا ہوا تو کبھی میدان کے اندر سکون سے گزرتا ہوا_____ الفاظ کے انتخاب میں آپ کمال رکھتے تھے۔ یہ فیصلہ کرنے میں اکثر دشواری پیش آیا کرتی کہ آپ بولتے زیادہ اچھا تھے یا لکھتے زیادہ خوب تھے۔ یہ فیصلہ کبھی نہ ہو سکا۔ جب آپ کی تحریر پڑھی تو محسوس ہوتا کہ لکھتے بہترین ہیں اور جب محفل کا فسوں طاری ہوتا تو تحریر بھول جاتی۔ فقرے چھوٹے چھوٹے ہوا کرتے تھے' ان میں ایسی ایسی باتیں ہوا کرتیں کہ عام آدمی تو کیا بڑے بڑے شعراء اور ادیب ششدر رہ جاتے اور عش عش کر اُٹھتے۔ ایک تو الفاظ بہت خوبصورت ہوا کرتے' پھر ان میں معنی کا ایک جہاں آباد ہوتا' مگر سب سے بڑھ کر یہ کہ ان کی تاثیر بڑی دیرپا اور دور رس ہوا کرتی۔ آج بھی لوگوں کے دلوں میں یہ الفاظ اس طرح زندہ ہیں کہ ان کو دہراتے ہی قلوب وجد میں آ جاتے ہیں۔ ان چھوٹے چھوٹے جملوں میں بعض اوقات طویل فقرے بول جاتے تھے' یہ پانچ چھ لائنوں کا ایک فقرہ ہوا کرتا' جو مربوط بھی ہوا کرتا اور مؤثر بھی۔ ادائیگی اور کنٹرول کا یہ عالم دیدنی تھا۔ حیرت کا ایک جہاں تھا۔ سوال آتے ہی آپ اس کا تجزیہ کرتے' پہلے سائل کو یہ سمجھایا جاتا کہ اس نے یہ جو پوچھا ہے' دراصل اس کے من میں کیا ہے اور وہ کیا چاہتا ہے' پھر جواب کے تانے بانے بنے جاتے' اس دوران آپ اشعار' چھوٹی چھوٹی کہانیوں اور صوفیاء کرام کے واقعات سے بیان کی

وضاحت کرتے' فرمایا کرتے کہ شعر سن لو' شعر سے ساری کیفیت Sumup ہو جاتی ہے۔ محفل میں اکثر بابا فرید الدین گنج شکرؒ' حضرت خواجہ غلام فریدؒ' بابا بلھے شاہؒ' پیر مہر علی شاہؒ' میاں محمد بخشؒ' وارث شاہؒ اور سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ کے کلام سے حوالے دیا کرتے تھے۔ امیر خسروؒ کے ذکر پر طبیعت خسروانہ ہو جاتی تھی۔ اُردو شاعری میں غالب اور دوسرے حوالوں کے علاوہ فارسی' انگریزی اور ہندی کا بے شمار کلام زبانی یاد تھا اور بعض اوقات محفلوں میں بھی بیان ہوتا۔ ''شب چراغ'' اور ''شب راز'' سے بہت سے شعر محفل کا حصہ بنے۔

اشعار کے علاوہ چھوٹی چھوٹی کہانیوں سے بھی اپنے بیان کی وضاحت فرماتے۔ محفل میں بلاشبہ سب سے زیادہ ذکر حضرت داتا گنج بخشؒ کا ہوا کرتا۔ آپ فرمایا کرتے کہ لاہور میں کئی بادشاہ آئے اور گئے مگر حضور داتا صاحبؒ کی حکومت نہ بدلی ہے نہ بدلے گی۔ پھر آپ فرماتے کہ آج لوگ بادشاہ کے مزار پر نہیں جاتے' اپنے باپ دادا کی قبر پر نہیں جاتے مگر داتا دربار کی رونق دیکھو' ہمیشہ سے بڑھتی جا رہی ہے اور وہاں دن رات قرآن اور درود پڑھا جا رہا ہے۔ فرمایا کرتے کہ ابھی قیامت نہیں آئی' حساب کتاب کا فیصلہ ہونا باقی ہے مگر لوگوں نے فیصلہ دے دیا ہے کہ داتا صاحبؒ ان لوگوں میں سے ہیں جن پر اللہ کا انعام ہوا یعنی ''انعمت علیھم'' اور جن کے بارے میں ہر کوئی کہتا ہے کہ ان پر اللہ کی رحمت ہو چکی ہے۔ یعنی ''رحمتہ اللہ علیہ''۔ محفل میں داتا صاحبؒ کے اقوال اور واقعات بڑے تواتر سے آتے رہتے تھے۔ ''کشف المحجوب'' ان دو چار کتابوں میں سے ایک ہے جس کے بارے میں آپ پڑھنے کا حکم اور اذن دیا کرتے۔

مختلف موضوعات پر آپ کے تبحر علمی کا اندازہ یہ کتاب پڑھ کر ہی لگایا جا سکتا ہے۔ یہ تعارف اس کتاب کے مندرجات کو سمجھنے میں آسانی پیدا کرنے کے لیے دیا گیا ہے تا کہ قاری کو کچھ اندازہ ہو سکے کہ وہ جن محفلوں کی ''گفتگو'' سے روشناس ہونے والا ہے ان کی اجمالی نوعیت کیا تھی۔ یہ تعارف صاحبِ کتاب کے تبحر علمی اور حکمت و دانش کا قطعاً احاطہ

نہیں کر سکتا بلکہ اس کی حیثیت شاہراہ کے اس اشارے جیسی ہے جو راستے کا پتہ تو دے سکتا ہے، مقام کا تعارف نہیں کرا سکتا۔

ڈاکٹر مخدوم محمد حسین

1

1. کامیاب انسان کون ہوتا ہے؟
2. حکمت کیا ہے اور کیسے حاصل ہوتی ہے؟
3. کسی پر احسان کرنے کے کتنے درجے ہیں؟
4. کیا احسان فرد کی سطح پر ہوتا ہے؟
5. جو صاحبِ عرفان ہیں وہ اپنے آستانے شہروں سے باہر کیوں بنائے بیٹھے ہیں؟

کیا آپ کو پتہ ہے کہ بولنا کیا ہے' بولنے کی اہمیت کیا ہے' سوال کیا ہے' جواب تو بعد کی بات ہے۔ آپ Interested ہوں تو سوال پیدا ہوتا ہے' جب تک Interested نہیں ہوں گے تو سوال نہیں پیدا ہو گا۔ جس میں شوق نہیں ہو گا' اس میں سوال نہیں پیدا ہو گا۔ جس کے اندر شوق' خواہش ہو گی' اسی کے اندر رکاوٹ آئے گی ______ کہتا ہے ایک بات سمجھ نہیں آئی' رستے میں ایک بڑی زبردست رکاوٹ ہے ______ پتہ کرو کہ کیا رکاوٹ ہے؟ جس نے کہیں جانا ہی نہیں' اس کو رکاوٹ ہی کوئی نہیں۔ رکاوٹ کس کو ہے؟ جانے والوں کی۔ تو وہ کہتا ہے کہ اس کے گھر کے راستے میں بڑے دریا ہیں' پہاڑ بھی ہیں۔ کہتا ہے اس کے گھر جاتے ہی نہیں ہیں' اب دریا کون عبور کرتا رہے۔ پھر کہتا ہے کہ کسی اور رستے سے چلے جائیں گے یا کسی اور کے گھر چلے جائیں گے ______ یا تو تم اللہ کے گھر تک پہنچ گئے ہو' اس کو میں ماننے کے لیے تیار نہیں' پہنچا تو آج تک کوئی نہیں ہے۔ پہنچا وہ آپ یا اس کا محبوبؐ' تو پہنچا کوئی نہیں ہے' سارے چل رہے ہیں اور صرف چل رہے ہیں اور فاصلے ختم نہیں ہوتے۔ چلتے جا رہے ہیں۔ کیا تم مسافر ہو؟ کیا تمہارے کاروبار میں برکت کی دُعا کروں؟ اگر کاروبار کامیاب ہو گیا تو کیا ہو جاؤ گے؟ غافل ہو جاؤ گے۔ اس لیے تم ذرا ہوشیار ہو جاؤ' خیال کرو۔ شوق جو ہے وہ کبھی سوال سے الگ نہیں ہو گا' وہ تو سوالوں میں الجھا رہتا ہے' شوق میں تو کوئی رکاوٹ' کوئی سوال' کوئی الجھن کوئی دقت' کچھ نہ کچھ تو ہوتا ہی رہے گا۔ اس لیے کہ یہ شوق جو ہوا۔ بے شوق ہونا جو ہے یہاں پر بڑی گستاخی ہے۔ یہ نہ کہنا کہ

کوئی جا کے کہہ دو ذرا اسے کہ جو باز رکھتا تھا دین سے

نہ رہی غرض تیرے دین کی میرا دور ہی سے سلام ہے

یہ تو گمراہی کی بات ہے۔اس لیے آپ کو پتہ ہونا چاہیے کہ رکاوٹ کہاں پر ہے۔کیا اب آپ بولیں گے؟ کیا آپ پوچھنے کے لیے تیار ہیں؟_____ یہ کسی مضمون کی بات نہیں بلکہ سوال کی بات ہے۔اور سوال جو ہے وہ Clearly Announced بلکہ Pronounced اور Well Defined ہونا چاہیے۔یعنی کہ یہ کیا ہے' وہ کیوں ہے' ایسا کیا ہوگا؟ یہ سوالات ہونے چاہییں ورنہ Ambiguity رہتی ہے۔کوئی کہتا ہے ہم سوال تو سوچتے ہیں مگر کھانے کا ٹائم آجاتا ہے_____ شوق میں کھانے کا ٹائم ہی نہیں ہوتا۔تم بولو تو سہی_____ سوال بناؤ_____ یہ عام انسان کی بات نہیں' چاہنے والے کی بات کرو' ہم کوئی نصیحتیں نہیں کررہے کہ انسان اچھا ہونا چاہیے' محلے میں ٹھیک ہو' گھر میں ٹھیک ہو' پیسے جمع کرے' پھر خرچ کرے اور پھر چلتا پھرتا' لوگوں کو قبروں میں پہنچاتا پہنچاتا اپنی قبر میں پہنچ جائے یعنی محلے کے جنازے' محلے کے شادیاں Attend کرے اور پھر اپنی شادی جنازہ کرتا ہوا ختم ہو جائے۔ یہ مسلمان کی بات ہے کہ اس دنیا میں بھی اچھا رہے اور آخرت میں بھی اچھا رہے' مومن ہونا چاہیے' نمازیں پڑھنی چاہییں_____ شوق کے لیے تو ایک ہی کہانی ہے کہ

ہر اک مقام سے آگے مقام ہے تیرا

حیات ذوقِ سفر کے سوا کچھ اور نہیں

اس میں تو سوالات ہی سوالات ہیں' الجھنیں ہی الجھنیں ہیں۔تو آپ اپنے ذاتی سوالات پوچھیں۔

سوال:

یہ جو دینی معاملات ہیں ان میں بعض اوقات تعطل آجاتا ہے۔اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب:

دین میں معاملات تو ہوتے ہی نہیں ہیں بلکہ صرف ایک ہی معاملہ ہوتا ہے' شوق

میں بھی صرف ایک معاملہ ہوگا ــــــــــ صرف سنگل رخ ہوگا'

من قبلہ راست کردم بر سمت یار

اس میں قبلہ راست ہوتا ہے۔ اور اس قبلہ تک پہنچنے میں دیر لگ جائے تو سوال پیدا ہو جاتا ہے۔ آپ میری بات پہ غور کر رہے ہیں؟ مطلب یہ کہ ایک آدمی خدانخواستہ بیمار ہو جائے' اسے جا کے کہو کہ اللہ میاں ہسپتال میں تشریف لائے ہیں ــــــــــ تو وہ کیا کہے گا؟ میری شفا ہو جائے۔ یہ نہیں کہے گا کہ میں نے لاٹری ڈالی ہوئی ہے اور پرائز بانڈ ہیں۔ وہ کیا مانگے گا؟ صحت۔ اس کا پرابلم کیا ہے؟ صحت۔ اس کی الجھن یہی ہے ناں؟ بیمار کی الجھن کیا ہے؟ صحت۔ اگر اللہ اس کو کہیں مل جائے تو کیا کہے گا؟ صحت دے دو۔ اگر اسے کہیں کہ پلاٹ لے لو' مکان لے لو' زمین لے لو' چار مربعے اور لے لو تو کہتا ہے نہیں' صحت چاہیے۔ بہت سارے سوالات سے نکل کر جب آپ ایک سوال میں داخل ہو جاؤ تو آپ کا سفر Define ہو جاتا ہے۔ سوالات میں پڑا ہوا بندہ تو غافل ہے چاہے کتنا عاقل ہو' چاہے بڑا تہجد گزار ہو' اگر زکوٰۃ دینے کا وقت آ گیا تو وہ کہتا ہے واصف صاحب زیور پہ زکوٰۃ لگتی ہے؟ مکان پہ زکوٰۃ لگتی ہے؟ وہ جو پیسہ پڑا ہوا' اس پہ لگتی ہے؟ ــــــــــ میں نے کہا پچھلے سال زکوٰۃ کے پیسے کہاں ہیں' کہتا ہے زکوٰۃ لگ گئی تھی' جمع کرا دیئے تھے۔ تو اس پہ پھر زکوٰۃ لگ گئی۔ کہتا ہے دو زکاتیں لگ چکی ہیں' کیا اب پیسہ جائز ہو گیا؟ ــــــــــ ایسی عجیب و غریب باتیں کرتے رہتے ہیں لوگ میرے ساتھ۔ "بیتابیٔ دل" کے کتنے ہی سوالات بنتے ہیں' آپ پڑھے لکھے لوگ ہو۔ کب کیا تھا آپ نے ایم اے؟ 1964ء میں' اور اس کے بعد چار ایم اے آپ اور کر سکتے ہیں۔ بیتابیٔ دل کا کیا علاج ہے؟ دیدارِ دوست۔ اس لیے اب آپ سوال کرو ــــــــــ بولو ــــــــــ

سوال:

دنیا میں کامیاب انسان کون ہوتا ہے؟

جواب:

یہ تو بحث ہو جائے گی' بولنا تو بہت آسان ہے' اپنا ذاتی سوال بتاؤ۔ میں آپ کو ''کامیابی'' کے بارے میں مضمون لکھ کے دے چکا ہوں۔ جو چیز لکھی جا چکی ہے اور آپ نے پڑھ لی ہے' اب ہم اس سے آگے چل رہے ہیں۔ ہم وہ کتاب لکھ رہے ہیں جو ابھی نہیں لکھی گئی ـــــــ اور جو لکھی ہوئی ہے' مثلاً ''صاحب حال کون ہوتا ہے'' تو کتنے ہی صفحات تو میں نے وہاں لکھے ہیں اور وہ چھپ گیا ہے۔ وہ نہ پوچھو۔ ''کامیابی'' کا مضمون میں نے واضح بتا دیا ہے۔ اصل کامیابی ایک اور شے ہے۔ اس کامیابی کی بات اور ہوتی ہے۔

خدا کرے کہ یہ دکھ دور ہی نہ ہو ہرگز
بڑا مزا ہے کلیجے میں تیر کھانے میں

یہ اور طرح کی کامیابی ہے۔ آپ دنیادار والی بات کرتے ہیں' تو آپ کو اللہ تعالیٰ ترقی دے دے' اللہ آپ کو کامیابی دے دے' آپ کی دولت میں اللہ اور دولت جمع کرا دے' خدا آپ کے بینکوں کو بھرتا جائے' مگر یہ تو غفلت ہے ـــــــ بینک سرمائے سے بھر گیا اور دل غفلت سے بھر گیا' گمراہی ہو گئی۔ اس سے بہتر ہے کہ خالی بینک' خالی پیٹ لیکن دل بھرا ہوا ـــــــ نورٌ علیٰ نور! ـــــــ اور وہ فاقہ بہتر ہے جو دل کو بیدار کر دے۔ تو وہ بہتر ہے بجائے اس کے کہ فاقہ ٹالتے ٹالتے دل ہی ٹل جائے ـــــــ پھر آپ کہو گے کہ ''دل مر گیا جی' کیا ہوا'' میں آپ کو بات بتا رہا ہوں اور آپ کو سمجھ ہی نہیں آتی۔

آپ لوگ اور کوئی سوال کرو ـــــــ اب سوال کرو۔ اپنا ذاتی سوال ہو ـــــــ

سوال:

حضور' یہ مراقبہ جو ہوتا ہے ـــــــ

جواب:

کس نے آپ کو کہا ہے کہ مراقبہ کرو۔ آپ موٹے موٹے نام لے کے آ جاتے ہیں مثلاً یہ کہ ''مکاشفہ کسے کہتے ہیں''؟ جو محجوب ہے وہ مکشوف کی ضد ہے اور جو مکشوف ہے وہ محجوب کی ضد ہے'' مکشوف کیا ہوتا ہے؟ جو کشف میں آ جائے۔ محجوب کیا ہے؟ جو حجاب میں رہے۔ حجاب کیا ہوتا ہے؟ یہ دل والوں کی بات ہے۔ دیدار آیا اور دیدار کے لیے حجاب آ گیا' اگر کوئی چاند کی خواہش کر رہا ہو اور اوپر سے بادل آ جائیں تو حجاب آ گیا۔ آپ کو تو نہ چاند کی ضرورت ہے اور نہ حجاب کا ڈر ہے۔ تو حجاب کیا ہوتا ہے؟______

چام چٹھ وانگوں اناں آپ ہو یوں
آفتاب دا کجھ قصور ناہیں

چام چٹھ کو آفتاب کی کیا ضرورت ہے۔ ''چام چٹھ'' کیا ہوتا ہے؟ یہ دیسی لوگ کہتے ہیں چمگادڑ کو۔ لیکن ''چام چٹھ'' بہت اچھا لفظ ہے۔

سوال:

سر انسان بہت مصیبت میں ہوتا ہے اور جب اللہ سے مدد مانگتا ہے تو کہتا ہے کہ یا اللہ تیرا شکر ہے' اللہ تعالیٰ کو تو پتہ ہے کہ یہ مشکل میں ہے______

جواب:

اللہ کو پتہ ہے کہ یہ مشکل میں نہیں ہے۔ اللہ کو پتہ ہے کہ جو میں نے نعمتیں دی ہیں ان کا یہی شکر ہے کہ انسان تکلیف برداشت کرے۔ اور جو نعمتیں اللہ نے دی ہوئی ہیں انسان کو پتہ ہے کہ اللہ نے اس کی رسید بھی نہیں بھیجی۔ اگر آپ کی کوئی نعمت اللہ واپس لے لے تو آپ کو پتہ چل جائے گا کہ تکلیف کیا ہوتی ہے۔ تکلیف تو وہ ہے جو آپ کے ساتھ ہوئی نہیں۔ آپ کو تو پتہ ہی نہیں کہ تکلیف کیا ہوتی ہے۔ تکلیف یہ ہوتی ہے کہ اگر کوئی محبوب ہو تو' اور وہ محبوب ناراض ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ویسے ہی بچایا ہوا ہے' نہ محبت ہے' نہ تڑپ ہے' نہ درد ہے' نہ سوز ہے' نہ گدازی قلب ہے' نہ اشک ندامت ہے______ تو پھر

ہے کیا؟ پیسہ ہی پیسہ ہے۔ وہ تو ایک ہی جھپٹ سے آپ سے نکال لے گا______

سوال:

حکمت کیا ہے اور کیسے حاصل ہوتی ہے؟

جواب:

حکمت جو ہے وہ علم سے آگے کی ایک چیز ہے۔ علم جو ہے وہ معلوم کا نام ہے۔ دین کا علم بہتر علم ہے۔ وہ جو فرمایا گیا کہ ''علم حاصل کرو چاہے چین جانا پڑے''، جو علم حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے در تک پہنچے' وہی اصل علم ہے۔ تو علم کے آگے حکمت ہے۔ قرآن پاک میں ہے کہ یتلوا علیھم ایتہ ویزکیھم و یعلمھم الکتب والحکمتہ مضمون یہ کہ تزکیہ ہو جائے اس آدمی کا۔ تزکیہ کا مطلب کیا ہے؟ کہ انسان لالچ اور خوف سے آزاد ہو جائے یعنی دنیاوی لالچ اور خوف سے۔ نہ امیر ہونا چاہے اور نہ غریب ہونے کا ڈر ہو ______ آپ یہ کہیں کہ نہ امیر ہونے کی دعا کریں گے اور نہ غریب ہونے کا ڈر کریں گے۔ تیسرے دن آپ اپنی دُعا توڑ بیٹھیں گے اور امیر ہونے کی خواہش کریں گے۔ تزکیہ کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو نقصان پہنچانے کی صلاحیت ختم ہو جائے' انسان دنیا میں آرام سے رہے' پاکیزگی میں رہے' مصفّٰی قلب ہو جائے' دل میں بغض نہ ہو' عناد نہ ہو' لالچ نہ ہو______ مقصد یہ کہ اگر دل کے اندر یہ سب آ گیا تو وہ تو پاگل ہو گیا' مر گیا' فی السقر ہو گیا' تباہ ہو گیا' برباد ہو گیا۔ جس کے خیالات ایسے ناپاک ہوں' ناپاک عزائم' ناپاک ارادے' ناپاک خواب ہوں تو وہ برباد ہو گیا______ تو اس کا تزکیہ ہونا چاہیے' پھر اس کو کتاب اللہ کا علم ہو۔ اور پھر اس کے بعد کیا ہو گا؟ حکمت ہو گی۔ تو تزکیۂ نفس ہو اور قرآن کا پورا علم ہو' اور وہ تلاوت سے آشنا ہو______ ہر شے تلاوت کر رہی ہے' یسبح للہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض تسبیح بیان کرتی ہے کائنات میں جو چیز بھی ہے۔ کس کی تسبیح کر رہی ہے؟ اللہ کی۔ اس تسبیح کا آپ کو پتہ ہو کہ کیا کر رہی ہے' رات کا سناٹا ہے لیکن رات تلاوت کر رہی ہے' سبحان اللہ' رات بول رہی ہے۔ سبحان اللہ سبحان اللہ!! رات کے

سناٹے بول رہے ہیں۔ یعنی کہ ہر چیز تلاوت کر رہی ہے' درخت شجر' حجر' وحوش' طیور یعنی وحشی' پرندے' جانور' سناٹے' ویرانیاں' آوازیں ــــــ ہر شے بول رہی ہے۔ کیا بول رہی ہے؟ تسبیح بیان کر رہی ہے۔ اپنا' بیگانہ' خویش' اقارب' سب لوگ۔ یہ واقعہ ہو رہا ہے کہ تلاوت کو سنیں۔ آگے کیا ہے؟ یتلوا علیھم ایتنا کہ اللہ کی نشانیاں بول رہی ہیں ــــــ صرف یہ بات دیکھو کہ اگر جنگل میں آپ جا رہے ہو اور دور سے دھواں اٹھ رہا ہے تو یہ نشانی ہے کہ آگ جلائی ہو گی کسی نے' کوئی مسافر بیٹھا ہو گا' پتہ نہیں' تہاڈے انتظار اچ ہووے ــــــ کیا پتہ کیا ہو ــــــ بہرحال یہ نشان دہی ہے۔ رات کو اندھیرے میں' دور سے چراغ روشن ہو تو پتہ چلتا کہ اس میں آبادی کے امکانات ہیں ورنہ جنگل میں کون چراغ جلائے گا۔ یا کسی درویش کی قبر ہے جو کہ خود ہی روشن ہے۔ تو یہ نشانیاں ہیں' منظر سے وجوہات معلوم کر لینا کہ یہ منظر کیسا ہے؟ یعنی کہ ہم اپنے گھروں میں پھول لگاتے ہیں' لگتے نہیں ہے' روز مرجھا جاتے ہیں اور ان کی قبروں کو دیکھو' روشن ہیں' چمکتی ہیں' رونقیں ہیں' میلہ ہے۔ ہم روز سیاست میں میلہ لگاتے ہیں اور لگتا نہیں ہے' اجتماع کرنا بڑا مشکل ہے' کبھی کسی کو کہتے ہیں' کبھی P.R.O. کو کہتے ہیں کہ یار جلسہ کرا دو ــــــ وہ کہتا ہے آج کل جلسہ بڑے خرچے کی بات ہے' دس لاکھ میں چھوٹا سا جلسہ ہوتا ہے' کارنر میٹنگ۔ ایک آدمی کا میں نے بل پڑھا' سٹیج کے ساڑھے تین لاکھ' اور سٹیج بنائی' ساڑھے سات لاکھ۔ سٹیج والا کیا کرتا ہے' سٹیج بنا دیا اور سامان اپنا واپس لے گیا' اور گورنمنٹ کو پانچ لاکھ' سات لاکھ پڑ گئے۔ سارے اداروں میں ایسا ہے۔ تو اس سے کہا کہ ہزار آدمی کا جلسہ کرا دو! کہتا ہے پانچ لاکھ لگیں گے۔ کہتا ہے کہ دس ہزار کا جلسہ کرا دو' کہتا ہے زیادہ لگیں گے ــــــ یہ ایک الگ ادارہ ہے' اسے آپ آرڈر دیتے ہو۔ یہ ادارہ سیاسی نہیں ہوتا' کاروباری ہوتا ہے۔ کیا آرڈر دیتے ہو؟ کہ ایک لاکھ کا جلسہ کرنا ہے موچی گیٹ میں' بس سارا انتظار تیرے ذمے ہے۔ کہتا ہے تم پچاس لاکھ جمع کرا دو۔ اور پھر وہ لوگوں کو کہتا ہے کہ آؤ۔ اور پھر سب کو ملا کے میلہ کر دیا۔ اور ادھر چاہے کوئی درویش ہو نہ ہو' فقیر نہیں ہے' ویسے

ہی میلا لگانا ہے' تو وہ جائے گا' ڈھول والے کو لے آئے گا' طبلے والے کو لے آئے گا' گانے
والے کو لے آئے گا' سب کو لے آئے گا' پھر جو نتیجہ نکلے ______ ہر شے کا ایک ادارہ ہے'
یہ ہیں Specified چیزیں۔ لیکن ان سب کے علاوہ جو نشانیاں ہیں' اگر کہیں روشنی ہو یا
میلہ لگا ہو تو یہ اور بات ہے۔ یہ جو لوگ عام جلسہ کرتے ہیں وہ ہزاروں لاکھوں روپے لگاتے
ہیں مگر نہیں ہوتا اور فقیروں کے ہاں بڑے جلسے ہوئے ہوتے ہیں۔ ایک آدمی اگر کہتا ہے کہ
''داتا صاحب ؒ جانا ہے لیکن جس دن تنہائی ہو'' ______ تو یہ جانا ہی نہیں چاہتا' یہ کیسے
جائے گا داتا صاحب ؒ' تنہائی کدھر سے آئے گی' تنہائی تو کوئی کرنے نہیں دے گا ان کو۔ لہٰذا
وہ تنہا نہیں ہوتے۔ اور دوسری طرف ادھر کوئی بندہ اکٹھا نہیں ہوتا۔ تو یہ اللہ والوں کے
واقعات ہیں' نشانیاں ہیں۔ نشانیاں حاصل ہو جائیں' تلاوتیں حاصل ہو جائیں تو پھر سارا
علم حاصل ہو جائے گا۔ پھر اس کے بعد اگر دانائی ملے تو وہ حکمت ہوتی ہے۔ دانائی کا معنی
؟ ماہیتِ اشیاء جاننے کے بعد' حقیقتِ اشیاء سے آشنا ہو کر' سارے واقعات جاننے کے بعد
پھر تم دیکھو کہ رضائے الٰہی کہاں سے شروع ہوتی ہے۔ جہاں سے رضائے الٰہی شروع ہوتی
ہے' وہاں سے Wisdom شروع ہوتی ہے۔ دانائی میں' Wisdom میں' حکمت میں' سارا
دنیاوی علم ختم ہو جاتا ہے۔ تو ساری چیز الٹ گئی۔ یعنی کہ انسان دُعا کرتا ہے اپنی دنیا کو آباد
کرنے کی اور جب وہ دانائی میں جاتا ہے یا رضا میں جاتا ہے تو ہر شے اڑ جاتی ہے۔ بچوں
کی جان بچانا یا بچے قربان کرنا؟ واستعینو بالصبر و الصلٰوۃ اللہ سے مدد مانگو' صبر اور نماز
کے ساتھ۔ حکمت کی بات ہے۔ خالی نماز کی بات نہیں ہو رہی بلکہ یہ صبر کے ساتھ ہو۔ اب
یہ الگ بات ہو گئی' خالی یہ نہیں کہ نماز پڑھ کے آئے گا' مسجد کی اذان دے کر' بلکہ صبر والی
صلٰوۃ ہو۔ تو مومن جو ہے اس کی نماز ہوتی ہے ''صلٰوۃ With صبر'' اب آپ دیکھو کہ آپ
خوشبودار کپڑے پہن کر عید مناتے پھرتے ہیں' اب جو صبر کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں' یہ
ہیں صبر والے لوگ' حکمت والے لوگ ______ واستعینو بالصبر و الصلٰوۃ ______
اور پھر اللہ نے کیا انعام دیا ______ ان اللّٰہ مع الصابرین کہ میں ان صبر والے لوگوں

کے ساتھ ہوں' ان کا انعام تو اللہ ہے ______ تو صبر کے ساتھ نماز ادا کرو۔ تکلیف میں نماز پڑھنے والے کا انعام کون ہے؟ اللہ! ______ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات بل احیاء اور پھر دنیاداروں کو کہا'' یہ اگر میری راہ میں مر جائیں تو تم انہیں مردہ نہ کہو' یہ زندہ ہیں'' یہ زندہ کیوں ہیں؟ کہتا ہے جو میرے ساتھ لگ گیا وہ زندہ ہی زندہ ہے۔ تو زندگی کیا ہے؟ اللہ کے ساتھ وابستہ ہونا زندگی ہے' اور خدا سے غافل ہونا موت ہے' چاہے یہ اسی زندگی کے اندر ہے ______ موت کیا ہے؟ غفلت من اللہ۔ اور زندگی کیا ہے؟ بیدار مع اللہ! زندگی کیا ہے؟ اللہ کے ساتھ ہونا' بیدار ہونا۔ موت کیا ہے؟ اللہ سے غافل ہونا' چاہے یہ اسی زندگی کے اندر ہو' چاہے آپ میلے کے اندر ہیں۔ ''ولنبلونکم بشیء من الخوف '' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان لوگوں کی آزمائش دیکھو' غور کرو' یہ درجے کیوں ہیں' یہ صاحبانِ حکمت کیوں بنے ہیں'' ان لوگوں کو میں نے آزمایا ہے خوف سے''۔ اگر آپ لوگوں کو اپنا خوف معلوم ہو تو آپ کو اپنا نام پتہ چل جاتا ہے کہ آپ کون ہیں۔ کہتا ہے بڑا خوف ہے Devaluation ہو گئی' بینک میں پڑے پیسے کم ہو گئے۔ اب یہ آدمی کون ہے؟ کاروباری بندہ ہے۔ اس کا خوف کیا ہے؟ پیسہ۔ خوف سے انسان کا مرتبہ پتہ چل جاتا ہے۔ کہتا ہے مجھے یہ خوف ہے کہ ہم مر نہ جائیں ______ یہ خوف کوئی ذاتی قسم کا ہے۔ خوف یہ بھی ہے کہ ملک پاکستان کہیں آگے پیچھے نہ ہو جائے' چلو یہ بہتر قسم کا خوف ہے۔ یہ بندہ بہتر ہے' ذاتی کی بجائے ملی طور پر بات کر رہا ہے' اس کا خوف بہتر خوف ہے' ذاتی خوف سے باہر نکل گیا ہے۔ ایک آدمی کہتا ہے کہ مجھے خوف ہے کہ اسلام نہ مٹ جائے۔ اب یہ جو ہے یہ اسلام کا محافظ ہے۔ کربلا میں اگر آپ دیکھو تو خوف اس بات کا تھا کہ کہیں کوئی ظالم بادشاہ مسلمانوں کے نام پر نہ آ جائے لہٰذا وہاں Stand لینا ضروری تھا۔ تو خوف کے مقام سے صاحبِ مقام پہچانا جاتا ہے۔ خوف کے درجے کیا ہیں؟ ''الجوع'' بھوک! اب بڑے آدمی کو کیا بھوک لگنی ہے اور کیا پیاس لگنی ہے۔ تو پیاس سے بچہ اگر آواز دے تو پھر پتہ چلتا ہے کہ پیاس کیا ہے۔ تو خوف' بھوک اور پیاس' یہ واقعہ اس مقام کی طرف لے جا رہا ہے

_____ خوف بھی بلند اور بھوک بھی بلند' باقیوں سے نرالی ہے۔''جوع'' ہر طرح کی بھوک ' ملنے کی بھوک' جانے والوں کی بھوک' گزر جانے والوں کی بھوک' حادثے میں شہید ہونے والوں کی بھوک_____ تو بھوک بھی بلند' خوف بھی بلند اور شوق بھی بلند۔ونقص من الاموال سارا مال بھی گیا۔ماضی کا جمع کیا ہوا اور حال کا جمع کیا ہوا۔یعنی کہ اگر وطن سے بے وطنی ہو جائے تو مال تو گیا۔ایک آدمی جو ہمارے ہاں خانقاہ کا مجاور ہوتا ہے' آپ اس کو بھی تھوڑا سا پیش کر دیتے ہیں' اب آپ دیکھو کہ اللہ کے گھر میں شوق سے رہنے والے' اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانے کے مالک' اگر ان کو کربلا کی دھوپ میں دن اور رات آجائے تو بے بسی تو یہ ہے۔کہاں سے آیا تھا وہ انسان؟ یعنی جس کے رہنے کا آستانہ اور مقام' حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا آستانہ ہو' مالک ہیں آستانے کے' اور اللہ کے آستانے کے بھی مالک ہیں' دونوں کے مالک ہیں' ان کو وہاں سے نکال کر' اس بے وطنی کے سفر میں لے آئے ۔اس لمبی مسافرت میں آگئے تو پھر پتہ چلتا ہے کہ مقام کیا ہے؟ بات سمجھ آئی ؟ بھوک' مال کا نقص اور جان ۔اب دیکھو کہ جان بھی کیسی کیسی قربان ہوئی' بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے' جان جا رہی ہے_____ والثمرات_____ محفوظ کیا ہوا پھل' پکا ہوا پھل' یعنی کہ جو پھل پکا ہوا ہے اس کا قبل از وقت' بے وقت ضائع ہو جانا _____ اللہ کیا کہتا ہے؟ میں نے آزمایا یا آزماؤں گا۔اب یہاں پر کیا ہے_____ یہ اللہ آزما رہا ہے۔اگر کوئی انسان آزمائے تو کیا کریں گے؟ فائٹ کریں گے۔اب پتہ لگ گیا کہ یہ تو اللہ کر رہا ہے۔وبشر الصابرین اور صبر والے کیا ہیں اذا اصابتھم مصیبتہ جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو کیا کہتے ہیں؟ انا للہ وانا الیہ راجعون ہم اللہ کی طرف سے آئے ہیں' ادھر ہی جانا ہے' ہمارا دنیا میں ہے ہی کیا۔اصلی مسافرت یہاں سے شروع ہوتی ہے کہ ہم ادھر سے آئے ہیں' ادھر ہی جانا ہے' یہاں ہمارا ہے ہی کیا_____ یعنی اس نے بھیجا سفر پر اور اس نے بلا لیا سفر سے' ہمارا ہے ہی کیا_____ یہ ''ہمارا کیا ہے؟'' سے کیا مراد ہے؟ کہ اپنے تعلقات سے لاتعلق ہو گئے۔کہتا ہے'' آپ کا بیٹا گیا'' کہتا ہے اس

نے بھیجا تھا' بیٹا ادھر ہے تو میں بھی ادھر' اس نے بلایا ہے تو جا رہے ہیں۔ یہ نہیں کہتا کہ چھوڑ کے جا رہا ہوں' کہتا ہے بلانے والوں کے پاس جا رہا ہوں' بھیجنے والے کے پاس جا رہا ہوں۔ چھوڑنا تو تب ہے جب تم مال کے مالک ہو' گویا کہ مال کا مالک ہونے کا احساس بھی یہاں رہ گیا' ایسے لوگوں پر اللہ کی طرف سے سلام ہے۔ اور یہ لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔ ادھر سے ہدایت کب ہو گی؟ اور یہ حکمت کہاں سے ملے گی؟ حکمت کربلا سے ملے گی۔ اگر کربلا کا Head کہا جائے علیؓ کو تو حکمت علیؓ سے ملے گی اور اگر علیؓ کو نبیصلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا دروازہ کہا جائے تو پھر کہاں سے ملے گی؟ نبیصلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت علیؓ کے ذریعے ۔تفسیر کہاں ہے؟ کربلا کے ذریعے۔ اور آج کل تو صرف سوالات ہی سوالات ہیں' بس ایسے ہی باتیں ہیں۔ تو Wisdom وہاں سے ملے گی اور Wisdom کا یہ طریقہ ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ بڑوں کی بڑی قربانی اور تمہارے لیے تو اللہ نے یہ کہا ہے کہ روزہ رکھا ہے تو میں اس کا انعام ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ ہے اصل Wisdom۔ تمہارے لیے روزہ رکھنا بہتر ہے' تمہارے لیے بہتر ہے نماز پڑھنا' جتنے جتنے درجے ہیں' جوں جوں درجات طے کرو گے' پھر اور بات آ جائے گی۔ تو دانائی کیا ہے؟ دانا کی تابعداری اور حکمت والے کی تابعداری۔

سوال:

سر! کسی پر احسان کرنے کے کیا کیا درجے ہیں' اس کی وضاحت فرما دیں

جواب:

پہلا درجہ یہ ہے کہ غصہ نہ کیا جائے۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ اسے معاف کر دیا جائے۔ جس عمل نے' اس کی جس بدعملی نے آپ کے اندر ناپسندیدگی کا اظہار پیدا کیا' یعنی غصہ پیدا کیا' اسے معاف کر دیا جائے۔ اور پھر تیسرا درجہ یہ ہے کہ اس پر ہو سکے تو احسان کر دیا جائے۔ احسان' معافی کا اگلا درجہ ہے۔ وہ کیا درجہ ہو گا؟ کہ اگر چور آ جائے تو ایک تو غصہ

نہ کیا جائے' اس کو معاف کر دیا جائے' رپورٹ نہ کی جائے' ہو سکے تو اس کو پیسے دے دیئے جائیں جس کے لیے وہ آیا ہے۔ تھوڑی سی رعایت کر دی جائے اس کے ساتھ۔ پھر وہ انسان بن جائے گا۔ یہ ہے احسان۔ احسان کا معنٰی یہ ہے کہ اس کے عمل اور نیت کے برعکس آپ کا عمل ہو۔ جو آپ کی طرف بری نیت کے ساتھ آیا وہ آپ کی طرف سے اچھا عمل لے کے جائے۔ احسان یہ ہے۔ دوسروں کے حقوق سے زیادہ دینا احسان ہے۔ ابتدائی عمل اس کا یہ ہے کہ اپنا حق لوگوں پر واجب ہو اور وہ چھوڑ دے۔ پہلا حق بنتا ہے سلام کرانے کا' وہ چھوڑ دیا جائے' Acknowledgement جس کو آپ کہتے ہو' اس کی خواہش چھوڑ دی جائے اور سماجی' معاشی' معاشرتی' نفسیاتی اور دوسری قسم کے جو حقوق ہوتے ہیں' ان حقوق کو ترک کر دیا جائے' یعنی کہ چھوڑ دیا جائے' اور دوسروں کے حقوق ادا کیے جائیں۔ تو احسان یہ ہے کہ کسی کا حق تو نہیں ہے لیکن ہمیں احسان کا حکم ہے۔ یاد رکھنا' دوسرے کا حق انسان ہونے کی حیثیت سے معافی تک ہے Punishment کا حق بھی ہے قانون کی حیثیت سے' لیکن آپ قانون نہ بنو' آپ انسان بنو۔ قانون ایک اور معاملہ ہے۔ State ایک اور معاملہ ہے' انسان ایک اور چیز ہے۔ انسان بن کے اگر یہاں سے نکل جاؤ تو آپ کامیاب ہو گئے۔ اس لیے اللہ کریم نے ان کو Address نہیں کیا جو عام "کالانعام" ہوتے ہیں بلکہ انسان کو Address کیا ہے اور Non-Believers میں سے بھی وہ انسان "یاایھاالناس" جو ہیں۔ Believer یا Non-Believer کچھ بھی ہو' انسان ہونے کا درجہ جو ہے' یہ بڑا مقام ہے۔ انسان ہم اس کو کہیں گے جس کے پاس سائنس کے ساتھ ساتھ احساس بھی موجود ہو۔ تو وہ انسان ہے۔ انسان وہ ہے جس کے پاس تھوڑی سی ماضی کی یاد ہو اور مستقبل کا خیال ہو۔ جس کے پاس ماضی کی یاد نہیں اور مستقبل کا اندیشہ نہیں ہے' اس کو آپ انسان نہیں کہیں گے۔ جانوروں اور انسانوں میں ایک چیز کا ضرور فرق رہتا ہے کہ جانوروں اور پرندوں کے پاس وہ یادداشت نہیں ہے جو آپ کے ہاں ہے' کہ بچہ انگلینڈ گیا اور خط کا انتظار ہی کرتے جاؤ دروازے پہ کھڑے ہو کے۔ ان کا بچہ اڑ گیا سو اڑ گیا' پتہ نہیں

پھر کدھر گیا' ان کے ہاں اور کہانی ہے' ان کا ماضی نہیں ہوتا اور ان کا مستقبل بھی نہیں ہوتا کہ وہ پہلے پروگرام بناتے جائیں' Calculate کرتے جائیں۔ انسان ہم اس کو کہیں گے جس کا ماضی محفوظ ہے اور جس کا مستقبل اس کے زیر غور ہے۔ تو انسان کا حق آپ پر یہ ہے کہ آپ انسان سے اس کے عمل کی وجہ سے' غصہ آنے کے باوجود غصہ نہ کرنا۔ غصہ نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اظہار نہ کرنا' غصہ تو آ رہا ہے لیکن اظہار نہ کرنا۔ یعنی کہ اس کو کوئی تکلیف نہ پہنچے کہ تم غصے میں کوئی نا مبارک الفاظ کہہ دو کیونکہ وہ جو لفظ ہے' اس کے اندر یاد بن جائے گی۔ لفظ کی ناگوار یاد نہ چھوڑنا۔ اچھے عمل کی یاد کو ایک برا لفظ ہمیشہ کے لئے تباہ کر سکتا ہے۔ اچھا عمل جہاں یاد میں محفوظ ہوتا ہے وہاں برا لفظ اسے اڑا کے رکھ دیتا ہے۔ یہ تو ایٹم ہے اس کے لئے۔ اس لئے آپ اس کا حق ادا کریں۔ کیسے؟ الفاظ کی ناگواریت اس پر نہ پھینکنا۔ آپ نے احسان کیا' اس پر ویسے ہی مہربانیاں کرتے رہتے ہو' لیکن کبھی سخت لفظ نہ کہنا۔ سخت لفظ سے تمہیں Relief محسوس ہوتا ہے' تمہارا Relief محسوس کرنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ اس پر دباؤ پڑ گیا۔ لہٰذا اس کا انسان ہونے کی حیثیت سے یہ حق ہے کہ اس کی غلطی کو معاف کر دیا جائے۔ اور انسان ہونے کی حیثیت سے' اچھے انسان ہونے کی حیثیت سے آپ کے لئے یہ مناسب ہے کہ آپ اس پر احسان کر دیں۔ اب اس کی مثال یوں ہے کہ حضرت امام حسنؓ کے پاس ایک غلام تھا' غلام سے کوئی غلطی ہوئی' آپ نے اسے ڈانٹا' مزاج میں تھوڑی سی تیزی آ گئی۔ غلام نے بسم اللہ کر کے پڑھا "والکاظمین الغیظ" تو آپؓ خاموش ہو گئے۔ پھر اس نے پڑھا " والعافین عن الناس" آپؓ نے کہا جا میں نے تجھے معاف کیا۔ اس نے پڑھا "واللہ یحب المحسنین" آپؓ نے فرمایا جا تجھے آزاد کیا' پیسے بھی لے جا ساتھ ______ ماں باپ کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ ان کے ساتھ سلوک کا درجہ یہ ہے کہ ان کے حکم کے آگے اُف بھی نہ کرنا "اُف" کا معنی کیا ہے؟ مطلب یہ کہ ان کے کہنے پر تھوڑا سا چیں بہ جبیں بھی نہ ہونا۔ ولا تقل لھما اف تو اللہ کریم نے سوچا کہ یہ انسان ہے' شاید بات پوری طرح نہ سمجھے' اس لیے فرمایا ولا تنھر ھما اور ان

کوجھڑکی بھی نہ دینا۔ پھرایک وضاحت ہے کہ "قولوا قولاً کریما" ان کے ساتھ کریم الفاظ میں بات کرنا۔ اللہ کریم نے یہاں ''کریم'' کا لفظ بہت اچھا استعمال کیا ہے اور پھر آگے فرمایا کہ جب یہ بوڑھے ہو جائیں تو تمہارے جوان بازو ان کے لئے رحمت کا سایہ بن جائیں یا بن جانا چاہییں اور جب ان کے پاس اپنی دیکھ بھال کا کوئی سامان نہ رہے تو ان پر احسان کرنا۔ وہاں لفظ ہے ''احسان'' یعنی کہ دیکھ بھال کا ان کے پاس آسرا نہیں ہے' یعنی دیکھ بھال کا شعور بھی چھن گیا ان سے' ختم ہوگئی بات' اب آپ کیا کرو؟ آپ ان پہ احسان کرو یعنی کہ آپ سارا حق ادا کر رہے ہیں' زندگی میں آمدن ہے' تنخواہیں ہیں' دوسرے واقعات ہیں' ان کے کہنے پر آپ نے زندگی کی تھوڑی سی دقتیں بھی گزاری ہیں' اور اس طرح یہ ساری زندگی ہے۔ لیکن احسان کیا ہے؟ احسان یہ ہے کہ ان کے ساتھ اس وقت بھی مکمل طور پر رعایت کرنا۔ احسان کا مطلب یہ ہے کہ کسی دیگر یاد کو دل سے نکال کر اس آدمی کے بارے میں ایک اچھا تصور آباد کیا جائے۔ احسان یہ ہے۔ آپ اپنے دل میں دیکھیں' بہت سے لوگ ایسے ہوں گے جو آپ کے ساتھ اچھا سلوک نہ کر گئے ہوں گے' تو آپ میں رنجش' افسوس یا غصہ موجود ہوگا۔ اب احسان کرنے والا آدمی جو ہے' ان لوگوں کی بدنما یاد کی جگہ پر' انہی لوگوں کے حوالے سے اچھی چیز تحریر کرتا ہے تا کہ وہ لوگ آپ کو دوبارہ زندگی میں اچھے نظر آئیں' یا ان کی یاد کم از کم اچھی ہو جائے۔ بس یہ احسان ہے کہ کسی برے آدمی کی یاد کو اس طرح Register کرنا کہ وہ آدمی آپ کی زندگی میں اچھا نظر آئے۔ احسان حق نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آنکھ کا بدلہ آنکھ' جان کا بدلہ جان' ایک کا بدلہ ایک' دو کا بدلہ دو' لیکن اگر تم احسان کر دو تو تمہارے لیے بہتر ہے۔ اگر تم معاف کر دو تو تمہارے لیے بہتر ہے۔ اس لیے یہ جو احسان کا مقام ہے تو دوسرے کے عمل سے بے نیاز آپ اپنا حسن عمل جاری رکھو۔ احسان یہ ہے' اور آپ کے لیے یہ کرنا آسان ہے۔ ہر آدمی جس کے گھر میں بچہ پیدا ہو' وہ جانتا ہے کہ احسان کیا ہے۔ احسان کا شعور اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔ کہ آپ کا احسان پیدا ہونے والے بچے کے عمل سے بے نیاز ہے' آپ اس کے لیے سایہ کرتے رہتے ہو' بیمار

ہے یا اور حرکات ہیں' بچے ناپسندیدہ حرکتیں کرتے ہی رہتے ہیں۔ آپ بچوں کی ناپسندیدہ حرکتوں پر جب تھوڑا سا ہنستے ہو' کہ بچہ ہے' تو وہ احسان ہے۔ کوئی اور بچہ ہوتا تو پہلے سزا ہوتی' پھر آپ بتاتے کہ حرکت کیا ہے۔ تو یہ احسان ہے۔ احسان کا مطلب ہی یہ ہے کہ اس کے حق سے زیادہ دینا' انصاف سے زیادہ دینا' اس کے عمل سے بے نیاز ہو کے عمل کرنا' یہ سارا احسان کرنا ہے۔ احسان جو ہے یہ دراصل آپ نے اپنے آپ پر کرنا ہے۔ احسان کرنے والا کس پر احسان کرتا ہے؟ اپنے آپ پر احسان کرتا ہے۔ دوسرے پر احسان دراصل اپنے آپ پر احسان ہے۔ دوسروں کو معاف کرنا دراصل اپنے آپ کو معاف کرنا ہے' کیونکہ اپنے اندر سے وہ ناسور نکلتا ہے جو ناپسندیدگی کا ہے نارضامندی کا ہے اور دوسرے کی بے وقوفی کا ہے اور دوسرے کے ظلم کے خیال کا ہے۔ پھوڑا تو آپ کے اندر ہوتا ہے۔ اس لیے پھر یہ ایک خاص واقعہ بن جاتا ہے۔ بڑا آسان ہے جی یہ احسان کا عمل۔ انسان کر سکتا ہے۔

سوال:

یہ Individual کا تو سمجھ آ گیا مگر Society کا کیا کریں؟

جواب:

سوسائٹی میں تو ایک قانون ہے۔ سوسائٹی میں قانون ہے تاکہ عبرت ہو' سوسائٹی چوروں کو کیسے معاف کرنے لگ جائے گی' سوسائٹی میں ایک ناظمِ اعلیٰ ہے' منظم کرنے والی طاقت ہے' اس کا کام انتظام قائم رکھنا۔ ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ کیا کرو اور کیا نہ کرو' چور کا ہاتھ کاٹ لو' یہ کام کرو یا نہ کرو۔ میرا مطلب یہ ہے کہ احسان جو ہے وہ اللہ کی خوشنودی کے لیے کرنا ہے۔ یعنی آپ اس کو سزا دے سکتے تھے' غلطی موجود تھی' آپ کے پاس سزا کا اختیار تھا' اور اگر سزا دیتے تو یہ بات بری بھی نہ کہلاتی مگر آپ نے اچھا کیا کہ آپ نے احسان کر دیا۔ یہ انسان کی بات ہو رہی ہے' اگر کوئی حاکمِ وقت ہو یا محتسبِ اعلیٰ ہو یا کوئی Lordship ہو یا جسٹس ہو' تو وہ اگر مجرموں پر احسان کرنے لگ جائے تو یہ تو الٹ

واقعہ ہو جائے گا۔سوسائٹی کے طور پر آپ خود سوچو کہ کیا کرنا ہے' معاف کرنا ہے کہ نہیں ______ ہم سوسائٹی کی بات نہیں کرتے' بلکہ ہم توPure اپنی بات کرتے ہیں جو آپ کی اپنی ذات تک ہے۔ یہ کہ اپنی تکمیل ذات کے لیے' نا مناسب معاشرے میں سے ایک مناسب رپورٹ لے کے نکل جاؤ۔ مقصد یہ ہے کہ یہ بہت ضروری بات ہے مسلمانوں کے لیے______ کہ معاشرہ برا ہے یا اچھا ہے' آپ اپنے لیے کم از کم کوئی بہتر صورت حال پیدا کر کے نکل جاؤ۔ نکلنا تو ضرور ہے آپ نے ۔آپ کے ذریعے معاشرہ کی اصلاح ہو جائے تو معاشرہSet ہو جائے' غریبوں کو دولت مل جائے' بادشاہی مل جائے۔اور اگر آپ کی عاقبت نامناسب ہو' تو پھر یہ بات غور طلب ہے۔اس لیے بڑا غور کرنا اس بات پر۔ اسلام کے حوالے سے' آپ اللہ کے مناسب جواب دہ ہو۔کسی انسان کو اپنے سامنے جوابدہ نہ کرنا جب تک آپ اپنے آپ کو اللہ کے آگے پوری طرح جواب دہ نہ پاؤ۔

معاشرے کا نظام تو چل رہا ہے' اسے چلنے دیا جائے۔معاشرہ' سماج' سوسائٹی' اپنا کام کرتے رہتے ہیں۔ان کے اپنے اصول ہوتے ہیں۔ہم اپنی تکمیلِ ذات کی بات کر رہے ہیں۔اپنی شخصیت کا ارتقاء کہہ لو' یا اس کی پہچان کہہ لو' یا اس کے اندر آپ یہ کہہ لو کہ اپنے اندر کوئی شعورِ ذات ہو تو خدا کے حوالے سے ہو۔خالی ذات کا شعور نہیں ہونا چاہیے کہ اپنی ذات کو پہچاننا' بلکہ اسے خدا کے حوالے سے پہچاننا اور وہ خدا جو مسلمانوں کا خدا ہے۔وہ خدا کہ جس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ خدا ہے۔اور کائنات کے سب کام ہو رہے ہیں' وہی کرنے والا ہے اور جو نہیں ہو رہے وہ بھی وہی کرنے والا ہے۔انجیل کی باتیں بھی ہو سکتی ہیں مگر آپ کے لیے اسلام کا راستہ ہے۔آپ اس راستے پر اپنی ذات کو اس دنیا میں بہتر رکھتے ہوئے اور محفوظ لے جاتے ہوئے چلیں بس یہ آسان سا راستہ ہے۔

ہاں جی بولو آپ______ حنیف صاحب

سوال:

جناب کیا احسان صرف فرد کی سطح پر ہو سکتا ہے' کیا یہ معاشرے کی سطح پر کارفرما

نہیں ہو سکتا؟

جواب:

یہ وہی پچھلا سوال ہے اختر صاحب والا______ سوال یہ ہے کہ احسان کس پر کیا جا رہا ہے۔ کون کرتا ہے یا ''کس پر'' ہونے والی بات نہیں ہو رہی۔ یہ بات ضرور سمجھنے والی ہے کہ احسان کرنے والا کون ہے؟ احسان کرنے والا ''ایک انسان'' ہے۔ یہ گروہ کی بات نہیں ہو رہی کہ چار آدمی مل کے احسان کریں ایک آدمی پر۔ ایک انسان ہے اور وہ قانون بھی ہے' میں نے یہ کہا تھا کہ سماج بھی نہیں ہے بلکہ صرف ایک انسان ہے______ وہ انسان جو اپنی تکمیل کے لیے الٰہیات کے راستے کو چنتا ہے' اس کی بات ہو رہی ہے' دوسرے کی بات نہیں ہو رہی ہے۔

سوال:

جناب اگر آپ اجازت دیں تو میں کچھ عرض کروں۔ قرآن کی بات ہو رہی ہے تو قرآن میں ہے۔ ان اللّٰہ یامرکم بالعدل و الاحسان اللہ تعالیٰ سب کو حکم دے رہا ہے کہ تم عدل کرو اور احسان کرو۔ تو یہاں احساس ہوتا ہے کہ معاشرتی سطح پر بھی احسان کا حکم ہے

______

جواب:

آپ بات نہیں سمجھے______ اس بات پر غور کر لیں کہ دین کے اندر' اسلام کے اندر' تمام احکامات جمع کے ہیں______ یہ تمام کے تمام حکم جو ہیں' یہ تمام کے تمام حقوق جو ہیں آپ یہ اولی الامر کے پاس جمع کر دیتے ہیں______ اسلامی معاشرے پر جب غور کریں گے تو وہ اطیعو اللّٰہ و اطیعو الرسول و اُولی الامر منکم آپ اپنے حقوق اس کے پاس تفویض کر دیتے ہیں۔ جب اللہ کریم کہتا ہے کہ اجتماعی طور آپ ایسا کام کرو' چور کے ہاتھ کاٹو تو آپ گھر میں کسی کے ہاتھ نہیں کاٹ سکتے۔ ایک چور آپ کے گھر میں آ جائے اور آپ اس کے ہاتھ کاٹنے لگ جاؤ' یہ بڑی سزا کی بات ہے۔ مطلب یہ کہ جو

اجتماعی حکم ہوتا ہے یہ اولی الامر ہی پورا کرتا ہے۔تو وہاں پر وہ قانون ہے۔ذاتی سطح پر آپ تکمیل کا راستہ اختیار کر سکتے ہیں کہ آپ احسان کر سکتے ہیں۔تو اللہ کریم نے آپ کو بتایا کہ آپ احسان کرو تو یہ ذاتی احسان کی بات ہے' ان لوگوں کی بات ہے جنہوں نے زندگی کے اندر ہی اس راستے کو اپنا راستہ بنایا۔سماجی سطح پر تو حکومت اپنا کام چلا رہی ہے۔حکومت میں تو آپ انصاف کرو ______

سوال:

سر! انصاف ایک چیز ہے' بات احسان کی ہو رہی ہے' انصاف تو ہر حکومت چاہتی ہے' لیکن احسان اس سے آگے ہے ______

جواب:

ہم آسان سی بات کر رہے ہیں' وقت کو بچایا جائے کیونکہ وقت آپ ہی ہو' آپ ہی کا نام وقت ہے' زندگی آپ ہی ہو۔اسلامی انداز گفتگو میں جو چیز حکومت ہے اس کا ایک شعور ہے۔اسے کیسے کرنا چاہیے' وہ بتایا ہوا ہے۔وہ سوال ہی اور ہے کہ حکومت اور اسلام کے اندر مدعا کیا ہے یعنی جس کو Address کیا گیا ہے' یا جہاں اجتماع کا لفظ ہے۔کیا وہ لوگ ہیں یا ایک آدمی ہے؟

فی الحال تو آپ کا انفرادی سفر ہے اور اجتماعی تشکیل حیات نہیں ہے۔آپ یہ کہیں کہ ہم اجتماعی شکل بن رہے ہیں' پھر آپ کو حکم کی سمجھ آجائے گی کہ یہ ہے کیا ______ کہ اللہ تعالیٰ کا منشا کیا ہے ______ آپ کی جماعت ٹوٹ گئی ہے' سب سے بڑی دقت یہی ہے۔آپ ایمانداری کی بات دیکھو' ایک مسجد' چھوٹی سی مسجد' اس مسجد میں پچیس آدمی لے لو' اگر ایک محلے کے رہنے والے پچیس آدمی' ایمانداری سے بھائی بن کے رہیں تو کوئی دقت' آفت آسکتی ہے شہر میں؟ تو ان میں سے جو بہتر ہے وہ ان لوگوں کا امام کہلائے' قائد کہلائے۔پھر کیا کوئی دقت پیدا ہو سکتی ہے لیڈر شپ کے بارے میں؟ یہ واقعہ تو ہوا نہیں ______ اگر کوئی واقعہ ایسا ہو کہ جس طرح آپ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت رکھتے ہیں' اللہ کے

حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی آپ کی محبت ہو' اطاعت ہو____ اگر کوئی ایسا آدمی اولی الامر کے نام پر بادشاہ ہو' جس کا ادب آپ ایسے ہی محسوس کریں جیسے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب ہو تو کیا دقت رہ جائے گی؟ اس کے ساتھ محبت بھی ہو' ادب بھی ہو' کہنا خود بخود مانا جائے گا____ اور اس کا کہنا' قرآن وسنت کے عین مطابق بھی ہو ____ پھر تو پورا سفر مکمل ہو گیا ناں____ یہی تو واقعہ نہیں ہو رہا۔ تبھی تو آپ کو پریشانیاں ہو رہی ہیں____ میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا کہ جو جاننے والے ہیں وہ اختیار سے باہر ہیں' جو اختیار کے اندر ہوتے ہیں وہ جانتے نہیں____ اختیار والے بیچاروں کو اختیار کا سنبھالنا ہی پرابلم ہے یعنی اختیار میں آنا' اختیار میں رہنا' اختیار کو سنبھالنا ____ جاننے والا جانتا ہے کہ کہاں کتنا بکھیڑا ہے' چلو ہم چھڑا کے' بچا کے دامن بتوں سے اپنا غبار راہ حجاز ہو جاتے ہیں۔

پھر چھوڑ دیا سب____ وہ شہر سے باہر چپکے سے آباد ہو گئے' ویرانے میں آستانے بنائے۔ بات یہ ہوئی کہ عقیدت جو ہے وہ وہاں وابستہ ہے اور شہر کے اندر جو کچھ ہو رہا ہے' یہ اس کے مطابق نہیں۔ آج کے انسان کو پریشانی کیا ہے؟ وہ کہتا ہے کس کس کو Obey کروں۔ اللہ کی بات مان' اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی بات بھی وہی ہے ____ آگے ہر بات دوسری بات سے مختلف ہے۔ قائداعظم کا ارشاد لکھا ہوتا ہے' اس کی بات مانو۔ کہتا ہے علامہ اقبال کی بات ہے' مانو____ دوسرے ایک بزرگ کی بات مانو ____ ایک اور کی مان لو____ اس لیے آج کا انسان تکلیف میں ہے کہ اس کے پاس ماننے کے لیے بہت کچھ ہے' اگر کوئی ایک چیز ہو ماننے کے لیے تو وہ مان سکتا ہے ____ آج کے انسان کو یہ دقت ہے۔ یہ کوئی خوشی کی بات نہیں ہے کہ کافر ہو کے ایک طرف ہو گیا اور وہ کہتا ہے میں کس کس کی بات مانوں' کدھر جاؤں۔

سوال:

لیکن یہ بھی خوشی کی بات ہے کہ جو جانتا ہے وہ اپنا آستانہ شہر سے باہر بنا لے۔

جواب:

یہ آپ کا گلہ' جھگڑا مناسب حد تک جائز ہے لیکن اس وقت تک انہوں نے یہی مناسب سمجھا کہ عافیت اسی میں ہے کہ ان لوگوں سے بچ کے عمل کیا جائے۔ ان پر تاثیر ڈالی جائے' ان کو سمجھایا جائے تاکہ ''حق'' محفوظ رہے۔ کچھ نہ کچھ کیا ان لوگوں نے۔ لیکن وہ اس لائن میں نہیں آئے۔ ہاں' آپ کا زمانہ اگر آتا ہے تو آپ یہ کام کرو _____ لیکن آپ کو ان بزرگوں جیسا علم تو جاننا چاہیے۔ پھر وہ علم لے کے آپ چلو۔ یہ نہ ہو کہ پھر آپ لوگوں جیسے ہی چل پڑو۔ ان جیسی حکومت کرنی ہے تو ہر دور کی حکومت اچھی حکومت کرتی ہے _____ یہی آپ کا مسئلہ ہے کہ فقیری بادشاہت کے ساتھ کیوں نہیں آئی اور انہوں نے لوگوں کو کیوں چھوڑ دیا' ان لوگوں کے رحم وکرم پر۔ یہ سوال بڑا پرانا سوال ہے کہ تاثیر والا مذہب اسلام جو ہے' یہ تاثیروں کے باوجود بے تاثیر کیوں ہو گیا۔ اس لیے کہ مرتبہ جس کے پاس تھا اس کے پاس علم نہیں تھا اور جس کے پاس علم تھا اس نے مرتبے سے گریز کر لیا۔ اور اگر علم والا مرتبے کی تمنا بھی کر لیتا تو اس کے لیے پھر ایک دار کا مقام تھا۔ جھوٹے انسان سے ووٹ لینے کا طریقہ' کسی سچے آدمی کے لیے سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اگر جھوٹوں کو یقین ہو جائے کہ یہ آدمی سچا ہے اور حکومت چاہتا ہے تو میرا خیال ہے کہ پرانے طریقے سے وہی ایک فارمولا چلا آ رہا ہے _____ کربلا ہو کہ سقراط ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام ہوں _____ ایک ہی طریقہ چلا آ رہا ہے _____ منصورؒ ہی لے لو' ادھر آپ سرمدؒ لے لو _____ سارا ایک ہی واقعہ ہے۔ کیا واقعہ ہے؟ کہ اگر جہالت کے زمانوں میں صداقت ایک آدمی میں نمایاں ہو گئی' وہ اگر زیادہ نمایاں ہو کر Powerful ہونے لگ گیا تو ساری جہالت اکٹھی ہو کے اسے پھانسی لگا دے گی۔ درجات تو بلند رہتے ہی ہیں ان کے' لیکن یہ واقعہ بھی ضرور ہو گا۔ اب اس کے اندر کوئی ایسا ہونا چاہیے اور کرنے والے کر سکتے ہیں کہ اس دور کے اندر رہ کر اپنے علم کو رائج کیا جائے اور سب کو ساتھ چلایا جائے۔ ایسا ہو سکتا ہے۔

بہرحال احسان کا مطلب یہ ہے کہ اس کے حق سے زیادہ رعایت کرنا'

Forgive بھی کر دینا اور Forget بھی کر دینا۔ تو آپ ضرور احسان کرو۔

سوال:

اپنے حق سے کم لینا بھی تو احسان ہے؟

جواب:

اپنا آپ بھی چھوڑ دیں اور اپنا حق بھی چھوڑ دیں۔

سوال:

حق کی خاطر تو ہم ڈٹ جاتے ہیں' ایک تو اصولوں پہ سمجھوتہ نہیں کرتے' Truth اور حق کی خاطر تو ہم لڑتے ہیں۔ فرض کیجیے کسی شخص کے دل میں یہ ارادہ پیدا ہو تو ساتھ والے سمجھاتے ہیں کہ یہ تو ایک رہبانیت سی ہو گئی' اپنے حق کی خاطر تو ضرور لڑنا چاہیے

______

جواب:

آپ یہ دیکھیں کہ فطرت کی عظیم اشیاء جو ہیں وہ اپنا حق کس طرح لیتی ہیں' سورج کی روشنی کو نمایاں ہونے کے لیے جو حق درکار ہے' وہ تاریکی ہے اور وہ اسے وافر مقدار میں ملتی ہے۔ اور اگر سورج کو روشنی ملنے لگ جائے تو کچھ اور ہی قصہ بن جائے گا ______ آپ جس کو حق سمجھ رہے ہو وہ حق نہیں ہے۔ حق تو یہی ہے کہ آپ نے اپنا حق پہچان لیا۔ جس طرح آپ کے اندر حق پیدا ہوا' اسی طرح فطرت آپ کو حق کی ادائیگی بھی کرتی رہے گی۔ اور یہ ایک عجب بات ہے کہ جاہل زمانوں میں ہمیشہ عالم پیدا ہوئے۔ جو لوگ آنے والے زمانے کے تھے وہ بھی اسی زمانے میں پیدا ہوئے۔ زمانہ سارے کا سارا خاموش رہا اور اسی زمانے میں' اپنے دور سے کتنی دور آگے جا کے کوئی پیغمبر پیدا ہو گیا۔ جتنے عظیم لوگ تھے' وہ غیر عظیم زمانوں میں پیدا ہوئے۔ یہ بڑے کمال کی بات ہے۔ یہاں پتہ چلتا ہے کہ اصلی عظیم کون ہے؟ وہ آدمی جو ان جاہلوں پر اپنی عظمت کو جتاتا رہا' وہ محروم ہو گیا ______ اور وہ عظیم انسان جس نے ان جاہلوں کی خدمت شروع کر دی' کہ ان میں سے

پیدا ہوا ہوں اور یہ محروم ہیں اور ان کو علم دے دیا جائے ____ تو انہوں نے آنے والے زمانوں میں بھی بادشاہی کی۔

سوال:

بات تو صحیح ہے لیکن ہمارا ''جگرا'' نہیں پڑتا ____

جواب:

''جگرے'' کی بات نہیں ہے، علم میں ''جگرے'' نہیں ہوتے۔ یہیں سے پھر غور کرلو کہ ایک آدمی نے اپنے دور میں یہ پہچان لیا کہ میں ذرا اس دور سے بڑا ہوں۔ تو بڑا ہونے کی حیثیت سے وہاں اس نے Assert کرنا شروع کر دیا کہ میں بڑا ہوں، Acknowledge کرو، خراج ادا کرو، یہ کرو، وہ کرو ____ اسی چھوٹے دور نے اس کی عظمت کو وہیں تباہ کر دیا ____ اور جو صحیح معنی میں بڑا تھا، اس نے کہا میں ان میں بڑا پیدا ہو گیا، اس چھوٹے سے خاندان میں ذرا بڑا پیدا ہو گیا، آؤ اس چھوٹے خاندان کو بھی ہم بلند کر دیں۔ اور جو چھوٹا آدمی تھا، اس نے خاندان پر رعب ڈالنا شروع کر دیا ''اے چھوٹے خاندان کے کمزور کیڑے مکوڑو، دیکھو میں ہاتھی پیدا ہو گیا'' ____ اور ہاتھی کو چیونٹی کھا گئی ____ تباہی ہو گئی ____ اور جو شخص کہتا ہے کہ آج میں تم میں سے ذرا فروغ پا گیا ہوں، یہ حسن اتفاق ہے مگر یہ سب آپ ہی کے لیے ہے تو اس نے لوگوں کے دلوں پر بادشاہی کی۔ تو وہ پیغمبر ہوئے، اولیائے کرام ہوئے۔ حتیٰ کہ دین میں اولیائے کرام کا درجہ پانا اور شرعی طور پر شریعت ساری کی ساری بظاہر نفاذ کے بغیر، ولی اللہ کہلانا، یہ کمال ہے ان کا ____ یعنی کہ اللہ کا ولی، دینی طور پر اللہ کا ولی ہے، لیکن اس نے وہ عمل نہیں کیے جو مولوی صاحب کر رہے ہیں۔ بس یہ راز کی بات ہے، تم کیا جانو ____ مولوی صاحب بتاتے جا رہے ہیں کہ ''گٹے'' سے شلوار نیچے نہیں ہونی چاہیے، موت کا منظر مرنے کے بعد کیا ہونے والا ہے اور وہ لنگوٹ باندھ کے دریا کے کنارے بیٹھ گیا، یہ ولی اللہ ہے۔ یہ ''سائیں صاحب'' ہیں۔ وہ مکمل طور پہ ولی بن کے بیٹھ گیا۔ یہ کمال ان لوگوں میں ہے کہ اسی ماحول

میں سے ایک اور ماحول' محبت کے ساتھ بنایا یعنی اس ''کانواں والے'' کا کمال دیکھو کہ پرندوں میں سب سے زیادہ غیر خوشنما پرندہ کوا ہے' وہ بہت غیر خوشنما ہے اور اس سے محبت کر کے اسے پاس رکھا۔ یعنی کوے سے محبت ایسے کی کہ وہ وہاں سے اڑتا نہیں۔ تو یہ ہے محبت کی انتہا کی بات۔ ان لوگوں نے اس دور میں اللہ کے حکم کے ساتھ ولایت کی ہے کہ جس دور میں لوگ اس قسم کے ماننے والے نہیں تھے۔ عظمت کا مطلب ہی یہ ہے کہ ماحول سے الگ ہونا۔ دنیاوی طور پر بڑا آدمی کون ہوتا ہے؟ جو ماحول کو چھوٹا سمجھے یا اپنے آپ کو بڑا سمجھے یا اپنے اور ماحول کے درمیان کوئی فاصلہ دیکھے۔ اگر وہ ماحول کو چھوٹا سمجھتا ہے تو گر جائے گا' اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے' تب بھی گر جائے گا۔ اور اگر ''میں ماحول کی پیداوار ہوں ماحول کی بہتری کے لیے'' تو وہ بچ جائے گا۔ بس یہ راز ہے۔

سوال:

اس میں یہ بھی تو خطرہ ہے کہ آدمی صرف خدمت کرتا رہ جائے اور اُسے کچھ نہ ملے ______

جواب:

نہیں' تیری صفت ہی خدمت کرنا ہے ورنہ تیری عظمت کوئی نہیں۔ عظمت ہے ہی کوئی نہیں۔ اتنا بڑا پھول ہے گوبھی کا' اس نے کیا خوشبو دینی ہے۔ اور چھوٹا سا گلاب دیکھو ______ یہی تیری عظمت ہے اور عظمت ہی کوئی نہیں ہے۔ کہتا ہے دیکھو اس میں خوشبو ہے۔ اب جن لوگوں کے پاس خوشبو نہیں ہے وہ سارے کے سارے بیکار ہیں۔ یہ خوشبو خدمت ہی ہے۔ خدمت میں Acknowledge ہونا شروع ہو جائے تو یہ Greatness کہلاتی ہے' اور Greatness کوئی نہیں ہے۔

سوال:

مثلاً میں چار گھروں میں خدمت کرتا رہا اور کوئی سیاست دان میرے سے بہت آگے نکل گیا تو میرا اس کا مقابلہ کیا ہے؟ طاقت بھی اس کے پاس' شہرت بھی' لیڈری بھی۔

جواب:

وہ اور مقام ہے، حکومت ہے، قانون ہے اور سیاست ہے۔ اس کا دلوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ اور واقعہ ہے کیونکہ اس کا دلوں کے ساتھ تعلق نہیں ہے۔ میں دل کی بات بتا رہا ہوں کہ خدمت کرنا، کیونکہ خدمت کرنے والا دلوں کے اندر جا کے سماجاتا ہے۔ یہی اس کا مقام ہے، یہی اس کی Greatness ہے۔ اب کمال کی بات یہ ہے، جسے آپ خود دیکھ رہے ہو، کہ آپ لوگ، آج بیٹھے ہوا نیس سونوے میں، آج بھی آپ کلمہ پڑھتے ہو ایک انسان کا۔ تو یہ اس انسان کا کمال ہے۔ یہ کمال ہے کہ چودہ سو سال بعد لوگ آپ ؐ کے نام پر آج بھی سرنگوں ہیں۔ یہ کمال ہے Greatness یہ ہے Acknowledgement یہ ہے۔ پھر اور بزرگوں کو لے لو، داتا صاحبؒ کو لے لو، آپ نے دیکھا بھی نہیں ہے لیکن آپ کے اندر احترام آج بھی ہے۔ وہ اتنے بڑے ہیں کہ آج بھی احترام ہے۔ یہ جو Greatness ہے، یہ احترام پیدا کرنے والی ہے۔ اور دنیادار والی Greatness جسے آپ کہہ رہے ہو وہ Fear پیدا کرتی ہے اور ڈر پیدا کرنے والی Greatness جو ہے یہ برباد ہو جاتی ہے، تو وہ دنیاوی عظمت جو عظمت کہلاتی ہے اور اس کا تحفظ خوف کے ذریعے کیا جاتا ہے، وہ عظمت Short Lived ہے، وہ عظمت کبھی نہیں چلتی۔ وہ عظمت جس کے ساتھ محبت کا عنصر شامل ہے، ہم اس کو عظمت کہتے ہیں، وہ قائم رہتی ہے، دائم رہتی ہے۔ آپ کے مرنے کے بعد بھی اور آپ کے یاد کرنے والوں کے مرنے کے بعد بھی قائم رہتی ہے۔ جب آپ نے ایک سیاسی آدمی کا نام لیا، تو مرنے کے بعد فیصلہ کریں گے، مرنے کے معنی یہ ہیں کہ اس دور کو بدلنے دو ______ یہ تو سیاست میں آسان سی بات ہے کہ آج کے دور میں پچھلا دور جو ہے وہ چاہے کوئی بھی ہو وہ Mention نہیں ہو سکتا۔

سوال:

علمی اعتبار سے جو بندہ ایسے ہی معروف ہو گیا اور وہ کافی لوگوں کے سر جھکا گیا، وہ بھی بڑی چیز ہے، حالانکہ عملاً یا خدمتاً یا انساناً تو کچھ بھی نہیں ہوتا لیکن اس کی بھی بڑی

ٹھیکیداری چل جاتی ہے' یہ کیسے ہے؟

جواب:

علم کے ذریعے عالموں کا رعب ان لوگوں پہ ہوتا ہے جو اتنا علم حاصل نہیں کر سکتے اور یہ بڑی ہی طاقت والی شے ہے۔ جاہل کے اندر' جو کہ قوم کا زیادہ حصہ ہوتا ہے' اس آدمی کے علم کا کوئی احترام نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک خاص طبقہ ہے جو سمجھتا ہے کہ جو ہم نے ہونا چاہا' ہم نہ ہو سکے' اور یہ آدمی پہلے ہو گیا۔ یہ وہیں پر دقت ہو رہی ہے' مشہور ہو یا کہ شہرت ہو۔ وہاں یہ سارے کے سارے نفی ہو جاتے ہیں۔ اصل بات تو یہ ہے کہ ماضی کی کتابوں سے تم نے کتنا علم اٹھایا ہے۔ آپ کا سارا علم ماضی کا ہے۔ اس لیے وہ شہرت نہیں ہے جسے آپ شہرت کہہ رہے ہو بلکہ وہ صرف آپ کے اندر' آپ چند لوگوں کے اندر ہے ____ مثلاً ایک آدمی تنقید کر رہا ہے ایک اجلاس کے اندر' اوٹ پٹانگ کتابوں کا نام لیا کہ یہ لکھی ہوئی ہے اور وہ لکھی ہوئی ہے ____ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ سبحان اللہ یہ تو بہت کچھ جانتا ہے ____ وہ سارا Ancient چلا آ رہا ہے۔ اب یہ جو کتابوں میں لکھا ہوا ہے' اس کو اگر دیکھا جائے تو یہ جاننے والا نہیں ہے' یہ شہرت نہیں ہے۔ شہرت یہ ہے کہ آپ جس خوبی کو Acknowledge کرانا چاہتے ہیں' خوبی کسی کے کام آئی کہ نہ آئی۔

سوال:

میں تو فی زمانہ یہ بات کر رہا ہوں کہ جو لوگ علم' فضل اور دانش میں معتبر ہیں وہی معتبر ٹھہرتے ہیں۔

جواب:

ایسا ہوا کہ کوئی محترم ہو گیا مگر پھر احترام سے باہر ہو گیا۔ آپ کے سامنے یہ واقعہ ہوا ہے۔ آپ نے دیکھا کہ بڑے بڑے جشن برباد ہو گئے' ٹوٹ پھوٹ ہو گئی ____ تو وہ ایک اور قسم کا علم ہے یعنی خدمت کا علم اور ہے اور اللہ سے محبت کا علم اور ہے' اس راہ کا علم اور ہے اور آپ کو یہ بتایا جا رہا ہے' بار بار اللہ نے کہا کہ خدا کے بندو' یہ دیکھو کہ یہ عارضی زندگی

ہے' کہیں اس میں مبتلا نہ ہو جانا' یہاں تو چند عرصہ کا قیام ہے' پھر آپ نے ہمارے پاس بہت روز رہنا ہے' اس لیے یہاں سے رخ صحیح کر کے آنا' کہیں ایسا نہ ہو کہ تھوڑے دنوں کے لیے بہت بڑا سرمایہ ضائع کر کے آ جاؤ۔ یہ چار دن کا میلہ ہے' گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ آپ ماضی میں دیکھو کہ کتنے واقعات آئے اور کتنے واقعات چلے گئے' کتنے باغ لگے اور سوکھ کر چلے گئے۔ تو عاقبت کی خیر مناؤ۔ آگے کیا ہونا ہے؟ آگے وہاں پر اچھے لوگ آپ کا انتظار کریں گے' وہاں جائیں گے ہم' میلے ہوں گے' محفلیں ہوں گی' رونقیں ہوں گی ______ آپ دل میں فیصلہ کر لو اور آپ ان لوگوں کے علم کو علم کہو جن کی عاقبت آپ اپنے لیے پسند کرتے ہو۔ آپ ان کے ساتھ علم حاصل کر لو ______ کہ یا اللہ مجھے اس شخص کا علم دے دے' جس کی عاقبت بھی مجھے مل جائے۔ پھر عاقبت ہی لینی ہے' علم کیا کرنا ہے۔

سوال:

مثال کے طور پر اس وقت ہمارے دانشور لوگوں میں سب سے پڑھا لکھا آدمی ہنری کسنجر ہے' ہم نے یہ ماڈل رکھا ہوا ہے' ہم اپنے بچوں کو بھی کہتے ہیں کہ یہ ہو جائے تو کیا بات ہے' لیکن ہم اس کی عاقبت کو قبول کرنے کو تیار نہیں ہیں ______ اس ماڈل کو کیسے توڑیں؟

جواب:

اصل میں بات یہ ہے کہ آپ اپنی موجودگی سے تنگ آئے ہوئے ہیں۔ کبھی کسنجر بن جاتے ہیں' کبھی ریگن بن جاتے ہیں' کبھی اور بن جاتے ہیں' کبھی ایسا بن جاتے ہیں' ویسا بن جاتے ہیں۔ یہ زندگی آپ کو پریشان کر رہی ہے۔ اس زندگی سے جب تک محبت نہیں کرو گے تو آپ کو راستہ نہیں ملے گا۔ فرض کرو کہ آپ کچھ بننا چاہتے ہو' تو بن گئے ہوتے' میں نے کوئی منع کیا ہے آپ کو؟ میں تو آج آپ سے ملا ہوں' آپ کہیں کسنجر بنے ہوتے' میں آپ سے بات کرتا کہ سنا کیا حال ہے پاکستان کے کسنجر صاحب! آپ ابھی تک صرف بننا چاہتے ہو' اب خدا کے لیے نہ بننا۔ یعنی کہ ابھی تک آپ بننا چاہتے ہو اور بیٹھے کسی اور جگہ

ہو یعنی بن نہیں سکے ہو۔ پھر آپ کیا کرنا چاہتے ہو؟ یہ ہے آپ سب لوگوں کی حالت۔ خدا کے بندو! جو بنے ہوئے ہو یہی بنے رہو تو کیسی اچھی بات ہے۔ گھر اپنا' اچھا گھر ہے۔ کیا کچھ اور بننا چاہتے ہو؟ آپ گھر میں بنے رہو' گھر والے بنے رہو' چھوٹا سا گھر ہے' جیسا بھی گھر ہے' اس میں قائم رہو' اپنے بچوں میں آپ قائم رہو______ وہ ماحول آپ کو نہیں ملے گا جس ماحول کا علم آپ کے پاس ہے۔ کسنجر کی ایک Fame ہے' وہ دنیا کے اندر کہیں جائے' اس کی شہرت اور مشہوری ہے______ اللہ تعالیٰ نے بار بار فیصلہ کر دیا کہ شہرت اور مشہوری کوئی ایسی چیز نہیں ہے' طاقت اور دبدبہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے' فرعون کو عاقبت میں اللہ تعالیٰ نے کیا دیا؟

آپ کو سمجھ کیوں نہیں آتی یہ بات؟ آسان کب ہوتی ہے بات؟ جب وہ ساتھی ساتھ ہو جائے۔ دشوار کب ہوتی ہے بات؟ کہتا ہے جب سے آپ گئے ہیں کام میں جی نہیں لگتا۔ کیا دوست کام کا نام ہے؟ کہتا ہے کام میں جی نہیں لگتا۔ وہ آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ کہتا ہے ٹھنڈا سرمہ ڈالو' اکسیر بصر ڈالو۔ کہتا ہے آنکھوں کی ٹھنڈک تو دوست ہے' دل کا چین ہے' قرار ہے' مقصدِ زندگی ہے' اور تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے' زندگی ختم ہوگئی آپ کے جانے کے بعد' آپ ہی تو زندگی ہیں۔ اب تو جینا اور ہے' زندگی اور ہے۔ جو سانس لے رہا ہے وہ اور ہے' جو زندگی ہے اور ہے۔ اگر وہ زندگی مل جائے تو پھر تو یہ زندگی ہے______ خدا کرے اسے محبت ہو جائے' کہانی کا اسے پتہ لگے۔ اسے تو محبت ہونی نہیں ہے' اس لیے کہ وہ کاروباری بندہ ہے______ اس کے لیے دعا کرو' اس کو محبت ہو جائے اور دیکھو کہ محبت والوں کا حشر کیا ہوا' کدھر گئے وہ بیچارے' ایسے کے تیسے ہو گئے۔ کئی ماہ بعد پتہ چلتا ہے اور انسان ہوش میں آتا ہے' اس لیے آپ ان کے لیے دعا کیا کرو______ کم از کم آشنائی تو ہونی چاہیے۔ یہ بھی کیا بات ہے کہ سارے کے سارے کاروباری بندے ہو گئے۔ اگر محبت ہوگئی تو بات تو سمجھ آ جائے گی۔ محبت کی نشانی بتاتا ہوں کہ کب محبت ہوگی______ جو چیز آپ حاصل کر رہے ہو اور مبارک دیتے ہو اپنے آپ کو

آج میں نے یہ حاصل کرلیا اور وہ حاصل کرلیا' کہ میں یہ لے آیا اور وہ لے آیا مثلاً ایک بڑا لمبا ٹیبل لیمپ لے آیا آسمان سے باتیں کرنے والا لائٹ ہاؤس بنالیا گھر کو اور جب دوست مل گیا تو اسے ''لائٹ ہاؤس'' پیش کردیا' وہ ٹیبل لیمپ ہی پیش کردیا' گھر میں جو سب سے اچھی چیز تھی' پیش کردی۔ جو حاصل کی جانے والی چیزیں ہوں اگر انہیں قربان کرنے کی خواہش ہو جائے تو سمجھو کہ دوستی ہوگئی' محبت ہوگئی۔ تو محبت کب ہوتی ہے؟ پہلے جو چیز حاصل کررہے ہو' وہی چیزیں نثار کرنا شروع کردو تو یہ محبت ہے۔ محبت ہو جائے تو سمجھ آجاتی ہے کہ آسانی کب پیدا ہوتی ہے______ تو شریعت کب آسان ہوتی ہے؟ جب محبوب کا ساتھ ہو۔ ایک آدمی کہتا ہے کہ میں نے پیدل بازار جانا ہے مگر تھکا ہوا ہوں۔ دوسرا کہتا ہے کہ میں تیرے ساتھ چلوں گا______ تو بات آسان ہوگئی' صرف ساتھ ہونے سے تھکاوٹ ختم ہو جاتی ہے۔ کہتا ہے کچھ اور نہیں تو لکڑی ہاتھ میں لے لو۔ جب لکڑی ہاتھ میں پکڑ کے چل پڑا تو سفر آسان ہوگیا۔ ہاتھ میں چھوٹی سی چھڑی لے لو تو یہ ساتھی ہوگیا' تسبیح لے لو تو سفر آسان ہوگیا______ تو اگر ساتھی مل گیا' محبوب مل گیا تو آسانی ہو جائے گی ______ اگر محبوب ساتھی ہو تو شریعت کی دشواری پیدا نہیں ہوتی' سفر آسان ہو جاتا ہے۔ ساتھی ہو تو آسانی پیدا ہو جاتی ہے اور ساتھی نہ ہو تو آسان بھی دشوار ہو جاتا ہے______ میں نے اپنی ایک نعت میں بتایا تھا کہ اگر آپؐ نگاہِ لطف نہ کریں تو یہ زندگی طوفان ہے' اگر آپؐ کی نگاہِ لطف ہو جائے تو یہی زندگی آسان ہے۔

تُو نظر پھیرے تو طوفانؔ زندگی
تُو نظر کر دے تو بیڑا پار ہے

تو وہی زندگی طوفان ہو جاتی ہے اور اگر نظر کردیں تو بیڑا پار ہو جاتا ہے۔ تو یہ ہے ساتھ اور تقرب۔ تو دعا کرو کہ آپ کو تقرب سمجھ آجائے۔ تقرب اور محبوب کے کئی درجے ہیں۔ تقرب محبوب کے نزدیک آنے کا نام ہے یا تمہارا اس کے قریب جانے کا نام ہے۔ اس لیے ہر شے آسان ہو جاتی ہے' جان دینا بھی آسان ہو جاتی ہے۔ اُسے کہیں کہ اس نے

جان مانگی ہے تو وہ کہتا ہے کہ جان لے لو______ تو دوست ساتھ ہو تو جان دینا آسان ہے۔ اگر محبوب نظر آجائے تو دار پر چڑھنا آسان ہے______ پھر دار کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ یہ تو مہربانیاں ہوگئیں۔ اگر محبوب نظر آئے تو سنگِ در پر سر سجدے میں جھک جاتا ہے اور اگر محبوب نظر آجائے دار پر تو سر چڑھتا ہے دار پر۔ تو یہ جو درجے ہیں یہ محبوب کی نگاہ میں ہیں۔ سر اکڑا تو سمجھو محبوب سے دور ہوگیا۔ اکڑا ہوا سر محبوب سے محرومی کا نام ہے اور جھکا ہوا سر محبوب کے قریب ہے اور دار پہ چڑھا ہوا محبوب کے بہت ہی قریب ہے۔

ہاں بولو اور______ کیا کہتے ہیں آپ______ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے آپ سے بچائے، آپ ہی اپنے دشمن ہو، خدا ان چیزوں کا شوق نہ دے جو چیزیں اللہ کے شوق میں رکاوٹ ڈالتی ہیں، اونچی آواز سے بولو______ آمین______ اللہ تعالیٰ وہ شوق نہ دے جو اللہ کے شوق میں رکاوٹ ڈالے بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے رستے کا شوق دے، اللہ تعالیٰ اپنی منزلوں کا مسافر کرے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے آپ کی محبت کرا دے، اپنے بندوں سے دوستی کرا دے، اپنے بندوں کا قرب عطا کر دے______ اللہ آپ کو خوش رکھے۔

آخر میں دعا کرو کہ یا اللہ ہمیں ایسی زندگی دے جس پر تو بھی راضی ہو اور ہم بھی راضی رہیں۔

امین برحمتک یا ارحم الرحمین

2

1 یہ جونفس ہے کیا یہ انسان کے وجود اور روح کی کیفیات ہیں اور کیا نفس امارہ اور نفس مطمئنہ' ان دو سے الگ کوئی تیسری کوئی چیز ہے؟

سوال:

یہ جونفس ہے کیا یہ انسان کے وجوداور روح کی کیفیات ہیں اور کیا نفس امارہ اور نفس مطمئنہ ان دو سے الگ کوئی تیسری کوئی چیز ہے؟ اس پر کچھ روشنی ڈالیں۔

جواب:

اب جونفس کی قسموں کی بات آ گئی ہے تو پھر غور کرنا پڑے گا کہ نفس ہے کیا؟ اصل میں یہ روح اور مادہ کا امتزاج ہے۔ تو یہ جو امتزاج ہے' یہ نفس ہے۔ جس طرح ہم لفظ ''انسان'' کہتے ہیں تو وہ انسان نہ خالی روح ہے اور نہ خالی مادہ ہے بلکہ روح اور مادہ ایک پیکر میں جب اکٹھے ہوتے ہیں تو وہ انسان کہلاتا ہے۔ تو یہ ''لوامہ'' انسان کی ایک قسم ہے' انسانوں کی ایک قسم ہے اور یہ صرف نفس کی قسم نہیں ہے۔ ایسا نہیں ہوسکتا کہ آپ کے اندر نفس کی چاروں قسمیں ہوں۔ اگر آپ میں نفس کی چاروں اقسام ہوں تو کبھی آپ ''لوامہ'' ہوں گے' کبھی آپ ''مطمئنہ'' ہوں گے' مگر ایسا نہیں ہے۔ تو آپ کو ایک صفت والے لوگ ملیں گے۔ مدعا یہ ہے کہ جسم اور روح جب کبھی ایک پیکر میں اکٹھے ہوں تو اس کو نفس کہا جاسکتا ہے۔ نفس جو ہے وہ Unity یا Harmony ہے جو Soul اور Body کے درمیان ہے۔ یہ جو Harmony یا یہ جو Bond ہے' یہ جو رشتہ ہے' یہ رشتہ فانی ہے اور اس کو موت ہے۔ مادہ کبھی زندہ نہیں ہوتا' اس نے مرنا کیا ہے اور روح کو تو موت ہی نہیں ہے بلکہ روح اور جسم کے درمیان جو رشتہ ہے اس کو موت ہے۔ جسم تو پہلے ہی مردہ ہے اس کو موت کی کیا ضرورت ہے۔ کبھی مردہ بھی مرا ہے؟ تو مردہ تو مرتا نہیں ہے۔ روح جو ہے وہ زندہ ہے' لہٰذا

اس کو موت نہیں۔ تو کون سی چیز ہے جس کو موت ہے؟ وہ اس رشتے کا نام ہے یعنی یہ جو رشتہ ہے Soul اور Body کا' یہ ختم ہو جائے گا۔ یعنی Man اس رشتے کا نام ہے As a man یا As a human being اب آپ غور کریں کہ آپ لوگوں کو نفس واحد سے پیدا کیا گیا ہے یعنی ایک انسان سے۔ یہاں پر ''نفس'' سے مراد انسان ہے۔ تو کل نفس ذائقة الموت جہاں تک سارے انسان ہیں وہ سب انسانی پیکر میں ہیں اور یہ Body اور Soul کا Combination ہے۔ اس نے ایک دفعہ موت کو چکھنا ضرور ہے۔ یعنی یہ جو Unity ہے یہ ٹوٹے گی ضرور کیونکہ یہ عارضی ہے Soul Permanent ہے' مادہ کی حقیقت یہ ہے کہ جسم مٹی سے آیا ہے' مٹی میں واپس چلے جانا ہے اور روح لامکاں کی مسافر ہے' اسے لامکاں میں واپس چلے جانا ہے۔ اس کی مثال لوگ یوں دیتے ہیں کہ اگر کوئی تیز رفتار اڑنے والا پرندہ مثلاً شاہین زمین پر کوئی چیز دیکھے تو اس نے جھپٹا مارا اور اس چیز کو اُٹھایا' پھر اس نے دیکھا کہ یہ تو مری ہوئی چیز ہے' اس نے واپس پھینک دی اور وہ چیز واپس گر گئی۔ اب جتنی دیر وہ مری ہوئی چیز اسکے پنجے میں تھی اڑتی رہی تھی اور جب اس نے پنجے میں سے چھوڑ دیا تو وہ مردہ' مردوں میں جا ملا۔ تو جب تک آپ کی روح اس مادے کو چلانے والی ہے اور اس گھوڑے کی سوار ہے وہ اسے چلا رہی ہے۔ اور جب سوار نے گھوڑا چھوڑ دیا تو گھوڑا تو لکڑی کا ہے' وہ وہیں بیٹھ جائے گا۔ اس لیے یہ Combination تو یہیں ختم ہو جانا ہے اور جب کبھی آپ سے سوال پوچھا جائے گا کہ بتاؤ کہ تم نے دنیا میں کیا کھایا پیا ہے' تو یہ Combination قائم ہونا ضروری ہے۔ دوبارہ زندگی کا مطلب یہ ہے کہ روح تو مری نہیں اس نے زندہ کس لیے ہونا ہے وہ تو Already exist کر رہی ہے اور جس روح نے ایک بار مٹی کا پیکر استعمال کیا اور انسان بنی وہ دوبارہ بھی پیکر استعمال کر لے گی۔ تو پھر آپ اس Form میں آجائیں گے اور اس کیفیت میں آجائیں گے۔ کیونکہ اگر کوئی انسان دانا ہے اور وہ دانا ایک غلطی کرے تو اس کی دانائی میں ایک سوال ہو سکتا ہے۔ آپ اگر اب بوڑھے ہو گئے ہیں اور بچپن میں آپ نے کوئی غلط کام کیا تھا تو اس کا اب سوال نہیں کر سکتے کہ تم نے

کیوں کیا؟ اُسے اگر یوں کہیں کہ جب تو بچہ تھا تو یہ کام کر کے بھاگا کیوں تھا؟ تو وہ کہے گا کہ ''وہ تو بچہ تھا' میں کہاں تھا' بھاگا تو بچہ تھا'' بچہ جب ختم ہو گیا تو اب آپ اس سے بچپن کے بارے میں سوال نہیں کر سکتے کیونکہ اب وہ بچپن نہیں ہے۔ تو جس عمر میں آپ سے کوئی غلطی سرزد ہو گئی ہے تو اسی عمر میں سوال ہو گا۔ آپ کے اعمال کی بازپرس اس وقت ہو گی' جب آپ کو اعمال کی کیفیات عطا کی جائیں۔ یعنی جس وقت آپ سے پوچھا جائے گا کہ یہ بات کیوں کی ہے تو پھر آپ کو وہی حالت عطا کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ آپ کو دوبارہ اسی جامے میں' اسی حالت میں پیش کیا جائے گا تاکہ آپ جواب دہ ہوں۔ تو بچپن کے اعمال بچپن کے اندر۔ آپ کے بچپن کے بارے میں جب پوچھا جائے گا تو آپ کو بچپن دے کر پوچھا جائے گا اور جوانی کے بارے میں پوچھا جائے گا تو جوانی دے کر پوچھا جائے گا کیونکہ پہلے جوانی میں آپ سے عمل ہوا ہے۔ اب اللہ کریم نے یہ فرمایا ہے کہ میں نے پہلے جوانی دی ہے' دوبارہ جوانی دے کر پوچھ لوں گا۔ بوڑھے آدمی سے جوانی کے اعمال نہیں پوچھ سکتے۔ پوچھیں گے ''کون آدمی تھا؟'' کہے گا ''جوان تھا''۔ اگر جوانی کے عمل کے بارے میں پوچھا جائے کہ ''تو نے اتنا کھایا پیا کیوں تھا؟'' تو وہ کہے گا ''پہلے بدہضمی ہے' کھانے پینے کا ذکر کہاں سے کر رہے ہو''۔ اس لیے جوانی کی حالت میں جوانی کا سوال ہو گا' بڑھاپے کی حالت میں بڑھاپے کا سوال ہو گا۔ جب یہ پوچھا جائے گا کہ تم نے اولاد کے ساتھ کیا نیکیاں کی ہیں تو پھر آپ کو صاحب اولاد بنا کر پوچھا جائے گا۔ گویا کہ اللہ کریم جب زندگی کے بارے میں آپ سے سوالات کریں گے تو زندگی کی بتدریج نفس کی حالتوں میں سوال ہوں گے۔ یہ نہیں کہ کس عمر کی بات ہے اور کس عمر میں پوچھ رہے ہیں۔ کہیں گے ''وہ جو سامنے درخت ہے تو نے اس کا پھل کیوں توڑا تھا؟''۔ کہتا ہے ''اب تو بینائی نہیں ہے' اب درختوں کی بات کیوں کر رہے ہو''۔ تو یہ سوال بینائی دے کر پوچھا جائے گا۔ لہٰذا سائل کو اور Candidate کو' جس کو سوال' محاسبہ ہونا ہے' اس کو اُن حالت میں رکھ کر پوچھا جائے گا کہ بتا اب کیا کیفیت ہے' اس وقت تو تم نے نہیں غور کیا لیکن اب تو میں موجود ہوں'

اب غور کر کہ غلطی ہے کہ نہیں ہے۔تو وہ کہتا ہے کہ غلطی ہوگئی ہے۔ ''تم نے پہلے غلطی کیوں نہ مانی'' پھر وہ کہتا ہے ''جی معافی دے دیں''۔تو اس کا کل معاف ہو جائے گا۔اللہ کریم جو ہے وہ ایسے چھوڑے گا نہیں یعنی Realize ضرور کرائے گا۔اب آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ جوانی میں یہ واقعہ ہو گیا تھا یا کہ بچپن میں' تو جوانی دے کر پوچھا جائے گا۔اور پہلے ہی اللہ نے آپ کو اطلاع کی ہوئی ہے کہ اللہ ہے۔اور جو لوگ اللہ کو غائب سمجھ کر اُس سے ڈرے یہ لوگ اللہ کو حاضر سمجھتے ہیں۔مقصد یہ ہے کہ اللہ سے جو لوگ ڈرتے ہیں اور اللہ کو غائب سمجھ کر ڈرتے ہیں' وہ لوگ بڑے ایمان والے ہیں۔یعنی کہ اللہ کو یہ جانتے ہوئے کہ اللہ موجود ہے' گرچہ وہ ہماری نگاہوں میں نہیں ہے' اس کو اس طرح غائب سمجھ کر ڈرتے ہیں تو یہ لوگ بڑے ایمان والے ہیں اور اس وقت اللہ حاضر ہوگا اور نگاہوں کے سامنے موجود ہوگا۔پھر آپ کو معلوم ہوگا کہ کیا فرق تھا۔کہ اللہ کی اطلاع اللہ کے بارے میں جو تھی' اس وقت تم نے ایسا محسوس نہ کیا اور اب اللہ موجود ہے ذلک الیوم الحق ''آج کا دن حق ہے''۔اب بتاؤ کہ ایسا کام کیوں ہوا؟ اب آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ پتہ نہیں کیا تھا اور کیا نہیں تھا۔پھر آپ اپنی غلطیوں کو اس وقت Realize کریں گے۔اس لیے وہ لوگ مومن کہلائیں گے جو غائب ماننے کے بعد اُس کیفیت میں ڈریں۔آپ جس کو غائب کہہ رہے ہیں وہی تو حاضر ہے اور جسے حاضر سمجھ رہے ہیں یہ غائب ہے۔تو جس کو آپ غائب سمجھ رہے ہیں حقیقت میں وہی حاضر ہے اور جس چیز کو آپ حاضر سمجھ رہے ہیں اس نے غائب ہو جانا ہے کیونکہ یہ فانی ہے اور اللہ باقی ہے۔باقی ہمیشہ حاضر ہے اور فانی ہمیشہ ہی غیر حاضر ہے۔لہٰذا اتنا سا فرق آپ طے کر لیں تو آپ کو نفس کی پہچان ہو جاتی ہے کہ نفس ہے کیا۔تو نفس کی پہچان کی Stages کے زمانے ہیں' ارتقاء کے زمانے ہیں' اعمال کے زمانے ہیں اور افعال کے زمانے ہیں۔یعنی جسم' روح اور مادہ کا Combination جو ہے اس جسم پر اعمال' ارتقاء اور افعال کے زمانے' یہ سارے نفس کے زمانے ہیں۔اب آپ جسے نفس مطمئنہ کہہ رہے ہیں تو یہ ایک انسان کے نفس کی ایک زمانے کی حالت ہو سکتی ہے۔دوسرے زمانے میں دوسری

حالت ہوسکتی ہے' لیکن کچھ انسانوں کے ساتھ یہی حالت چلتی رہتی ہے۔ وہ ہمیشہ کے لیے نفس مطمئنہ ہوتے ہیں۔ کچھ انسان ذکر کے ذریعے مطمئنہ ہوگئے' کچھ کسی اور طرح سے ہوگئے۔ تو نفس کو جاننے کا مطلب یہ ہے کہ جسم اور جان کے رشتے کو اللہ کا احسان سمجھ کر اس کو پہچانو کہ یہ کیا چیز ہے۔ اور یہ Permanent نہیں ہے' ہمیشہ رہنے والی چیز نہیں ہے' یہ جدا ہو جائے گا۔ یہ رشتہ جدا ہو جائے گا کیونکہ یہ ٹھہرنے والا نہیں ہے اور یہ Force کیا ہوا Combination ہے۔ یعنی کہ یہ اجزا اور مختلف قسم کے عناصر کا مرکب ہے۔ ایک فانی ہے اور ایک Eternal ہے' روح جو ہے خدا نہیں لیکن اس کی ابتداء ہے۔ اللہ اور روح میں یہ فرق ہے کہ اللہ ہر ابتداء سے پہلے ہے اور ہر انتہا کے بعد ہے لیکن روح جو ہے پیدا کی گئی ہے لیکن فانی نہیں ہے۔ اس لیے روح ایک کنارے کا سمندر ہے' ایک کنارا ہے اور اللہ کے ہاں کنارا نہیں ہے کیونکہ اللہ ہر طرح سے لامحدود ہے۔ اس لیے روح مخلوق ہے لیکن Eternal ہے' ہمیشہ رہنے والی ہے۔ اس لیے آپ کی روحیں جو ہیں As such قائم رہیں گی اور اپنے جسم کا' دوبارہ لبادہ کا' انتظار کریں گی اور پھر وہ واپس لایا جائے گا اور پھر سوال جواب کا سلسلہ ہوگا۔ اس لیے نفس کو پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ نفس نے اللہ کریم کے احکامات کو کس طرح مانا' کس طور پر مانا' اور وہ کس طرح کی کیفیت تھی۔ کیونکہ ماننے کا زمانہ آپ کی یہی زندگی ہے۔ زندگی کے بعد تو ماننا نہیں ہے۔ جس طرح بوڑھا آدمی بچپن کی بات نہیں مان سکتا اور بچہ جوانی کی کیفیات نہیں مان سکتا کہ اللہ کریم کا حکم ہے کہ نکاح ہونا چاہیے' اب بچے کو کیا پتہ کہ نکاح کیا ہوتا ہے۔ اس لیے بچے کے احکامات بچے کے ساتھ' جوانی کے احکامات جوانی کے ساتھ' بڑھاپے کے احکامات بڑھاپے کے ساتھ اور مرنے والوں کے احکامات' یہ نفس کی Stages ہیں۔ پھر نفس کے درجات رکھے ہوئے ہیں' وہ چاروں کیفیات جو ہیں نفس کے درجے ہیں اور ایک انسان میں بتدریج آسکتے ہیں' یا ایک انسان میں کسی ایک کیفیت کے ساتھ قائم ہو جاتے ہیں۔ اس کو پہچاننا ہے۔ اور مکمل طور پر یہ پہچاننا کہ اللہ کریم نے کیا ارشاد فرمایا ہے۔ اس کو پہچاننے کا طریقہ جو ہے اپنے آپ کو پہچاننا'

ذکر کے ذریعے پہچاننا' حکم کی اطاعت کے ذریعے پہچاننا' کسی کے کہنے پر پہچاننا' اپنے علاوہ دنیا کا مشاہدہ کر کے پہچاننا' پھر اپنا مشاہدہ کر کے پہچاننا اور مر کے پہچاننا' زندگی کے ذریعے پہچاننا_____ تو جن انسانوں کو زندگی میں ہی موت سے آشنائی ہوگئی' ان کی موت کے ساتھ پہچان ذرا جلدی ہو جاتی ہے۔ کیفیت کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ موجود ہے' سارے کا سارا سامان اللہ کے سپرد کر دیا جائے۔ بچپن تو اپنے System کے لحاظ سے ترک ہوا اور یہ آپ نے ترک نہیں کیا بلکہ Evolution کے ساتھ ترک ہوا اور جوانی اپنے ارتقاء کے لحاظ سے ترک ہوگئی' آپ کو پتہ نہیں چلا کہ بچپن کے بعد جوانی آ گئی۔ مطلب یہ کہ درجات Evolution کے ساتھ ختم ہوتے ہیں اور زندگی موت کے ساتھ ختم ہوتی ہے۔ لیکن اب اس کو سمجھنا ہو تو اپنی بھرپور زندگی کے اندر سے ہٹ کر اسے پہچانو۔ اب بھرپور زندگی سے ہٹنا جو ہے یہ اصل معراج ہے۔ اس سے کیسے ہٹا جائے؟ ہم آپ کو کہتے ہیں کہ دیکھو ایسے کام میں Involve نہ ہونا جس سے نقصان ہو جیسے آگ میں Involve ہونے سے ہاتھ جل جاتے ہیں۔ اس سے پہلے کہ بجلی کا کوئی شاک لگے' آپ اس کو ہاتھ ہی نہ لگائیں۔ تو یہ داناؤں کی بات ہوتی ہے کہ وہ مرنے سے پہلے مر گئے۔ جو مرنے سے پہلے مر گئے تو ان کو ایک اور شعور حاصل ہوا۔ وہ شعور عرفانِ نفس کہلاتا ہے۔ کہ وہ مرنے سے پہلے مر گئے' یعنی اپنی کیفیات سے علیحدہ ہو گئے اور اپنے آپ کو اللہ کے ماتحت کر دیا۔ اور پھر جب ایک نیا شعور حاصل ہوگا تو اسے آپ کہیں گے عرفان۔ مقصد یہ کہ ہم میں سے ہر آدمی اللہ کریم کی تابعداری میں ہے۔ تابعداری میں اس طرح ہے کہ کوئی انسان گھوڑا نہیں بن سکتا۔ اب انسان ہونے کی مہر لگا دی اللہ نے۔ تو ہم انسان ہی رہیں گے۔ تابعداری تو ہوگئی۔ مقصد یہ ہے کہ ہم سارے تابعداری میں ہیں کہ جب تک انسان' انسان ہے وہ تابعداری میں ہے۔ کوئی آدمی اپنے قد سے باہر نہیں نکل سکتا' اس طرح وہ تابعداری میں ہے۔ کوئی آدمی نیند ترک نہیں کر سکتا' تو یہ تابعداری ہے۔ کوئی انسان بچوں کی محبت سے گریز نہیں کر سکتا' یہ تابعداری تو فطری طور پر ہر انسان میں ہے۔ اب اس کے بعد مذہب کی کیفیت پیدا ہوئی۔ فطری طور پر ہر آدمی اپنی

ضروریات کا غلام ہے' یا مجبوریوں کے ماتحت ہے۔ مجبوریاں فطری ہوں' مجبوریاں دنیاوی ہوں' سماجی ہوں' معاشرتی ہوں' چاہے سیاسی بھی ہوں______ مجبوری جو ہے وہ بے بس کرتی ہے۔ ہر انسان کو مجبوریوں کی بے بسی ہے۔ مثلاً آپ کو کیا مجبوری ہے؟ نیند آئے گی تو آپ سو جائیں گے۔ بستر تلاش کریں گے۔ ''کیا کر رہے ہو''۔ ''بس جی مصیبت بن گئی''۔ ''کیا مصیبت بن گئی''۔ ''جی نیند آ گئی''۔ پھر کھانا تلاش کر رہے ہیں'' بھوک لگ گئی ہے''۔ یہ بھی مجبوری ہے۔ اس طرح انسان مجبوری میں چیزیں تلاش کرتا پھر رہا ہے۔ پھر کبھی چڑیا کو آپ دیکھیں' وہ چڑیا ڈھونڈتی ڈھونڈتی ایک تنکا تلاش کر رہی ہے۔ تنکا کس لئے؟ اس سے آشیانہ بنے گا کیونکہ انڈے دینے کا وقت آ گیا۔ مطلب یہ کہ ان کی اپنی مجبوری ہے۔ آشیانہ بنانے کے بے شمار طریقے ہیں' ہر پرندے کے الگ الگ System ہیں۔ یعنی یہ مجبوریاں فطری طور پر ہیں کہ بچھو کو ڈنگ دیا گیا ہے اور کسی کو آواز دی گئی ہے' کوئل کو بہت اچھی آواز دی گئی ہے' سانپ کو اور کام دیا گیا ہے' پرندوں کو اور کام دیا گیا ہے' بلند پرواز کو بلند پرواز دی ہے' شاہین سے اگر آپ یہ کہیں کہ یہ چیز کھا لے اور اڑنا بند کر دے تو وہ کہے گا کہ کھانے کا میں نے کیا کرنا ہے۔ وہ بس پرواز کرتا رہے گا چاہے بھوکا ہی رہے کیونکہ پرواز اس کی فطرت ہے۔ شیر سے کہا جائے کہ تو گھاس کھا لے تجھے فلاں چیز بھی ساتھ دیں گے' تو وہ کہے گا کہ گوشت کھاؤں گا ورنہ کچھ نہیں کھاؤں گا۔ مطلب یہ کہ یہ مجبوریاں ہیں۔ زندگی کی مجبوریوں کو پہچاننا' یہ نفس کی پہچان ہے۔ کیا آپ بات سمجھ رہے ہیں کہ نفس کی پہچان یہ ہے کہ کون سا انسان کس مقام پر جسم کے تقاضوں سے کیسے بے بس ہو گیا۔ جسم کیا ہے؟ روح اور مادہ کا امتزاج۔ جسم کے تقاضوں میں فطری محبت بھی ہے' ماں باپ کی محبت بھی ہے' اولاد کی محبت بھی ہے' کھانا بھی ہے' دوسری ضرورت بھی ہے' مکان بھی بنانا ہے۔ تو یہ سارے کا سارا کاروبار فطری ہے اور یہ سارا نفسانی ہے۔ اب جتنا کاروبار Secular ہے' لامذہب دنیا کا سارا کارخانہ جو ہے' یہ سارا عرفانِ نفس ہے جس میں Space کو دریافت کرنا' چاند پر جانا' سائنس کو دریافت کرنا' زمین کی پہنائیوں میں جانا' یہ ساری Zoology

Social Sciences ساری Science, Botany, نفسیات' فلسفہ' وجودیت' موجودیت' یہ سارے کا سارا نفس ہے۔ اس میں کسی حوالے کی ضرورت نہیں ہے۔ انسانی ذہن کی رفتار ہر رفتار سے زیادہ ہے۔ ہر رفتار سے اس طرح زیادہ ہے کہ ابھی میں سوچ رہا تھا کہ ایفل ٹاور کہاں ہے اور پھر میں نے کہا آپ یہ بتاؤ کہ تاج محل کہاں ہے؟ ایفل ٹاور کدھر اور تاج محل کدھر۔ منٹ نہیں لگا ذہن کو' ذہن وہاں چلا گیا اور پھر ذہن یہاں چلا گیا۔ یعنی پہلے پیرس چلا گیا' پھر آگرہ چلا گیا۔ اب ذہن جہاں مرضی چلا جائے۔

میں چمن میں چاہے جہاں رہوں
میرا حق ہے فصل بہار پر

تو ذہن ہر جگہ جا سکتا ہے' ذہن کی پرواز اور ذہن کا سفر لامحدود ہے۔ کوئی انسانی غم کسی طرح کا ہو' آنسو ایک جیسے ہیں۔ کمال کی بات تو یہ ہے کہ کل تو تجھے چوٹ لگی تھی اور تو رو رہا تھا اور آج تجھے کوئی اور تکلیف ہوئی تو تُو رو رہا ہے۔ کہتا ہے کہ تکلیف جس طرح کی ہو رونا میں نے اسی طرح ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ یعنی رونا جو ہے ہر طور پر غم کا باعث ہوگا۔ مطلب یہ کہ انسان کی آنکھ نے رونا ضرور ہے اور مذہب والے ہوں یا لامذہب ہوں' سب کی آنکھ میں آنسو یکساں ہوں گے اور روتے ہوئے شکل تھوڑی سی خراب ہو جاتی ہے۔ تو یہ سارا نفس ہے۔ اور قہقہہ لگانا بھی نفس ہے' دوڑنا نفس ہے' آرام کرنا نفس ہے' کسی کے ساتھ نیکی کرنے کی فطری خواہش' بدی کرنے کی فطری خواہش' شہر چھوڑنے کی خواہش' شہر بسانے کی خواہش' سفر کرنے کی خواہش' مقیم رہنے کی خواہش' یہ سارا ہی نفس ہے۔ یہ زمین کا جتنا کارخانہ سجایا گیا ہے یہ سارا نفس ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ اب اس Combination کو چھوڑ کے دیکھو اور کبھی روح کا زیادہ خیال رکھو۔ پھر لوگوں نے کیا کام کیا؟ جسم کو لاغر کر کے دیکھا۔ یہ دیکھنے کے لیے جسم کو لاغر کیا کہ گھوڑا اگر نہ ہو تو کیا سوار چل بھی سکتا ہے۔ تو جسم کو لاغر کیا۔ پھر سوار کو دیکھا تو مضبوط تھا۔ اب یہ روح کی دنیا ہے۔ یعنی جسم کو لاغر کر کے دیکھا' جسم کو کمزور کر کے دیکھا' فاقہ کر کے دیکھا' تو پھر اندر طاقت محسوس ہوئی' روح کی طاقت

محسوس ہوئی۔ اگر روزے رکھو یا فاقہ کرو' تو روح کے لیے تقویت ہوگی۔ کم سونا شروع کردو' روح میں تقویت ہو جائے گی' کم بولنا شروع کردو' روح میں تقویت ہو جائے گی۔ سارے پٹ بند کردو' یعنی وجود کے جتنے بھی سوراخ ہیں سارے دروازے جو ہیں سب کو بند کردو' یعنی جتنے بھی Apertures ہیں سارے بند کردو' جسم کے دروازے بند کردو تو پھر آپ کو نرنجن خود بخود ہی آ ئے گا۔ کیوں نہیں ہوگا۔ اگر آنکھ بند رکھو' بینائی قائم ہے مگر آنکھ بند ہے' تو نظر آنا شروع ہو جائے گا۔ سماعت قائم ہے مگر کان بند ہیں تو سنائی دینا شروع ہو جائے گا۔ جب سنائی دینا شروع ہو جائے گا پھر کان بند کرنے کے باوجود بھی سماعت قائم ہوگی۔ یہ سارا روح کا کام ہے۔ تو روح کی دنیا جو ہے وہ جسم کے افعال کو' اقوال کو ایک اور انداز سے پہچاننا ہے۔ نفس کو پہچاننے کے لیے جب انسان روح کی دنیا میں آتا ہے تو پھر نفس کو Dictate کرنا شروع کرتا ہے۔ Dictate کا معنی حکم لگانا______ نفسانی دنیا میں یعنی نفس کی دنیا میں کھانا کھاؤ گے تو صحت قائم رہے گی اور روح کی دنیا میں کھانا نہ کھاؤ تو صحت قائم رہے گی۔ نفس کی دنیا میں جو سوئے گا وہ صحت مند ہوگا اور روح کی دنیا میں جو سوئے گا وہ بیمار ہو جائے گا۔ یہ جو ہنسنا ہے' یہ انسانی صحت کے لیے نفس کی دنیا میں بہت ضروری ہے۔ روح کی دنیا میں کم ہنسے گا' بلکہ ہنسے گا ہی نہیں______ اللہ کا فرمان ہے کہ ''وہ کم ہنستے ہیں اور روتے زیادہ ہیں'' گویا کہ نفس کی دنیا اور پیمانہ ہے اور روح کی دنیا اور پیمانہ ہے۔ یہ پرانے مذاہب' اسلام سے پہلے کے مذاہب روح تک' روح کے اعلانات تک لے آئے۔ یہ اسلام سے پہلے کی بات ہے۔ اور مذہب سے پہلے کا زمانہ جو ہے یعنی مذہب نہ شامل ہو' تو پھر اگر انسان محنت کرے' غور و فکر کرے تو انسان کہاں تک پہنچے گا؟ نفس کی پہچان تک پہنچے گا۔ اگر اسلام سے پہلے کے مذاہب پر انسان غور کرے گا یعنی عیسائیت' ہندو' بدھ مت پر تو یہ صرف روح کی پہچان تک ہیں۔ اسلام نے اس میں جو اضافہ کیا' وہ یہ ہے کہ اس نے کہا بات یہ ہے کہ تم ٹھیک کہہ رہے ہو کہ نفس کی پہچان بھی ہونی چاہیے' روح کی پہچان بھی ہونی چاہیے مگر اس سارے کے اندر ایک نئی چیز ہے۔ کبھی آپ نے غور نہیں کیا کہ مادہ تو مادہ ہے'

روح تو روح ہے' روح اور مادہ کی جو کیفیات ہیں یہ بھی ہیں لیکن ایک اور چیز پر غور کرو کہ تیری آنکھ کے اندر ایک بینائی ہے اور کائنات کے اندر ایک روشنی بھی ہے۔ تو اسلام نے نیا تصور دیا' وہ تھا نور کا تصور' نورانی اللہ کا جو تصور ہے یہ اسلام نے شامل کر دیا۔ پھر نفس بھی پیچھے رہ گیا' روح بھی پیچھے رہ گئی۔ اب آپ نور من نور اللہ کی طرف آؤ۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں؟ یہ پہچان کا سب سے انتہائی درجہ ہے کہ آپ نور کو پہچانو مثلاً یہ کہ یہ کائنات مرقع نور ہے۔ یعنی کہ مرقع وجود تو تھا ہی سہی اور مرقع روح آپ نے دیکھا کہ اس کے اندر چلتا پھرتا جہان ہے لیکن اصل میں یہ کائنات مرقع جمال ہے۔ اب جمال کو جب پہچاننا ہے تو روح مادہ اور نفس سارے ہی اس کے تابع ہو گئے' کیونکہ آگے جمال ہے اور جمال کے آگے کچھ اور نہیں ہے۔ تو یہ عشاق کی دنیا ہے' یہ لگن کی دنیا ہے۔ جس طرح آپ کا دوست ہے' وہ لڑکا ہو یا لڑکی ہو' دوست جو ہے یہ نفس ہے اور دوستی کرنے والا بھی نفس ہے۔ لیکن اگر دوستی کی لگن تیز ہو جائے' روح کے اندر داخل ہو جائے' اس کے اندر فضل الٰہی شامل ہو جائے' مجاز سے حقیقت بن جائے تو وہ نور میں شامل ہو گیا۔ تو جب تک رانجھا اپنے ''پنڈ'' میں تھا نفس تھا۔ ہیر اپنے ''پنڈ'' میں تھی تو نفس تھی۔ محبت شروع ہوگئی تو روح کی دنیا شروع ہو گئی' لیکن جب ؎

رانجھا رانجھا کر دی نی میں آپے رانجھا ہوئی

تو پھر یہ نور کی کیفیت شروع ہو گئی۔ گویا کہ جب نور کی کیفیت شروع ہو جائے وہاں مقام اور ہو جاتا ہے۔ فنا بھی پیچھے اور بقا بھی پیچھے۔ تو مادہ فنا' نفس فنا' روح بقاء اور نور فنا و بقاء دونوں سے ماوراء۔ اب آپ کو بات سمجھ آنی چاہیے کہ ہم جب تک اللہ کی صفات کی پوجا کرتے ہیں تو ہم زیادہ سے زیادہ بقا کی پوجا کرتے ہیں۔ بقاء سے ماوراء کی طرف ہم نہیں جا سکتے۔ ہم صفات مان رہے ہیں کہ اللہ کریم کو رازق ہونے کی حیثیت سے مانا' کہ مجھے رزق مل گیا' اللہ کریم کی بڑی مہربانی ہو گئی' اگر آپ اس سے بلند ہو کر دیکھو تو نور کا مقام ہے جہاں نہ رزق ہے' نہ لینا ہے نہ دینا ہے۔ یہ تو نور کی کیفیت ہے۔ اللہ تو اللہ ہے' اللہ جو ہے یہ مذہب سے

بلند ہے۔ اللہ نے آپ کے لیے اسلام رکھا' آپ اسلام میں رہو کیونکہ آپ کو حکم میں رہنا ہے۔ آپ کے لئے یہ اسلام کا حکم ہے لیکن اسلام کے علاوہ بھی کائنات ہے' اب چاند مسلمان ہے کہ کافر؟ آپ بتاؤ! چاند نہ مسلمان ہے نہ کافر ہے۔ اب اگر چاند سے محبت ہوگئی ہے تو آپ چاند میں مست ہو گئے' آپ نہ کافر رہے نہ مومن رہے۔ سورج سے محبت ہوگئی' نہ آپ کافر رہے نہ مومن رہے۔ کائنات سے محبت ہوگئی' نہ آپ کافر رہے نہ مومن رہے۔ یعنی خالق کی تخلیق سے یا مخلوق سے ہمہ رنگ یک رنگ ہو گئے۔ جب ہمہ رنگ یک رنگ ہو جائے تو آپ کا مذہب کیا ہو گیا؟ آپ مذہب سے ماوراء ہو گئے اور یہ اتنا مشکل مقام ہے کہ اس کے اندر انسان سر کے بل گرتا ہے۔ ساتھ ہی یہاں پر وارننگ ہے۔ اس لیے بڑے بڑے فقیر جب اپنی مستی میں بلند ہوتے ہیں تو کہہ جاتے ہیں کہ ؎

کافر عشق ہوں میں بندہ اسلام نہیں

اور فقر سکھانے والے پیر خانے کے لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں کوئی پتہ نہیں ہے کہ کیا ہے کفر اور کیا ہے اسلام' ہم تو ایک ہی بات جانتے ہیں کہ اللہ کا امر چل رہا ہے اور وہ چاہے تو اسلام ہی اسلام ہے اور وہ چاہے تو کفر ہی کفر ہے۔ ہم کافر کو مارتے رہیں اور آپ اسے خوراکیں دیتے رہیں' آپ انہیں اسلحہ دیتے جائیں اور ہم بد دعا دیتے جائیں۔ تو بد دعا کیا کرے گی' اللہ مارنا چاہے تو خود ہی مار دے۔ اب آپ یہ غور کریں کہ اللہ کے بارے میں انسان کا جو نقطہ نظر ہے' خیال ہے وہ ہر انسان کا الگ ہے' حالانکہ اللہ ایک ہے۔ جس انسان کو ماپ کے تول کے خوراک ملی ہے وہ کہے گا کہ اللہ بہت ''ڈاہڈا'' ہے اور جس انسان کو بغیر حساب کے ملا ہے' وہ کہے گا کہ اللہ ہی اللہ ہے' رونقیں ہی رونقیں ہیں۔ یہ اس لیے کہ اسے بغیر حساب کے ملا ہے۔ اب جس آدمی کو شکل خوبصورت ملی ہے وہ کہے گا کہ اللہ بڑا سخی ہے۔ اگر شکل میں ذرا کمزوری ملی ہے تو وہ کہے گا کہ اللہ کریم پتہ نہیں کہ کیا کیا کرتا رہتا ہے۔ اور اگر اس شکل کو چاہنے والا مل جائے تو ساتھ ہی اسی شکل کا شکر ادا کرتا ہے۔ اس لیے اللہ کریم نے ایک بات بتائی ہے کہ دین کی پابندی میں یہ دین کے مقامات ہیں اور اللہ آپ ان مقامات سے

بلند ہے کہ ہمارا منہ خانہ کعبہ کی طرف ہے اور اللہ تمہارے دل میں ______ اور اگر یہ بات ہو کہ مومن کا دل عرش اللہ ہے تو پھر آپ دل کی دنیا میں داخل ہوئے' پھر آپ باہر کے مسافر تو نہ رہ گئے بلکہ آپ تو اندر کے مسافر ہو گئے۔ اب یہ مقام عجیب سا مقام ہے کہ اللہ کو دریافت کرنا ہے' اللہ کے حوالے سے۔ ہم صفات کے حوالے سے دریافت کرتے ہیں کہ یہ قہار ہے' یہ جبار ہے' یہ رؤف ہے' یہ رحیم ہے' یہ گناہ ہے' یہ معافی ہے' یہ غلطی ہے اور یہ توبہ ہے۔ اللہ کریم ان سب سے ماوراء ہے' بلند ہے۔ اب اللہ کی صفات کو ماننے والا صفات تک پہنچے گا اور صفات جو ہیں اس سے متضاد بھی اللہ کی ہیں۔ اس لیے اللہ آپ کو سمجھ نہیں آتا۔ ایک آدمی عبادت کرتا رہتا ہے تو اس کو قرار ملتا ہے' سکون ملتا ہے۔ دوسرے کو کچھ حاصل ہوا' دس روپے مل گئے' عبادت کرنے کے بعد دوکان چل پڑی۔ اس نے بڑی عبادت کی ہے اور ساتھ والا جو پڑوسی ہے اس کی دوکان بغیر عبادت کے چل رہی ہے۔ اور ''ہم پر اللہ نے بڑا فضل کیا پیر صاحب خوش ہو گئے'' ایک انگریز آتا ہے اور کتنے ہی پیسے وہ پھینک کر چلا جاتا ہے۔ یعنی ہم بڑی دعا کرتے ہیں' وظیفے پڑھتے ہیں' پھر دستِ غیب سے پچاس ہزار روپے مل گئے اور ادھر سے American Aid آ گئی ہے کہ تین ارب روپے دے دو پاکستان کو' واپس نہیں مانگنا۔ ہماری کیفیات میں ''غوث'' کا لفظ جو ہے' عطا کرنے والے' سخی کی بات ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ امریکہ اور روس والے کافر ہیں اور کروڑوں روپے مفت دے دیتے ہیں کہ آپ کو ایڈ چاہیے' چلو یہ لے لو' دو ارب روپے فی الحال لے لو باقی بعد میں دے دیں گے' کوئی مسئلہ نہیں۔ یعنی وہاں تو مزے ہو رہے ہیں حالانکہ کافر ہیں۔ لہٰذا اگر ہم اللہ سے بھی مدد منسوب کرتے ہیں تو وہ مدد کافر بھی کر دیتا ہے۔ اللہ شفا دینے والا ہے تو U.C.H کیا کر رہا ہے یعنی امریکن ہسپتال۔ تو آپ کو ہسپتال کی ضرورت کیا ہے اگر اللہ شفاء دینے والا ہے۔ گویا کہ یا تو ہمیں یہ یقین نہیں ہے کہ اللہ شفا دیتا ہے' یا پھر ہسپتال بھی شفاء دیتا ہے۔ اگر ہسپتال بھی شفا دیتا ہے تو پھر آپ یہ نہ کہو کہ اللہ شفا دیتا ہے۔ شفاء کا تعلق ڈاکٹر کے ساتھ ہے اور اللہ کا تعلق کسی اور بات سے ہے۔ آپ کو بات سمجھ آئی؟ آپ بڑی مشکل سے بچے

میڈیکل کالج میں داخل کراتے ہیں' گویا کہ ڈاکٹر بنے گا' شفاء ہوگی' اور مریضوں کا پیسہ بھی صاف کرے گا اور بیماری بھی صاف کرے گا یعنی دونوں کام کرے گا۔ جو بھی صفت آپ اللہ کی بیان کریں' کوئی سی بھی آپ بات کریں' وہ صفت کہیں نہ کہیں انسانوں میں پائی جائے گی۔ اللہ ذات جو ہے وہ صفات سے ماورا ہے۔ اللہ کریم نے آپ کے سمجھنے کے لیے کچھ صفات بتائی ہیں کہ میں معاف کرنے والا ہوں' رؤف ہوں' رحیم ہوں اور اول بھی ہوں آخر بھی ہوں' ظاہر بھی ہوں' اور باطن بھی ہوں۔ اب ظاہر بھی وہ ہے' باطن بھی وہ ہے اور اگر ہم اسے اندر سمجھیں' تو باہر کون ہے؟ باہر دیکھیں تو پھر اندر کون ہے؟ تو پھر اندر بھی وہ ہے' باہر بھی وہ ہے' پھر میں کون ہوں؟ بات تو اتنی سی رہ گئی کہ اندر بھی وہ ہے' باہر بھی وہ ہے' پھر درمیان میں ''میں'' کون ہے؟ تو یہ صفات کی دنیا ہے اور اگر آپ ذات کی دنیا میں داخل ہو جائیں تو جلوۂ ذات سے ذات کی دنیا میں پہنچنے والا مقامِ نور سے متعارف ہوتا ہے۔ نور جو ہے نفس اور روح دونوں سے بلند ہے گویا کہ دنیا کا سفر' پہلا سفر نفس کا سفر ہے اور ضرورت کا سفر ہے۔ کھانے کا تعلق بھوک سے ہے' سونے کا تعلق نیند سے ہے' بارش کے ساتھ مکان کا تعلق ہے اور مجبوریوں کا علاج کرتا رہا بیچارہ انسان لیکن پھر سوچا کہ اب روح کی بات کریں تا کہ کچھ لطافت' کچھ کیفیات ہوں اور پھر فائنل سٹیج آ گئی یعنی اسلام۔ کیونکہ نور کے آگے مقام کوئی نہیں ہے لہٰذا اسلام کے بعد مذہب کوئی نہیں ہے۔ اب نور کے آگے کیا مقام ہوسکتا ہے! اس لیے اسلام کے بعد کوئی مذہب نہیں آئے گا اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی پیغمبر نہیں آئے گا' کیونکہ مقامِ نور بیان ہوگیا۔ مقامِ نور کا معنی ہے جلوۂ نور اور اللہ کریم کی ذات۔ تو یہ ایک ایسی بات ہے جس کے آگے کوئی مقام ہی نہیں۔ اس لیے ہم اپنے دل میں جب کبھی اللہ کا تصور کرتے ہیں تو ہم اگر ضرورت کے لیے اللہ کو یاد کر رہے ہیں تو ابھی ہم نفس کی دنیا میں ہیں اور نفس کی تکلیف میں ہیں۔ نفس کی تکلیف ہو تو انسان' انسان کی دور کر سکتا ہے یعنی اگر آپ کو نیند نہیں آتی تو ہم آپ کو دوائی دے دیتے ہیں کہ دوائی کھا لی جائے تو نیند آ جائے گی۔ نفس کی بیماری کا علاج انسان کر سکتا ہے یعنی کوئی دوسرا

انسان۔ اگر آپ کے پاس پیسہ نہیں ہے تو کسی بھائی سے مانگ لو۔ یہ نفس کا علاج ہو گیا۔ چھوٹے موٹے نقائص ہیں یہ دور ہو جائیں گے۔ نفس کا علاج، نفس کی ضروریات، نفس کی مجبوریاں، دوسرا انسان ایک انسان کے لیے پوری کر سکتا ہے۔ یہاں پر انسان ہی قادر ہے یعنی نفس کی دنیا میں۔ نفس کی دنیا میں انسان وہ تکلیف دُور کر سکتا ہے کہ جو تکلیف نقصان کا باعث ہے۔ روح کی دنیا میں دعا کی ضرورت ہوتی ہے۔ مثلاً ایک انسان کو دوسرے انسان سے محبت ہو گئی اور وہ انسان جو عام لگتا ہے، اب ہماری طرف مائل نہیں ہوتا۔ یہاں پر دعا کی ضرورت پڑ گئی تو وہ انسان جو ہے اس کو باقی انسانوں سے ممتاز بنا رہا ہے کیونکہ محبت ہو گئی ہے۔ اگر سارے بچے زندہ ہیں تو کوئی پتہ نہیں اور جب اپنا بچہ بیمار ہوا تو اس نے کہا کہ ساری دنیا بیمار ہے۔ اب یہ روح کا رشتہ ہو گیا۔ تو روح کے رشتے میں اپنائیت آ گئی۔ تو نور کے رشتے میں الٰہیات آ جاتی ہے، بس اللہ کے حوالے سے بات کرنی ہے، دشمنی بھی اس کے حوالے سے اور دوستی بھی اس کے حوالے سے۔ اور نور کا رشتہ جو ہے یہ پھر اور ہی کیفیت ہے کہ اس کو زیادہ دے دو اور اس کو کم دے دو۔ وہ کہتا ہے کہ ہم دونوں ایک وقت پر آئے ہیں، لیکن اس کو زیادہ کیوں دیا گیا ہے؟ تو وہ کہتا ہے کہ یہ فرق تو خدا کی طرف سے ہے، تم نہیں سمجھ سکتے حالانکہ دونوں اکٹھے آئے، کمرے میں اکٹھے داخل ہوئے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ ایک کو ساری بادشاہی دے دو اور دوسرے کو کہتے ہیں کہ تم پھر کبھی آ جانا ______ اس میں انصاف کی بات نہیں ہوتی ہے بلکہ اس میں مشیت کی بات ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امیر خسروؒ جائے تو یہ دلبر ہو کر باہر نکلے اور باقی لوگ جائیں تو پھر وہ خالی رہ جائیں۔ وہاں اور کیفیات ہوتی ہیں۔ الٰہیات کے حساب سے نور کی دنیا میں اللہ کا منشاء ہے۔ اسلام کے احکامات جو ہیں یہ درمیانے لوگوں کے لیے ہیں تا کہ آپ کی روح درست رہے، آپ صاف ستھرے رہو، ایک ملت بن جاؤ، دنیا میں کامیاب ہو جاؤ۔ یہ تو کوئی کام نہیں کہ مسلمان ہندوؤں پر حاوی ہو جائیں اور ہندو کلمہ پڑھ لیں اور مسلمان ہو جائیں، تو اللہ کریم کو کیا فرق پڑا۔ اگر یہی اللہ کا شوق ہو کہ کلمہ سب کو پڑھانا ہے تو اللہ کے لیے کیا مشکل ہے۔ ایک

ساعت میں اللہ ہی اللہ ہے' کوئی انکار کر سکتا ہے کیا؟ یہ ایک بات ہے اسلام سمجھانے کے لیے۔ اصل میں بات یہ ہے کہ آپ صفات سے نکل کر ذات کے دائرے میں داخل ہوں۔ تو یہ نور ہے۔ اپنے وجود سے نکلو تو یہ نفس ہے اور محبت میں داخل ہو جاؤ تو یہ روح ہے اور اللہ کی مشیت میں چلے جاؤ تو یہ نور ہے۔

وہ لوگ جو اللہ سے ڈرتے رہے' غائب میں ان کے لیے مغفرت ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اللہ کو دیکھے بغیر ڈرتے رہے' کہ ہم اللہ سے ڈرتے ہیں حالانکہ اللہ سامنے نہیں آیا۔ تو وہ لوگ جو اللہ کے سامنے نہ آنے سے ڈرتے رہتے ہیں' وہ لوگ اس وقت نہیں ڈریں گے جب اللہ سامنے ہوگا۔ اب ہے ڈرنے کا وقت اور آج اسے ڈر نہیں ہے کیونکہ غائب میں ڈرنے والا صرف وہی ہوتا ہے جس کو شوق ہو۔ وہ صرف قانونی طور پر تو نہیں ڈرتا اور کبھی اللہ سے چھپ کر اپنا کام کر لیتا ہے۔ اور جس کو اللہ کا شوق ہو وہ کبھی ایسی بات نہیں کرے گا' ڈرتا رہے گا' اس کا شوق قائم رہے گا تا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا تعلق کمزور ہو جائے ______ وہ ایمان سے آگے کی بات ہے۔ جس طرح سلطان العارفینؒ نے کہا

ایمان سلامت ہر کوئی منگدا،
تے عشق سلامت کوئی ہو

یعنی جو عشق سلامت مانگے' یہ اسلام سے آگے کی بات ہے۔ جہاں عشق جاتا ہے وہاں ایمان کو خبر نہیں ہوتی۔ عشقِ الٰہی نور ہے' اس لیے یہ مقام قائم کیا گیا ہے اور وہ لوگ اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں۔

بزرگوں نے ڈر کی دو قسم کی مثالیں دی ہیں۔

سب سیاں رل پانی نوں چلیاں
تے کوئی کوئی آسی بھر کے
جنہاں نے بھر کے سر تے رکھیا
او پیر دھرن ڈر ڈر کے

یعنی سب سہیلیاں مل کے پانی بھرنے چلی ہیں مگر ان میں کوئی کوئی بھر کے آئے گی اور جو جو

کے آئے گی وہ زمین پر احتیاط سے پاؤں رکھ کے چلے گی۔ خوف ان کو ہوتا ہے جن کے پاس مال ہوتا ہے۔ خوف اس کو ہوتا ہے جس کے پیٹ میں بچہ ہو' کہ رفتار اور چال میں احتیاط رکھے۔ مقصد یہ ہے کہ اللہ کریم کی موجودگی جو ہے ایسا خوف پیدا کرتی ہے' اس قسم کا میٹھا خوف ہوتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ رشتہ میری غلطی سے منقطع ہو جائے۔ ایسی غلطی نہ ہو' اور وہ ایسی غلطی اس لیے نہیں کرتا کہ کہیں یہ کیفیت ختم نہ ہو جائے۔ باقی کیفیت نفس ہے' تو نفس وہی ہے جب مجبوریاں پیش آ جائیں گی اور روح کی حالت میں مجبوریاں ختم ہو جائیں گی۔ اب اگر شطرنج کا شوق ہو' تو مجبوریاں غائب ہو جاتی ہیں اگر انسان مجبوری کا بندہ ہے تو سمجھو کہ نفسانی بندہ ہے بیچارہ۔ تو وہ کہتا ہے وہاں پر جانا ضرور ہے' دیکھو مجھے دوائی چاہیے' تو علاج بھی کرلو اور دعا بھی کرلو۔ وہاں جانا ہے' شادی پر جانا ہے' چاہے ادھار لے کر جائے۔ تو یہ نفسانی بندھن ہیں' مجبوریاں ہیں۔ اگر مہمانوں کے لیے گھر میں کوئی چیز نہیں ہے تو کسی سے قرضہ لے کر کھانا نہ پکاؤ' آپ کے گھر میں اگر کوئی آئے تو جتنا کچھ ہے آپ اتنا ہی کرو بجائے اس کے کہ آپ اِدھر اُدھر کی باتیں کرو۔ تو نفس جو ہے یہ مجبوریوں کا نام ہے۔ آپ دیکھو کہ آدمی کی زیادہ دنیا مجبوریوں کی دنیا ہے' نفس کی جکڑی ہوئی ہے' انسان بھاگا جا رہا ہے' آ رہا ہے جا رہا ہے' صبح سے دوڑ رہا ہے بیچارہ۔ آگے آگے خواہش ہوتی ہے اور پیچھے پیچھے بندہ ہوتا ہے' کبھی مجبوری آگے آگے بھاگتی ہے اور بندہ پیچھے ہوتا ہے' کبھی مجبوری چابک لیے پیچھے آتی ہے اور بندہ آگے آگے بھاگ رہا ہوتا ہے۔ مجبوری کے ہاتھ میں کوڑا بھی ہے اور یہ بھگاتی ہے انسان کو کہ اِدھر جاؤ اُدھر جاؤ۔ پھر وہ سوچتا پھرتا ہے کہ قرضہ دینا ہے' مجبوری ہے۔ پھر کوئی بات یاد آتی رہتی ہے' یہ سوچنے کی مجبوری ہے۔ تو مجبوری چین سے نہیں بیٹھنے دیتی اور یہ ساری نفس کی بات ہے۔ اگر دوست مل جائے' مجبوری بے شک قائم ہو' تو چین آ جاتا ہے۔ مجبوری وہی ہے' غریب ہی ہے' امیر نہیں ہوا' لیکن دوست مل گیا' کہتا ہے جی دوست مل گیا ہے' اب غریبی کا ڈر نہیں۔ حالانکہ دوست کوئی پیسہ تو نہیں ہے۔ لیکن وہ کیفیت بدل گئی۔ اور اگر اللہ کے ساتھ رشتہ ہو جائے تو پھر یہ سمجھ آتی ہے کہ دینے والے نے

غریبی دی ہے' اس کا بڑا شکر ہے کہ غریبی اس نے دی ہے تمہیں امیری جس نے دی ہے' تم امیری کا شکر ادا کرو اور ہم غریبی کا شکر ادا کریں' چٹھی تو ایک طرف سے آئی ہے' تیری چٹھی پر اور لفظ لکھے ہوئے ہیں جبکہ میری چٹھی پر اور حرف لکھے ہوئے ہیں۔ اس لیے اگر بھیجنے والا ایک ہی ہے تو چٹھی جو بھی آئی ہے' شکر کی بات ہے۔ اس لیے ان لوگوں کو جو منشاء آشناء ہوجاتے ہیں انہیں اور لطف آجاتا ہے' مجبوریاں ختم ہوجاتی ہیں' اور وہ ایسے نظام میں داخل ہوجاتے ہیں کہ وہاں کائنات میں آزاد ہوتے ہیں۔ پابندیوں کے باوجود وہ پابند نہیں ہوتے۔ کہتا ہے ''کون''؟ جواب دیا ''عزرائیل'' ''بسم اللہ جی' تھوڑی سی چائے تو پی لو' پھر تمھارے ساتھ چلتے ہیں'' مطلب یہ ہے کہ اتنا ہی فرق ہوتا ہے' ان کو اور کوئی لمبی چوڑی پابندی نہیں ہوتی کہ ٹھہر جا کوئی چابیاں اٹھالوں' کوئی وصیت کرلوں۔ تو کیسی وصیت اور کیسے نامے' بس وہاں چلے جاؤ کہ وہاں پہلے ہی انتظار ہے' یہ ہوتی ہے نور کی دنیا۔ اس لیے آدھی دنیا مجبوریوں کی دنیا ہے' نفس کی دنیا ہے اور کم لوگ ہیں جو وابستگی کی دنیا سے ہیں' وہ روح ہوتی ہے اور مذہب سے تعلق ہوتا ہے۔ پھر اسلام کے اوپر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ اس میں نور داخل ہوگیا کہ اللہ کی طرف سے کتاب بھی آئی' روح بھی آئی یعنی کہ اسلام کے اندر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جو ہے یہ آپ کو نور آشنا کرائے گی' اللہ کی محبت پابندیاں کرائے گی' اللہ کی محبت جو ہوئی۔ سجدے کر کے ماتھا گھس گیا ؎

بندگی کردیاں متھڑا گھس گیا

یہ ایک مقام ہے اللہ کریم کی محبت کا اور جب آپ کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہوجائے گی تو پھر آپ کو ایک اور کیفیت محسوس ہوگی' پھر آپ کو پتہ چلے گا کہ کائنات جو ہے یہ مرقع نور ہے' مرقع جمال ہے' بلکہ ساری کی ساری عین نور ہے' پھر اس کے بعد یہ کائنات مظہرِ انوار ہے۔ جب مظہرِ انوار تک آپ پہنچ جائیں گے تو پھر آپ کو بات سمجھ آجائے گی۔ اب آپ مظہرِ نورِ خدا کہو یا کچھ کہو' جو مرضی کہو' سب ٹھیک ہے۔ اس لیے یہ ایک مقام ہے نفس کو پہچاننے کا' یہی ایک ذریعہ ہے۔ نفس کو پہچانو گے تو آپ کو پتہ چلے گا کہ بات کیا ہے' اللہ

کے ساتھ جو تعلق ہے وہ نفس کی پہچان کا بھی ہے اور روح کی پہچان کا بھی ہے' اور نور کی پہچان کا بھی ہے۔ یہ تینوں مقام بیان فرمائے گئے ہیں۔ روح کا جو مقام ہے وہ یوم یقوم الروح ایک دن یہ روحیں اپنے مقام پر قائم ہو جائیں گی۔ تو روح کے بعد ملائکہ کا درجہ ہے اور پھر آگے مقام ہے نور کا۔

رب کی جمع ارباب ہے اور اللہ کی جمع نہیں ہے۔ رب تو بہت سارے ہو سکتے ہیں۔ اللہ تو رب الارباب ہے۔ ماں رب ہے یعنی پالنے والی۔ زمین کے پاس ربوبیت ہے تمہارے لیے۔ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا کہ یوسف علیہ السلام کا جو جیلر تھا اس کا نام ''رب السجن'' یعنی کہ قید خانے کا رب۔ تو رب کا لفظ بے شمار جگہ پر استعمال ہوا ہے' اور اللہ بھی رب ہے بلکہ رب الارباب ہے یعنی سب سے بڑا رب' پالنے والا۔ تو پالنے والا جو ہے اس کو آپ پہچان سکتے ہیں۔

اپنے رازق کو نہ پہچانے تو محتاجِ ملوک

تو رازق کو پہچانو۔ رازق جو ہے یہ آپ کے رزق کے ذریعے آپ تک رسائی کرتا ہے اور مالک جو ہے' چاہے آپ کے پاس رزق پہنچے نہ پہنچے' اس نے سجدہ کرا لینا ہے۔ تو چاہے غریب ہو چاہے امیر ہو' آپ سجدہ کرو' ہم اس بات کو نہیں جانتے۔ تو اللہ اور مقام ہے۔ اللہ ذات ہے اور رب اس کی صفت ہے۔ تو آپ اپنے رب کو پہچان سکتے ہیں۔ مثلاً نیند ہے' اب آپ اپنے رب کو پہچانو کہ غنودگی آ رہی ہے۔ اب آپ یہ پہچان رہے ہیں کہ آپ کے جسم کی بحالی ہو رہی ہے۔ کہ تھکے ہوئے آپ کے سارے اعضاء Organs ' وہ سارے نیند میں Rehabilitate ہو رہے ہیں اور آرام آ رہا ہے۔ اب یہ بغیر خوراک کے ہو رہا ہے اور آپ دوبارہ Restore ہوتے جا رہے ہیں۔ تو آپ رب کو پہچانو' کہ اللہ کریم نے کیا System بنایا ہے' اور اس کا پرچار کرتے رہو۔ پھر جب آپ عبادت کے حوالے سے چلیں گے تو آپ اللہ کی عبادت کریں گے۔ رب کا مقام اور ہے' رب ہے پالنے والا ساری کائنات کا' رب کی تعریف کرتے ہیں اور عبادت اللہ کی کرتے ہیں' رب کی ثناء ہے پھر وہ

اللہ ہی ہے' میرا مطلب ہے کہ وہی پالنے والا ہے' پیدا کرنے والا' ٹھہرانے والا' قائم کرنے والا' Sustain کرنے والا' Maintain کرنے والا' Create کرنے والا' Recreate کرنے والا۔ تو وہ رب ہی ہے اور وہ ہے اللہ ہی۔ لیکن رب اس کی ایک صفت ہے۔ رحیم اللہ بھی ہے رحیم اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ صفات جو ہیں یہ انسانوں میں بھی ہو سکتی ہے مثلاً پالنے والی صفت۔ اس لیے ان کے حوالے سے آپ اللہ کی رسائی چاہو کہ اللہ تعالیٰ کیا ہے۔ اللہ کی رسائی آپ سمجھ نہیں سکتے جب تک آپ کسی جاننے والے سے نہ پوچھو اور جاننے والی اس کائنات میں سوائے ایک ہستی کے کوئی اور ہستی نہیں ہے۔ بس باقی سارے اندازے ہیں۔ باقی صرف اندازے ہی ہیں اور ان اندازوں کے حوالے سے بچنے کے لیے آپ یہ کہو کہ جاننا انہی کو مبارک اور ہمیں ماننا مبارک' وہ جانتے رہیں اور ہم مانتے رہیں' ہم تو ماننے والے لوگ ہیں۔ اس لیے آسانی یہ ہے کہ اللہ کریم نے جو ارشاد فرمایا وہ منظور ہے۔ سمجھ داری منظور کرنے میں ہے کیونکہ ہم کہاں پہچان سکتے ہیں کہ کیا مفہوم ہے۔ اس لیے معرفت الٰہی مشکل ہے۔ فرشتے جو ہیں وہ ایک صفت کے قیدی ہیں' جو فرشتہ رکوع میں ہے' وہ ہمیشہ رکوع میں رہے گا اور جو سجدے میں ہے' وہ سجدے میں رہے گا۔ یہ اُن کی عبادت ہے' لمبی عبادت______ اس میں کوئی Change نہیں ہے' وہاں پر نفس نہیں ہے' لطیف سی کیفیات ہیں اور وہ اسی حالت میں ہمیشہ ہیں۔ مثلاً پہاڑ کو فرشتہ کہہ دیا جائے تو وہ بیچارہ ایک حال میں کھڑا رہے گا۔ یہ بجلی جو چمکتی ہے' صاعقہ' اگر فرشتے کا نام صاعقہ بھی کہہ دیا جائے تو بیچاری ہمیشہ چمکے گی۔ ایک صفت کی قیدی رہے گی۔ اس لیے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ گائے کو فرشتہ کہہ دیا جائے تو جو حالت پہلے والی ہے' وہی رہے گی' سر جھکا کے چلنے والی' دودھ دینے والی۔ اللہ کریم کو آدمؑ کی تخلیق کے وقت فرشتوں نے کہا کہ یہ فساد کرے گا تو وہاں اللہ کریم کا ارشاد ہے کہ انی اعلم ما لا تعلمون جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ گویا کہ فرشتے نہیں جانتے۔ اسی طرح ہر پیغمبر کے زمانے میں اللہ کریم کی طرف سے کوئی نہ کوئی حکم سخت آتا رہا کہ یہ تمہیں نہیں پتہ______ یہ دیکھو______

آدم علیہ السلام بہشت کے اندر مالک تھے' اکیلے تھے' حکم نہ مانا' پھر آدم علیہ السلام نے کہا کہ معاف کر دیں غلطی ہوگئی ______ یہ انکار نہیں تھا بلکہ غفلت ہوگئی' تو وہاں سے یہاں آ گئے۔ مقصد یہ ہے کہ مشیت کے کیا کیا مقامات ہیں۔ جب اللہ نے کہہ دیا کہ یہ نہ ہو تو وہ نہیں ہونا چاہیے تھا۔ اسی طرح کسی پیغمبر کی واضح طور پر کوئی دعا منظور نہیں ہوئی لیکن سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کبھی ایسا واقعہ نہیں ہوا۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی دعا کی ہی نہیں جو منظور نہ ہوئی ہو کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اللہ کی منشاء کیا ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے' آپ ؐ کی زبان سے کوئی بات نکلے اور وہ نہ ہو۔ اس حد تک مشیت آشناء ہیں' واحد ذات ہیں جن کے لفظ کی صداقت کبھی کمزور نہیں ہوئی۔ اس لیے عرفان الٰہی کا یہ نور کا مقام آپ ؐ ہی کا ہے کہ آپ ؐ اس مقام تک پہنچے۔ باقیوں نے اللہ کریم کا جلوہ دنیا میں دیکھا' آپ ؐ نے جلوہ سے ذات تک رسائی کی' باقیوں نے ذات کا جلوہ دیکھا' آپ ؐ نے جلوے والی ذات دیکھی۔ کہ واحد ذات آپ ؐ ہیں کہ باقی جلوے دیکھتے رہے' ظاہر جلوے سارے' جلوے جیسے بھی ہیں اللہ کے اور آپ ؐ نے جلوے والی ذات کا دیدار کیا۔ اس لیے یہ واحد آپ ؐ کی ذات گرامی ہے کہ جو اس مقام تک پہنچی ہے۔ اس لیے آپ ؐ جانتے ہیں اور ہم مانتے ہیں۔

کس طرح پردہ اٹھائے گا کوئی اس راز سے
بے خبر جبریل تک ہے آپ ؐ کی پرواز سے
آپ ؐ کی ذات گرامی' ہر بلندی سے بلند
پست ہر آواز کا قد آپ ؐ کی آواز سے

بس یہی ایک واحد ذات ہے کہ اللہ کریم کا ارشاد ہے کہ اپنی آوازوں کو آپ ؐ کی آواز سے مدھم رکھنا ورنہ اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ یعنی کہ آواز بھی اونچی نہیں نکالنی آپ ؐ کے سامنے۔ تو یہ مقام صرف آپ ؐ کا ہی مقام ہے۔ آپ ؐ کا فرمان ہے کہ رب کو پہچاننے کے لیے نفس کی پہچان کرو۔ اس طرح رب کو پہچاننا آسان ہے۔ تو اللہ کی پہچان' اللہ کی اطاعت

ہی ہوتی ہے۔ سب کے لیے یہ جاننا کوئی لازمی بھی نہیں کہ نفس کیا ہے' روح کیا ہے اور نور کیا ہے۔ یہ سب کے لیے ضروری نہیں ہے' لیکن جن کے لیے ضروری ہے ان کے لیے بہت ضروری ہے۔ مقصد یہ ہے کہ یہ دعوت عام Open نہیں کرتے کہ وہ لوگ آئیں اور ہم یہ سمجھائیں کہ کیا چیز ہے کیا چیز نہیں ہے' غور کسے کہتے ہیں' اور یہ واقعات کیا ہیں ______ یہ ہر ایک آدمی کے لیے ضروری نہیں ہے جس کی مسائل پر نگاہ ہو' یا گردش لیل ونہار پر نگاہ ہو۔ یہ ان کے مسائل ہوتے ہیں جو صاحبانِ ذکر ہیں وہ بتاتے ہیں کہ اگر ذکر میں کچھ دھاگہ ٹوٹ گیا تو وہ دھاگہ تم جوڑلو ______ تو ذکر جو ہے یہ مذکور کا قرب ہے ______ عین ممکن ہے آدمی ذاکر ہو' ورد جاری ہو اور اس سے غلطی ہو جائے۔ اس لیے کہ اس کا تصور صفات کا ہے' ذات کا تصور نہیں ہے۔ اس لیے ذکر کے اندر گم رہنے والا انسان ضروری نہیں کہ جلوے سے آشناء ہو۔ ذکر کرنے والے بے شمار سائل' فقیر' مانگنے والے ہوتے ہیں۔ ورد جاری ہوتا ہے' ذکر کرتے جا رہے ہیں' مانگتے چلے جاتے ہیں مدعا یہ ہے کہ ذکر آپ کو Absorb کرتا ہے' محویت دیتا ہے مگر جب تک اندر سے صفات نہ بدلیں' ذکر اس وقت تک آپ کو کچھ نہیں دیتا۔ جب آپ مرنے سے پہلے اگر مر چکے ہوں تو پھر ذکر کی کیفیت اور ہے۔ تو ذات آشناء ہونے کے لیے ایک اور مقام ہے۔ اس لیے ذکر کے ساتھ پیر کا ہونا لازمی ہے' جسے تصور کہتے ہیں۔ تصور ہو تو پھر بات اور ہو جاتی ہے۔ اس لیے یہ جو مقامات ہیں غور کے' فکر کے' یہ رسائی وغیرہ' یہ ہر ایک کا مسئلہ نہیں ہے اور یہ کسی زمانے میں بھی نہیں ہوا۔ تو یہ صرف کچھ لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ عام مسائل یہی ہوتے ہیں کہ "یہ کیا مسئلہ ہے" "میں غصے میں بیوی کو یہ کہہ بیٹھا' اب کفارہ کیا ہوگا" "کچھ حالات میرے ایسے ہو گئے ہیں' خرچ زیادہ ہو گیا آمدن سے' اب کیا کیا جائے" یا تو وہ خرچ کم کرے یا آمدن زیادہ کرے اور اگر دونوں نہیں ہوتے تو تیسری بات یہ ہے اس کے لئے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے کوئی سبب بنائے۔ جس آدمی کا رزق ضرورت سے کم ہو گیا جیسا کہ عام طور پر ہو جاتا ہے' یا تو اس کی Compensation کرو' رزق اگر کم ہو گیا' جیب خرچ کم

ہو گیا' تو پھر اور کوئی رزق آپ کو ملا ہو گا مثلاً ایمان کا رزق مل گیا ہو گا' نور کا رزق مل گیا ہو گا' کوئی دوست مل گیا جس سے غریبی دور ہو گئی۔ حالانکہ دوست بھی غریب ہی ہے لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ غریبی ختم ہو گئی۔ اُسے دیکھ کے کہتے ہیں ''آپ آ گئے' کوئی کمی نہیں رہ گئی''۔ حالانکہ کمی وہی ہے جو پہلے تھی۔ اس لیے اللہ کریم کبھی انسان کو اکیلا نہیں چھوڑتا۔ ایک چیز ہوتی ہے دوستی اور یہ چیز کہیں نہ کہیں موجود ہوتی ہے۔ اللہ کریم فرماتا ہے کہ آپ کے لیے دریاؤں میں' بارشوں میں' آسمانوں میں' زمینوں میں رزق ہے۔ جلوہ نگاہ کا رزق وہی ہے جسے آپ حسن کہتے ہیں۔ رعنائی نگاہ کو رزق مل گیا کہ کہیں پھول نظر آ گئے' کہیں ستارے نظر آ گئے' کہیں بادل نظر آ گئے' کہیں چہرے نظر آ گئے۔ تو یہ آنکھ کو رزق مل رہا ہے۔ اب پیٹ کا رزق ہے کھانے سے' باقی رزق تو سارے فری ہیں۔ تو ایک رزق میں اتنا شور مچاتے جا رہے ہیں کہ رزق نہیں ملتا جی' پیاز نہیں کھاتے کیونکہ مہنگے ہو گئے ہیں' پیاز نہ کھاؤ تب بھی رزق چلتا رہتا ہے۔ یہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ سب کا رزق فراخ کرے' سب کی ضرورت کے مطابق پورا کرے۔ اس لیے دعا ضروری ہے' دعا ضرور کیا کریں' باقی تو ہمہ وقت حالات ہی ایسے ہیں۔ ہم لوگ جس دنیا میں ہیں اس میں ایسے ہی رہیں گے' امریکہ میں بڑا مال ہے' وہاں ایمان نہیں ہے اور سعودی عرب اور عربوں کے پاس بڑا مال ہے لیکن بڑا غرور ہے اور اسلام اور مسلمان ہونے کے باوجود ان کی عادتیں وہی ہیں جو غیر مسلموں کی ہیں یعنی غرور' خودسری اور پتہ نہیں کیا سے کیا' نہ خانہ کعبہ کی عزت کرتے ہیں نہ دوسرے مقامات کی عزت کرتے ہیں۔ لے دے کر زمین پر آپ ہی لوگ ہیں یعنی ہندوستان اور پاکستان کے لوگ۔ اصل میں اسلام کے صحیح چاہنے اور ماننے والے لوگ یہی ہیں کیونکہ ان کے خمیر میں بزرگوں نے یا فقیروں نے آ کر اسلام پھیلایا۔ اور بڑی محبت کے ساتھ پھیلایا۔ تو آپ یہ لوگ جو مسلمان ہیں یہ بڑے ہی صحیح معنوں میں مسلمان ہیں۔ اور آج کی نسل تک اسلامیات ہی پہنچی ہے اسلام نہیں پہنچا اور جلسے جلوس ہی پہنچے ہیں۔ بے چاروں کے پاس صحیح بات نہیں پہنچی' ان کو بھی سمجھا دیا جائے گا کسی وقت۔ جو آدمی اللہ کے بارے میں کچھ

دریافت کر چکا ہے تو وہ اس کی اپنی دریافت ہے' یہ اندازہ ہے' دوسرے پر مسلط نہ کرے۔ اللہ کریم نے جس کو بادشاہی دی ہے' اسے دی ہے' تو پھر آگے سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ جس سے چاہتا ہے لے بھی لیتا ہے' کیونکہ بادشاہ اگر یہ کہتا ہے کہ اللہ جس کو چاہے دیتا ہے تو پھر عوام یہ کہتے ہیں کہ اللہ جس سے چاہتا ہے لے بھی لیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جو کرتا ہے اللہ کرتا ہے۔ تو دوسرا کہتا ہے کہ تو ٹھیک کہتا ہے' جب اس کا ہاتھ دوسرے کی گردن پر پڑا تو کہتا ہے کہ اب بول' جو کرتا ہے اللہ ہی کرتا ہے۔ تو کمزور آدمی یہ نہیں کہتا کہ جو کرتا ہے اللہ ہی کرتا ہے۔ طاقتور یہی کہتا ہے کہ یہ اللہ کی مرضی ہے جو کچھ ہو رہا ہے۔ کمزور آدمی کا اگر بس چلا تو طاقتور کو اڑا دے گا۔ اس لیے امیروں اور غریبوں کے اور حوالے ہیں۔ پھر بھی اس کے باوجود پاکستان میں محبت کے ساتھ عبادت کرنے والے لوگ اسلام میں ضرور ملیں گے۔ پاکستان کے اندر غور کر لو' شہروں میں شہر لاہور ہی سب سے اچھا ہے' فقیروں میں بھی سب سے بڑا فقیر ادھر ہی ہے' داتا صاحبؒ بھی ہیں' آپ خود ہی ادھر اُدھر دیکھ لو پھر کے' آپ خود ہی اچھے ہو' اپنے آپ کی قدر کرو کہ آپ اچھے زمانے میں موجود ہو۔ آپ اچھی عبادتیں کر رہے ہو' اچھا سوچ رہے ہو' یہ زمانہ جب کہ غریب الوطنی کا زمانہ ہے' فکر کا زمانہ ہے' تفکرات کا زمانہ ہے' کھانے میں فیض نہیں ہے' پیسے کمزور ہیں چاہے جتنے بھی ہوں' وفا نہیں ہے' ساتھی نہیں ہے' بچے گستاخ ہیں' بیویاں کہنا نہیں مانتیں' مانتی ہیں تو پھر منواتی رہتی ہیں' خرچے زیادہ' آمدن کم' بڑی پریشانی کا زمانہ ہے' اس کے اندر اگر آپ اسلام اور محبت کی بات کر رہے ہو تو بڑی بات ہے ورنہ یہ تو پریشانی کا زمانہ ہے۔ جو اخبار پڑھتا ہے' وہ اخبار کی قیمت ادا نہیں کر سکتا کیونکہ مہنگائی کا زمانہ ہے' مہنگی ہے ہر چیز۔ آپ کی ساری آمدن میں سے پانی والا بل لے جائے گا' واپڈا والا بل لے جائے گا' سوئی گیس والے لے جائیں گے۔ بس بل ہی چلے جائیں گے' بچے گا کچھ نہیں۔ اندازہ لگاؤ کہ آپ کی آمدن میں ڈاکٹر بھی شامل ہو گیا۔ خوراک تو خوراک ہے' دوائی بھی کھانی پڑ رہی ہے۔ گویا کہ خوراک کی بجائے دوائیاں کھانی پڑ رہی ہیں' فکر پیدا ہو گئی' مجبوریاں ایسی آ گئی ہیں کہ بڑی ہی مجبوریاں ہیں' گمراہی کے

مضمون ہیں ہر طرف۔ جن لوگوں نے غیب کے ساتھ اللہ کو مانا اور ڈرنے والے ہیں ان لوگوں کے لیے مغفرت ہے۔ یہ بات یاد رکھیں کہ آپ کے پاس اللہ کریم کا بہت سارا رزق نہیں آیا۔ منی آرڈر نہیں آیا ہے لیکن پھر بھی آپ ڈرتے ہیں' مانتے ہیں۔ یہ مبارک ہو۔ اللہ کریم آپ کے حالات میں بہتری کرے' آپ کو بھی آسانیاں عطا ہوں' یہ تو میں نہیں کہتا کہ آپ کے گھر سے تیل نکلے لیکن یہ کہ مال تو آنا چاہیے' ایک آدھ بچہ باہر چلا جائے یا گھر بیٹھے مل جائے تب بھی ٹھیک ہے' ضرور تم نے بچہ باہر بھیجنا ہے۔ جدائیاں کیا کرنی ہیں' اللہ سبب بنانے والا ہے۔

ہاں جی چغتائی صاحب اور کوئی بات ______ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ ہر چیز ہر ایک کے لیے نہیں ہے لیکن جن کے لیے ہے ان کے لیے بہت ضروری ہے۔ اس لیے اس کا Parameter بنانا بہت ضروری ہے۔ یہ خیال بڑا عرصہ بہت سے لوگ تلاش کرتے رہے ہیں۔ اللہ نے مہربانی کی ہے کہ آپ کو بیٹھے بٹھائے بات مل گئی ہے۔ تاریخ میں بہت کم بلکہ چند مقام پر یہ بات آئی ہے جب کہا جائے کہ سوال کرو ورنہ عام طور پر ایسا نہیں ہوا اور نہ تو لوگ بتاتے ہیں کہ یہاں پر صرف یہ سوال کرنا ہے۔ یہاں ایسا نہیں ہے۔

چلو اب دعا کرو' دل سے اور سب کے لیے' اللہ کریم سب کو آسانیاں عطا فرمائے۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ آپ کے رزق میں برکت ہو' رزق میں برکت آجائے تو بڑی رحمت ہو جاتی ہے' تعاون کرنے والے دوست بن جاتے ہیں۔ تو اسی زندگی کے اندر ہی انقلاب پیدا ہو جاتا ہے۔ اللہ مہربانی کرنے پر آجائے تو بڑی ہی مہربانی ہو جاتی ہے۔ اس لیے جلد حالات ٹھیک ہو جاتے ہیں ______ اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے۔

صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ ونور عرشہٖ افضل الانبیاء والمرسلین سیدنا و مولنا حبیبنا و شفیعنا محمد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین.

آمین برحمتک یا ارحم الرّحمین.

3

1 سکونِ قلب خواہش پورا ہونے کا نام ہے یا خواہش ترک کرنے کا؟

2 ''ایمان کی سلامتی سب مانگتے ہیں مگر عشق کی کوئی کوئی'' اس کی تشریح فرمادیں؟

3 اہل باطن لوگ اتنے کم کیوں ہوتے ہیں؟ کیا ہم اہل ظاہر کو مانیں یا اہل باطن کو؟

سوال:

سکون قلب خواہش ترک کرنے کا نام ہے یا خواہش سیراب ہونے کا نام ہے؟

جواب:

سکون قلب کسی چیز کا نام نہیں ہے' اللہ کے فضل کا نام ہے۔ اللہ فضل کرے تو اس کا نام سکون قلب ہے۔ مطلب یہ کہ اللہ کا فضل جب نازل ہو جائے تو آپ کو سکون قلب محسوس ہوتا ہے۔ پھر خواہشات کی فراوانی والا بھی مطمئن رہا اور خواہشات پوری نہ کرنے والا بھی۔ جس نے زندگی خوشحالی میں گزاری' اس کو بھی سکون قلب مل گیا۔ جس نے زندگی اللہ کے نام کی گزاری اس کو بھی سکون قلب مل گیا۔ فاقہ میں بھی مل گیا اور لنگر خانوں میں بھی مل گیا۔ مطلب یہ ہے کہ سکون قلب کسی فارمولے کا نام نہیں ہے۔ فارمولے تو ویسے ہی بچوں کے لیے ہوتے ہیں مثلاً یہ کہ مٹھائی بنالی' ''یہ سکون قلب ہے' مٹھائی کھالو''۔ کسی کا سکون قلب برباد نہ کرو تو سکون قلب مل جائے گا' دوسروں کو خوش رکھا کرو تو سکون قلب مل جائے گا' پیسوں سے محبت نہ کیا کرو تو سکون قلب مل جائے گا' خواہشات کو ضد کی حد تک نہ اچھالا کرو تو سکون قلب مل جائے گا۔ دعا پر بھی ضد نہ کرو۔ اگر منظور کر لیتا ہے تو سبحان اللہ۔ جب فیصلہ اللہ کی منظوری پر ہے تو نامنظور بھی منظور ہے۔ نامنظور بھی اسی نے کیا۔ نامنظور خواہش کا اتنا احترام کرو جتنا منظور کا۔ اگر یہ فرق سمجھ میں نہیں آتا تو سکون قلب نہیں ملے گا۔ اب بات سمجھ آئی؟ مقصد یہ ہے کہ اللہ کا آپ کے ساتھ تعلق ہونا چاہیے' ______ ستم کا یا کرم کا' دونوں ہی کرم ہیں۔ اگر آپ اپنی کسی بات پر ضد کریں [illegible] خواہش [illegible] رہے [illegible]

یا یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یہ کام کر دے تو میں مطمئن ہو جاؤں گا تو یہ آپ کا کام ہے اور آپ کے کسی کام کے مکمل ہونے کا نام سکون قلب نہیں۔ اللہ کی طرف سے جو ہو رہا ہے اگر آپ اس کو پسند کر کے چلنا شروع کر دیں تو سکون قلب مل جائے گا۔ زندگی میں اللہ کے پروگرام میں اپنے پروگرام کے حوالے سے مداخلت نہ کرنا' اس لیے کہ تمہیں ایک سائیڈ کا پتہ ہے۔ اول تو ایک سائیڈ کا بھی پتہ نہیں۔ دیوار کے پرے کیا ہے' اس کا تو کسی کو پتہ نہیں۔ دیوار کے ادھر کیا کیا واقعات ہیں' وہ بھی پتہ نہیں۔ مثلاً بھوک لگی ہے' کھانے کا پتہ ہے تو بھوک مٹ جاتی ہے مگر کھانا کن ذرائع سے آ رہا ہے' کون انسان پکار رہے ہیں' اس کی تاثیریں کیا ہیں' اس کی ضرورتیں کیا ہیں' کھانا جو ہے وہ مجھ سے زیادہ کن کن لوگوں کے لیے ضروری ہے' اگر یہ نہ سمجھ آئے تو اپنی خواہش کے پورا ہونے سے بھی سکون قلب نہیں مل سکتا۔ اب آپ دیکھیں کہ یہ راز کی بات ہے۔ یا تو کوئی خواہش Locate کر لو۔ اپنے اندر آپ کی خواہش ہے اور Locate بھی آپ ہی نے کیا۔ اگر وہ پوری فرما دے تو اس کے بعد ہر خواہش حرام ہو جائے گی۔ پھر ہم اس خواہش کو سکون قلب سے متعلق کرتے ہیں کہ اگر یہ ہماری' پہلی' آخری' ابتدائی' انتہائی خواہش پوری ہو جائے تو سکون قلب مل جائے گا۔ اگر آپ وہ خواہش دریافت کر لیں اور پوری نہ ہو تو بھی سکون قلب مل جائے گا۔ جب تک وہ اصل خواہش آپ نے دریافت نہیں کی ہے' جتنی مرضی اور خواہشات دریافت کرتے رہو' سکون قلب نہیں ملے گا۔ سکون قلب ہے ایک واحد خواہش کا دریافت کرنا جس پر باقی تمام خواہشات قربان ہو جائیں۔ اُسے ضرور دریافت کر لینا! اگر وہ دریافت کر لی تو خواہش پوری ہو جائے تب سکون قلب ہو گا اور نہ پوری ہو تب سکون قلب ہو گا۔ گویا سکون جو ہے وہ اپنے اندر پھیلاؤ کی خواہش کو سمٹانے کا نام ہے۔ اس لیے پھیلاؤ جو ہے اس کو سمیٹا جائے۔

ہم بعض اوقات نیکی کے نام پر بے سکون ہو جاتے ہیں۔ ''میں تو نیکی کے لیے مسجد بنا رہا ہوں' اس کے لیے اینٹیں درکار ہیں' گارا چاہیے''۔ اب یہ مسجد کے نام پر پریشان ہے۔ مسجد اللہ کی' انتظام اللہ کا اور اپنی ہستی کے اندر رہ کے ہستی سے باہر تو اپنے آپ پر بوجھ

ڈال رہا ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ میں کسی انسان پر اس کی استعداد سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔ آپ کا کام ہی نہیں مسجد بنانا۔ آپ البتہ نماز پڑھ لیں۔ مسجد بنانے کی ہمت نہیں ہے، نماز کی تو ہمت ہے، تو آپ وہ پڑھ لو۔ اگر بہت قیمتی کپڑے نہیں ہیں تو عید نماز سادہ کپڑوں میں پڑھ لو۔ تو یہ اپنی استعداد کے اندر رہ کر کرو______

ایک سے بڑھ کے ایک خواہش Modern Man کو زندگی کے اندر یہ بڑی سزا ہے۔ اس کو جب بھی مارا، اس کی خواہشات نے مارا، خواہشات کے چابکوں نے مارا۔ وہ اپنے اندر یہ ایک ہنٹر بنالیتا ہے، اچانک نکال لیتا ہے، پھر اپنے نفس کو کہتا ہے کہ مار مجھے۔ نفس اسے خواہش سے مارتا رہتا ہے، نیکی کے نام پر بھی مارتا ہے۔ برائی کا تو عام آدمی کو بھی پتہ ہے کہ برائی کیا چیز ہے مگر اکثر یہ حجاب ہوتا ہے کہ نیکی کے نام پر اپنے آپ کو تکلیف میں مبتلا کر لینا، جس نیکی کا شعور نہیں، جس نیکی کی اجازت نہیں، جس نیکی کے سیاق وسباق کا پتہ نہیں، ایسی نیکی کا پرچارک بن جانا۔ دوسرے کا پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کیا کر سکتا ہے، تم اسے خواہ مخواہ اس کام میں لگا دیتے ہو جس کام کے لیے وہ بنا نہیں ہے۔ آپ سمجھتے ہیں کہ یہ نیکی ہے کہ کسان کو اس کے ہل چلانے سے منع کر دیا جائے اور اسے عبادت گاہ میں داخل کر دیا جائے۔ اس طرح تو تمام نظامِ عالم بھوکا مر جائے گا۔ آپ نے کتنی تبلیغ کی ہے مگر جو ہل چلانے والا ہے اس سے پوچھو کہ کیا آپ لوگوں تک کلمہ پہنچا ہے؟ آپ صبح شام تبلیغ کرتے ہو، لاؤڈ سپیکر بجاتے ہو، لیکن یہ پوچھو کہ ہمارے ہاں لوگوں میں سے کسی کو دعائے قنوت آتی ہے؟ کسی سے پوچھو کلمہ نمبر چار یا پانچ آتا ہے، گیارہویں سپارے کا کیا نام ہے؟ ویسے تو اسلام وارد ہوا پڑا ہے لیکن بعض اوقات لوگوں کو مبادیات کا بھی پتہ نہیں۔ اسلام کی تعلیم جو ہے، جس جس کے حق میں جو جو اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے، ملتا جا رہا ہے۔ باقی ساری کی ساری تبلیغ ہی ہے جو آپ کرتے چلے جا رہے ہیں۔ وہی ہے جو کچھ ہو رہا ہے۔ اس لیے جو مزدور مکان بنا رہا ہے وہ روزہ نہیں رکھ سکتا۔ اگر روزہ رکھے تو درمیان میں اسے Relief چاہیے مگر آپ آرام کرنے نہیں دو گے، کہو گے "دیہاڑی پوری کر"۔ مطلب یہ کہ آپ روزے کی عزت

کرو اور کہو چونکہ روزہ ہے لہٰذا تمہیں دن کے پیسے ملتے رہیں گے' رمضان شریف میں تو اتنا کام نہ کر۔ وہ روزہ رکھتا ہے یا نہیں رکھتا' آپ نے یہ کہنا ہے کہ میں نے کام پورا لینا ہے۔ آپ کو پتہ ہے کہ پورا کام پورے روزے کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اس کے اوپر یہ الزام تو نہ لگاؤ کہ تو نے کھانا کھا لیا' چائے پی لی' تُو تو بڑا بے ایمان ہے' کام چور ہے۔ تو مزدور کو کبھی کہتے ہو روزہ خور ہے' کبھی کہتے ہو تو کام چور ہے۔ تو آپ کو سکون کدھر سے ملے گا۔ سکون یہ ہے کہ پہلے آپ لوگوں کی کیفیت پہچانو' پھر اپنی کیفیت پہچانو۔ اگر ایک ایسی خواہش پیدا کر دی جائے جس کا تعلق دنیا سے نہ ہو لیکن عاقبت پوری ہو تو یہ سکون ہے۔ مثلاً حج کی خواہش ہو' میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ جس آدمی میں حج کرنے کی خواہش شدت سے ہے' اس کا حج ہو گیا۔ پرانے زمانے میں لوگ کہتے تھے میں یہاں ہوں' آپؐ وہاں ہیں مدینے میں' مدینہ دور ہے' ہند کی سرزمین ہے' میرے مولا بلا لو مجھے۔ یعنی کہ وہ جو خواہش ہے' خواہش بذاتِ خود کعبہ ہے۔ وہ خود ایک نیکی ہے۔ نیکی کی خواہش پوری نہ ہو تو بھی نیکی ہے۔ یہ اللہ کریم کا بڑا احسان ہے کہ نیکی خواہش میں آ جائے تو نیکی کہلاتی ہے اور بدی خواہش میں آ جائے تو بدی نہیں کہلاتی بلکہ بدی ہو جائے تب بدی کہلاتی ہے۔ اگر بدی ابھی خواہش میں ہے' اندر سے ٹوٹ پھوٹ جائے تو سزا نہیں ہے اور نیکی خواہش میں آ جائے تو نیکی ہو گی۔

کون سی خواہش ہے جو آپ کو سکونِ قلب دے گی؟ وہ خواہش جس کی Direction زندگی کے بعد کی ہو' جس کی ڈائریکشن دین کی ہو' جس کی ڈائریکشن عقیدت کی ہو' جس کی ڈائریکشن اللہ کی ہو' جس کی ڈائریکشن اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہو اور اگر وہ ڈائریکشن دولت کے حاصل کرنے کی ہو' رن کے اوپر اور رن' سنچری کے بعد ایک اور سنچری تو وہ سکون نہیں ہے بلکہ وہ ایک ابتلاء ہے' سزا ہے کہ آپ دوسروں کا پیسہ گنتے چلے جاؤ۔ دوسرے کون ہو سکتے ہیں؟ اولاد ہو سکتی ہے اور اولاد کی غلطیاں ہو سکتی ہیں کہ وہ دولت کو کہاں خرچ کریں گے' کیا کریں گے۔ اس لیے سکون جو ہے وہ ایک ایسی خواہش کا نام

ہے جوخواہش اللہ کی رضا پر قربان ہوا گر وہ پوری ہو جائے تب سکون ہے' پوری نہ ہوتو تب سکون ہے۔

آپ نے سوال کیا کہ سکون خواہش ترک کرنے کا نام ہے یا خواہش سیراب ہونے کا نام ہے تو سکون کا خواہش کے ساتھ تعلق کوئی نہیں ہے۔ سکون کا تعلق اللہ کے فضل کے ساتھ ہے' اس کی مہربانی کے ساتھ ہے' وہ جب کبھی کسی پر مہربان ہوتا ہے تو اس پر سکون نازل کر دیتا ہے۔ پھر انسان محسوس کرتا ہے کہ مجھ پر سکون آ گیا ہے اور خواہش کے اندر ٹھہراؤ آ گیا ہے۔ اس کو ٹھہراؤ میں سکون آ گیا ہے۔ تو زندگی کو اللہ کا فضل ماننے والا سکون دریافت کر گیا۔ جس آدمی کے پاس بہت سی دعائیں ہیں کہ کبھی اللہ مل جائے تو بہت ساری دعائیں پوری کرانی ہیں' اس کو سکون نہیں ملتا۔ دنیا کی دعائیں جو ہیں' اس میں سکون نہیں ملتا۔ وہ دعائیں جو دنیا سے متعلق ہیں ان میں سکون نہیں۔ جو آدمی کہتا ہے'' زندگی بڑی اچھی ہے' اللہ کا بڑا فضل' ہے لیکن ______ '' جس نے'' لیکن'' لگا لیا اسے سکون نہ ملا۔'' بڑی مہربانی ہے' پہلے بڑا فضل ہو گیا' بڑے واقعات ہیں لیکن ______ '''' لیکن'' بے سکونی کا نام ہے۔ اور'' اگر مگر'' بے سکونی کا نام ہے۔'' کاش'' بے سکونی کا نام ہے۔''Wish'' بے سکونی کا نام ہے Had it been اور Otherwise بے سکونی کا نام ہے If جو ہے بے سکونی کا نام ہے But بے سکونی کا نام ہے۔ یہ سب بے سکونی ہے ______ بے سکون زندگی جو ہے وہ مشروط زندگی ہے' شرطوں سے بھری ہوئی زندگی ہے۔'' کاش ایسا ہوتا تو کیا ہوتا۔ اگر اللہ تعالیٰ مہربانی فرما دیتا''۔ اس لیے میں پہلے بار بار بتا رہا ہوں' امیر غریب کی تقسیم نہیں ہے۔ تقسیم کس بات کی ہے؟ امیر وہ ہے جو اللہ کے فضل کو مانتا ہے۔ اس کا مطلب ہوا اصل سکون ہے اللہ کا فضل' اس کی مہربانی' اور یہ مہربانی کیسے محسوس ہوتی ہے؟ آپ تھوڑی دیر کے لیے اپنی محرومیاں نکال دو تو آپ کو بات سمجھ آ جائے گی۔ یہ جس Process سے انسان کی شروع ہوئی ہے' یہ ابتدا ہی آپ کی نہیں ہے' وہ زمین اللہ کی بنائی ہوئی ہے' بھوک اس نے بنائی ہے' پیٹ اس نے بنایا ہے' وہ کھانا پیدا کرتا ہے' تمہارے ہاں

بھوک پیدا کرتا ہے' کھانے کا شعور پیدا کرتا ہے' نظام عالم وہ چلا رہا ہے' تم ایسے ہی شور مچاتے ہو کہ بھوک لگی بھوک لگی حالانکہ بھوک لگانے والا کھانے کا انتظام کر چکا ہے۔ تو یہ سارا نظام اس کا اپنا پیدا کیا ہوا ہے۔ اس نے یہ آنکھ بنائی' آپ کہتے ہیں کہ آنکھ کی بینائی میں تھوڑی سی کمزوری آ گئی ہے اور جب کمزوری نہیں تھی تب کیا آپ نے اللہ کا فضل دریافت کیا تھا؟ ہر شے نے کمزور تو ہونا ہے اور آخر میں ختم ہو جانا ہے۔ جب نعمت موجود تھی تو کیا نعمت سے منعم کا سفر دریافت کیا آپ نے؟ اگر ایک نعمت ذرا کمزور ہو جاتی ہے تو آپ باقی نعمتوں کا شکر کر لو۔ جوں جوں عمر گزرتی جائے گی ایک ایک کر کے نقص پیدا ہوتا جائے گا۔ اس لیے جو نعمتیں محفوظ ہیں ان نعمتوں سے منعم کی راہ اختیار کرو۔ مقصد یہ ہے کہ عام آدمی اصل میں اللہ تعالیٰ کو دریافت نہیں کرتا ہے۔ کمال کی بات تو یہ ہے کہ جو اللہ' جو ذات آپ کے ہاں بیان ہو کر آ گئی' اس سے آپ کی ملاقات نہیں ہوئی۔ آپ سجدہ تو کرو گے' اللہ مسجود ہے سجدے کے لیے لیکن آپ بتاؤ کہ وہ ہے کہاں جو یہ سجدہ قبول کر رہا ہے۔ اگر یہیں موجود ہے' اتنا قریب ہے' آپ کے قریب وہاں پر ہے جہاں سجدہ کر رہے ہو تو تھوڑی سی دیر میں دور کیسے ہو سکتا ہے؟ کیا وہ اتنا پاس ہوتا ہے اور پھر دور ہوتا ہے۔ آپ سمجھتے ہو کہ جب آپ نماز پڑھتے ہو تو آپ کے قریب ہے اور جو بھائی نماز نہیں پڑھ رہا اس سے دور ہے یعنی میرے پاس ہے اس وقت کیونکہ میں سجدہ کر رہا ہوں اور جو ساتھ بیٹھا ہوا ہے اس کے پاس نہیں ہے۔ کیوں نہیں ہے! یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک کے پاس ہو اور دوسرے کے پاس نہ ہو' کبھی قریب آ جائے' کبھی دور چلا جائے۔ وہ اللہ ہے! آپ جن شعبوں سے' جن صفات سے اسے دریافت کرتے ہیں' یہی آپ کے ساتھ اس کا تعلق ہے۔ اب بات سمجھ رہے ہیں آپ؟ آپ زمین پر سجدہ کرو' سمجھو کہ آسمان قریب ہے' تو پھر سجدہ آسمان پر ہو گیا۔ آپ نے اپنے جسم کے اندر اسے دریافت کرنا ہے' اپنے دل کی خواہشات سے اسے دریافت کرنا ہے' اپنے ارادوں سے اسے دریافت کرنا ہے' اپنے اعمال سے اسے دریافت کرنا ہے۔ گویا کہ اس کی پہچان' اس کی دریافت' آپ کے عمل کا نام ہے۔ مقصد یہ ہے کہ یہ سب علم کا نام نہیں

ہے، عمل کا نام ہے۔ آپ کے دل کے اندر جو اللہ تعالیٰ کی محبت ہے، یہ سمجھو کہ وہیں کی ہے۔ اس نے کہا کہ میں شہ رگ کے قریب ہوں۔ اور وہ اتنا قریب ہے کہ ملتا نہیں ساری زندگی! شہ رگ سے قریب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اپنی شہ رگ میں سے دنیا کی ساری خواہشات کو نکال دو، خود بخود اس کا ڈیرہ نظر آجائے گا، پہچان ہو جائے گی۔ سکون کی بات دراصل یہ ہے کہ سکون کی تلاش اللہ کے فضل کی تلاش ہے اور اللہ ہی کی تلاش ہے۔ اس کا فارمولا نہیں ہے۔ اگر آپ کو خرچ کر کے اللہ کی راہ ملتی ہے تو اگر پیسے ہیں تو اس کی راہ میں خرچ کرو، سکون مل جائے گا۔ پیسے نہیں ہیں تو پیسے والوں کو معاف کر دو، انہیں برا نہ کہو۔ اگر آپ کے پاس پیسے نہیں ہیں، غریبی ہے، تو پھر ان کو برا کیوں کہتے ہو۔ اگر ان کے پاس زیادہ ہیں تو ان کی آزمائش پیسے میں ہو رہی ہے اور تمہاری آزمائش غریبی میں ہو رہی ہے۔ اس لیے وہ بات جو آپ کے بس میں نہیں ہے اس میں دخل نہ دو۔ جو بات بس میں ہے وہاں اپنی جواب وہی پوری کرو، سکون مل جائے گا۔ اگر دل اللہ کی یاد سے آباد ہو جائے تو وہ دل سکون والا ہے۔ اگر آپ کی نیت درست ہے تو سکون مل جائے گا۔ یہاں ٹھہرنے کی بجائے نکلنے کی خواہش پیدا ہو جائے تو سکون مل جائے گا۔ اگر آپ کا Option پوچھا جائے کہ یہاں ٹھہرنا ہے کہ جانا ہے، تو اگر جانا ہے تو سکون مل جائے گا۔ اگر وہ کہے کہ چلو واپس جانے کا وقت آگیا ہے تو واپس آجاؤ۔ جو کہے کہ ہم یہیں ٹھہریں گے تو سکون نہیں ملے گا اس کو۔ مطلب یہ کہ اللہ سے ملنے کی تمنا کی بجائے آپ کو یہاں ٹھہرنے کی تمنا ہوگی۔ وصال کے بغیر تو دوری ہے، یہ کیا تمنا ہوئی کہ یا اللہ اپنے پاس نہ بلانا۔ یہ تو دور رہنے کی خواہش ہے۔ پھر سکون کہاں سے ملے گا۔ یہ اللہ کے قرب میں ملے گا، اس کی یاد میں ملے گا، اس کے فضل میں ملے گا، خواہشات کے پھیلاؤ کو روکنے سے ملے گا۔ جس کو آپ نے اللہ مانا ہے، اس کو دل سے یاد کرو، اس کا ذکر کرو، جیسے بھی ذکر کرو، آپ کو سکون مل جائے گا۔ سکون کے بے شمار طریقے ہیں۔ بڑے فارمولے ہیں۔ اصل فارمولا یہ ہے کہ یہ دعا کرو کہ یا اللہ مجھے سکون دے۔ خواہش پوری نہ کرانا۔ خواہش پوری کرنے والا انسان اور ہوتا ہے اور خواہشات ایسی چیز ہیں کہ ایک پہاڑی پر

ایک اور پہاڑی رکھ دی اور پھر دھڑام سے ساری گر جائیں گی۔ کوئی ایسا آدمی نہیں جس کی خواہش کا سفر کا ہو' پہلے یہ خواہش پوری ہو' پھر یہ خواہش پوری ہو' وہ خواہش پوری ہو۔ گویا اللہ تعالیٰ کو آپ نے خواہشات پوری کرانے میں لگایا ہوا ہے۔ اللہ کی محبت کے لیے اگر تھوڑی دیر کے لیے آپ خواہشات چھوڑ دو تو وہ اصل خواہش پیدا ہو جائے گی۔ جس سے تم نعمتیں مانگ رہے ہو اس سے تم اسی کو مانگو۔ نعمتیں آپ کی اپنی ہو جائیں گی جب منعم آپ کے ساتھ ہے۔ سٹور سے کوئی چیز کیوں لیتے ہو' سٹور کی پرچی لے لو پکی اور یہاں سے صرف چند چیزیں نہ اٹھاؤ۔ دل سے خواہش کا چور نکال دو کہ میری دنیاوی خواہش پوری ہو جائے' ایک اور خواہش پوری ہو جائے۔ اس کے بعد دو تین خواہشیں رہ جائیں گی' پھر قصہ ختم' زندگی ختم ہو جائے گی۔ اس لیے سکون کے معنی کیا ہیں؟ اپنے آپ پر رحم کرنا۔ آزاد ہو جاؤ' جیسے مر گئے ہو زندگی میں۔ زندگی کی خواہش جو ہے اسے تھوڑی دیر کے لیے ترک کر دو' جب مر ہی جانا ہے تو یہاں کچھ بھی نہیں کرنا۔ میرے بعد کیسے چلے گی یہ دنیا؟ تیرے آنے سے پہلے کیسے چلتی تھی یہ دنیا۔ تیرے آنے سے پہلے' اخباروں میں لکھا ہوا ہے' تاریخوں میں لکھا ہوا ہے' یہ دنیا کروڑوں سال سے چل رہی ہے' پہلے بھی چل رہی تھی' تیرے بعد بھی چلے گی' تیرے ابا جی کے بعد چل گئی' تیرے بعد بھی چلے گی' پیغمبروں کے بعد بھی چل گئی' ولیوں کے بعد بھی چل گئی دنیا' والدین کے بعد چل گئی تو کیا تیرے بعد نہیں چلے گی۔ اس لیے یہ دنیا چلتی رہے گی۔ بچوں کا کیا ہوگا؟ ہوتا ہی رہے گا' پالنے والا پالتا ہی رہے گا' آپ اپنی جان بچاؤ۔ اس طرح بھی آپ کو سکون مل جائے گا۔ سکون کی تمنا ہے تو ضد نکال دو' غصہ نکال دو۔ خواہش نہ ہو تو غیر اللہ کی خواہش شرک کے قریب لے جاتی ہے۔ اس لیے خواہش کو ترک کر دو کیونکہ اس طرح پرستش ہو جاتی ہے۔ خواہش کے اندر یہ بڑی خوبی ہے کہ خواہش چلتے چلتے ایک قسم کا معبود بن جاتی ہے اور یہ پوری کی پوری شرک کی کہانی بن جاتی ہے۔ ''میری خواہش یہ ہے کہ میں نے سیاست کرنی ہے' یہ پرائم منسٹر کس قابل ہے' ہم اس قابل ہیں'' ہر آدمی سمجھتا ہے کہ میں اس قابل ہوں' تم کیا ہو میں ہی ہوں۔

ہر آدمی کے دل میں یہ خیال ہے کہ صبح اٹھوں گا تو میرا نام ہوگا۔ تو جو چل رہا ہے وہ نظام چلنے دو۔ تم اپنے آپ کو دیکھو کہ تمہارا کیا حال ہے' خیال کیا ہے' نیکی کیا ہے' پیسے کی تمنا' پیسے کا خیال حد میں رکھو' اپنے قد میں رہو' جب پیسہ نہیں تھا' تھوڑا تھا' اس وقت بھی تو زندگی بسر ہو رہی تھی۔ اب زیادہ ہو گیا تو کون سا زندگی کو سرخاب کے پر لگ گئے۔ مطلب یہ ہے کہ پہلے آپ کے بزرگ ہوتے تھے' چچا' ماموں سارے ہوتے تھے' کتنی رونق ہوتی تھی زندگی میں اور آپ نے ان سب کو نکال کر باقی کیا رکھ لیے؟ پیسے۔ بچوں کو آپ کا دم حاصل ہے' اس لیے بچوں کے لیے دعا کرو۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنا فضل کرے۔ ان کے لیے رابطے نہ بناتے پھرو کہ یہ رابطہ ہو جائے' دوکان میں نے لی ہے' ان کے لیے الاٹ کروا رہا ہوں۔ ان کے لیے ہزار ہا کروڑ ہا دوکانیں' شہر بھرے پڑے ہیں دکانداروں سے۔ وہ سارے تو مطمئن نہیں ہیں۔ اس لئے تو اگر سمجھتا ہے کہ کاروبار سے مطمئن ہو جائے گا تو کاروبار چلتے چلتے فرعون کے گھر تک بھی پہنچ سکتا ہے۔ انسان عام طور پر تنہائی میں' اللہ کی یاد میں' خاص طور پر درود شریف میں' اپنے حقوق و فرائض ادا کرنے میں' پیسے کی محبت سے باز رہنے میں' یہاں ٹھہرنے کی خواہش ذرا مدھم کرنے میں' لوگوں سے دھوکہ نہ کرنے میں' یعنی ان بڑی آسان باتوں کو اختیار کرنے سے سکون حاصل کر سکتا ہے۔ ایسی خواہش دریافت کرلو جو سب پر حاوی ہو تو باقی خواہشیں اس پر نثار ہو جائیں گی۔ تو کوئی ایسی بھی خواہش دل میں رکھ لو کہ میری یہ ایک خواہش ہے' جس پر باقی خواہشات قربان۔ وہ خواہش دریافت ہو جائے تو اس کا پورا ہونا' نہ ہونا دونوں ہی سکون کا باعث ہیں۔ جیسے میں نے کہا' دل میں شوق ہو تو حج کا شوق ہی حج ہے اور اگر شوق نہ ہو تو بیس بار حج کر کے آؤ۔ وہ حج پہ گیا تو وہی تھا اور وہ آیا تو ویسے ہی آیا۔ حج کرنے جیسے گیا ویسے آگیا۔ اگر دل کے اندر حج نہ ہو تو انسان حج نہیں کر سکتا۔ مدعا یہ کہ آپ جس طرف بھی چلیں' نیکی کی طرف چلیں۔

اب آپ باقی لوگ بولو _____ سوال کا جواب تو ہو گیا _____

سوال:

''ایمان سلامت ہر کوئی منگد اعشق سلامت کوئی ہو'' برائے مہربانی اس کی تشریح فرمادیں۔

جواب:

جب تک واردات نہ ہو''عشق'' ایک لفظ ہی ہے۔ عشق کہہ لو محبت کہہ لو اگر محبت محسوس ہو جائے تو پھر اس لفظ کا معنی بنتا ہے۔ مثلاً کچھ لوگ ہیں جو ایمان کے ساتھ عبادت کرتے ہیں۔ ان کے ایمان کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے اللہ کا حصہ اڑھائی فیصد نکال دیا۔ اڑھائی فیصد نکالنے کے بعد سائل آ گیا کہ دو کچھ اللہ کے نام پر۔ وہ کہتا ہے کہ میں دے چکا ہوں اللہ کے نام پر۔ سائل جتنا بھی زور لگائے' وہ جیب سے کچھ پیسے نہیں نکالے گا کیونکہ اس کا حصہ ایمان کا حصہ ہے عشق کا نہیں ہے۔ عشق ہوتا تو اس کے پاس زکوٰۃ کے لیے پیسہ نہیں ہوتا بلکہ پیسہ ہوگا ہی نہیں' یہ سائل کو دے گا یا اس کے ساتھ چلے گا۔ مطلب یہ کہ عشق کی بات اور ہوتی ہے' ہزار بار سوال ہو وہ ہزار بار دے دے گا۔ ایمان والا کہے گا کہ میں نے پوری پانچ نمازیں پڑھ لی ہیں اب اس کے بعد میری ڈیوٹی ختم ہوگئی ہے۔ جن کو محبت ہوتی ہے وہ عبادت کرتے ہی رہتے ہیں۔ روایت چلی آرہی ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے پوچھا کہ تمہیں سمجھ آگئی ہے کہ ایمان کیا ہے؟ بولے اللہ پر ایمان رکھنا' فرشتوں پر ایمان' پرانی کتابوں پر ایمان' آپؐ پر نازل کتاب پر ایمان' پیغمبروں پر ایمان ______ یہی ایمان ہے۔ ایک آواز آئی کہ ہمیں تو یہی سمجھ آئی ہے کہ ایمان بھی آپؐ پر نثار ہے۔ اب یہ اور بات ہے۔ دل سے پوچھو تو ایمان بھی آپؐ پر نثار ہے۔ تو عشق کی بات اور ہے۔ اللہ پر جان دینے والا شہید ہوگا' اسلام پر جان دینے والا بھی شہید ہوگا اور پھر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر جان دینے والا بھی شہید ہوگا۔ دوسرا شاید نہیں مانے گا۔ خالی ایمان سے یہ بات سمجھ نہیں آتی۔ اس بات کو یوں سمجھو' ایمان سب کلمہ پڑھنے والوں کا ایمان ہے۔ اب یہ دیکھو کہ کربلا کے اندر یزید اینڈ کمپنی مسلمان ہیں' ایمان والے ہیں مگر

عشق والے نہیں ہیں۔ اب ایک طرف نماز پڑھی جارہی ہے' امام پاکؑ نماز پڑھا رہے ہیں اور دوسری طرف بھی لوگ نماز پڑھ رہے ہیں۔ فرق دیکھ لو کیا ہے؟ عشق کی نماز اور ہے' خالی ایمان کی نماز اور ہے۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے غلام یزید نام رکھا ہوا ہے' یزید کو شہید کہتے ہیں' یزید کو رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ مثلاً کچھ لوگوں کا یہ کہہ دینا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم بالکل ہماری طرح بشر ہیں' کہتے ہیں اس میں ایمان کی رُو سے تعجب کی بات نہیں' اس کے پیچھے بھی ایمان کی سند ہے۔ بشر مثلکم ٹھیک ہے' لکھا ہوا ہے مگر یہ کب کا واقعہ ہے؟ جب لوگ متاثر ہوئے اور غور کیا کہ ہمیں بات سمجھ آنے لگی ہے کہ آپ ہی وہی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا وہ نہ سمجھ لینا مجھے۔

جب تک محبت نہ ہو بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیج رہے ہیں جبکہ اللہ کے ہاں ساری کائنات برابر کی ہے۔ آپؐ پر درود کب سے کب تک بھیجیں گے؟ یہ بات ایمان کی نہیں' عشق کی بات ہے۔ اس لیے ایمان کی سلامتی عارضی ہے۔ بات سمجھ میں آئی؟ یہ عین ممکن ہے کہ ایمان صحیح ہو اور اپنا کام صحیح نہ ہو' آواز دینے والا اللہ کا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہو اور جواب دینے والا یہ کہے کہ میں نفل پڑھ رہا ہوں۔ عشق نہ ہو تو آپ اس آواز کے سامنے اونچی آواز نکال سکتے ہو اور کہو گے کہ میں ٹھہر کے آؤں گا۔ بس تب سب اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ یعنی کہ وہ ایسی ذات گرامی ہے کہ ان کے سامنے اونچی آواز نکالنا اپنے اعمال اور عبادات کو ضائع کرنا ہے۔ یہ ہے عشق کا مقام۔ عشق کی کم از کم ایک بات ضرور ہے کہ عشق اپنے دین کو بڑے ادب سے قبول کرتا ہے۔ شوق سے قبول کرنے سے عبادت شوق میں داخل ہو جاتی ہے۔ تو یہ سمجھو کہ عشق ہے عبادت کا شوق اور عبادت کی محبت۔ بات یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ اطاعت بھی ہو اور محبت بھی۔

سرمدؔ سگ تو بندہ تو عاشق تو

سرمدؔ آپ کا کتا بھی ہے' بندہ بھی ہے اور عشق بھی کرتا ہے۔ اللہ سے مانگ جو کچھ بھی مانگنا ہے۔ اگر اللہ اڑھائی فیصد لینا چاہتا ہے تو دے دو۔ اور اگر اللہ کہتا ہے کہ سب کچھ دے دو تو

وہ کہتا ہے، لے لو۔ یہ تو کہیں نہیں لکھا ہوا ہے کہ سب کچھ دے جاؤ میں اللہ ہوں لیکن یہ تو لکھا ہوا ہے کہ اڑھائی فیصد دے دو۔ شوق والے کہتے ہیں کہ ؎

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

یہ عشق والے کی بات ہے۔ اللہ کی طرف سے غریبی آجائے تو ایمان والے کہتے ہیں کہ اسلام کو استعفٰی دے دو۔ مقصد یہ کہ اگر عشق ہو تو اللہ جو کر رہا ہے وہ منظور ہے، ستم ہے تب بھی کرم ہے، کرم ہے تب بھی کرم ہے، وہ مجھے اس حال میں رکھ رہا ہے تو میں اس میں خوش ہوں اور مجھے اُس حال میں رکھ رہا ہے تو میں اس میں بھی خوش ہوں۔ میں نے تو راضی رہنا ہے، میں نے جی میں ٹھان لی ہے کہ وہ جس حال میں رکھ رہا ہے میں اس میں خوش ہوں۔ عشق والوں کا محبوب کون ہوتا ہے؟ محبوب اگر تقاضا کرے، کوئی چیز مانگ لے، پھر آپ شکر ادا کرتے ہیں کہ شکر ہے اس نے مانگ لی اور اگر وہ جان مانگ لے تو شکر ہے کہ اس نے مانگ لی۔ میرے محبوب، جان دینے والے آپ ہی ہو، تو پھر گلہ تو کوئی نہ رہ گیا۔ پھر آپ یہ نہیں کہتے کہ ٹھہر کر آئیں گے۔ ایمان والوں میں عام طور پر تذبذب ہوتا ہے، عشق والوں میں تذبذب نہیں ہوتا۔ ؎

عشق کی ایک ہی جست نے کر دیا قصہ تمام

اور یہ کہ ؎

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق

تو یہ بھی عشق کا مقام ہے۔ عشق جو ہے وہ سنتا نہیں۔ اسی لیے سلطان العارفینؒ فرماتے ہیں۔

؎ ایمان سلامت ہر کوئی منگدا عشق سلامت کوئی ہو

جو کہتا ہے کہ میں کھڑا ہوں، بات تو کر لوں، اسے کیا پتہ عشق کیا ہے۔ عشق جو ہے وہ محبوب کی آواز پر ہر حال میں لبیک کہنا ہے۔ یہ بڑے راز کی بات ہے۔ اس لیے کہتے ہیں کہ شریعت اور عشق میں تھوڑا فاصلہ پایا جاتا ہے۔ وہ عبادت اور طرح سے کرتے ہیں، کئی درویش ملے

عبادت کے بغیر مگر وہ تنہائی میں کر گئے تا کہ ان کا راز فاش نہ ہو جائے۔ عشق کے معنی جاں نثاری کر دینا اور انتہاء سے زیادہ کر دینا اور محبوب کی آواز پر لبیک کہہ دینا۔

سوال:

اہل باطن یا اہل عشق لوگ اتنے کم کیوں ہوتے ہیں؟ کیا ہم اہل ظاہر کو مانیں یا اہل باطن کو؟

جواب:

دین اسلام اللہ کا دین ہے۔ اے اللہ! آپ ہی قادر ہو' آپ ہی مالک کائنات ہو' پھر کیا وجہ ہے کہ آپ کی دنیا کے اندر لوگوں کی زیادہ تعداد اسلام میں داخل نہیں ہوئی جبکہ یہ دین سچا بھی ہے اور قدرت بھی آپ کے پاس ہے' پیسے آپ ان کو دے دیتے ہو جو نہیں ماننے والے اور بیچارہ مسلمان پریشان ہے' اس کی کوئی وجہ آپ بتاؤ۔ یہ بات لوگوں نے پوچھی اللہ سے۔ اللہ کریم نے اس کی وجہ یہ بتائی کہ آپ اس بات میں پریشان نہ ہونا کہ کون سی بات کثرت میں ہے اور کون سی قلت میں ہے۔ اس طرح باطن سب لوگوں پر آشکار ہے یا نہیں ہے' یہ پریشانی کی بات نہیں ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اگر اللہ کی مہربانی ہو جائے تو اہل اللہ اور اہل ظاہر میں کوئی فرق نہیں ہے' اور یہ دونوں الگ الگ طبقے نہیں ہیں۔ اہل ظاہر کی اگر اصلاح نفس ہو جائے تو سارے اہل باطن ہی ہوں گے۔ فرق اس لیے محسوس ہوا کہ کچھ عرصہ سے اہل باطن کے نام پر کچھ ایسے لوگ شامل ہو گئے جو ظاہر سے بالکل عاری تھے' اس لیے یہ راستہ رک گیا یعنی کہ نظامِ ظاہر کے قابل ہی نہیں رہے۔ کچھ ہندو تہذیب مل گئی' کچھ اور تہذیبیں مل گئیں۔ یہ تھا اہل ظاہر اور اہل باطن کا مسئلہ۔ سارے اہل باطن لوگ اہل ظاہر بھی تھے' جہاں بزرگوں کا نام آتا ہے' کسی بزرگ کا نام لو' مسجد پاس ہوگی' داتا صاحبؒ کو لے لو' خواجہ صاحبؒ کو لے لو' سارے کے سارے عبادت کے نظام کو پھیلاتے رہے تھے اور لوگوں کی تعلیم کرتے تھے۔ پھر یہ بات ہوگئی کہ کچھ خانقاہیں ایسی ہیں جہاں ظاہری عبادت نہیں ہوتی رہی۔ اس لیے یہ فرق پڑ گیا۔ اگر کوئی ایسا مقام مل جائے کہ ظاہر اور باطن

مل جائیں اور انتخاب کا موقع آ جائے تو ظاہر کو ترک نہیں کرنا چاہیے۔ عبادت کے نظام کو ترک نہیں کرنا چاہیے۔ باطن جو ہے اللہ کی مہربانی سے ملتا ہے۔ ظاہر کے نظام کو سختی سے کرنا' ماننا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کی ہوئی ہے ان لوگوں سے۔ یہ اچھی بات ہے۔ اس لیے پانچ نمازیں سب پڑھتے ہیں' دل کھول کر پڑھتے ہیں۔ لیکن باطن والے لوگ بہت کم ہیں۔ جس جس کو یہ شعور ہے یہ اللہ کی مہربانی ہے۔ سارے لوگ جو ہیں وہ پیسہ جمع کرنا پسند نہیں کرتے۔ کچھ لوگ خرچ کرنا پسند کرتے ہیں مگر ایسے بہت کم لوگ ہوں گے۔ اب ایسے لوگ بھی ہیں اللہ تعالیٰ نے جن کو کم مقدار میں رکھا۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ دراصل سچے انسان ایک ہی ہیں سارے' دین کے حوالے سے اچھی نیت والے ایک ہی ہیں' وہ اہل ظاہر ہوں یا اہل باطن ہوں' ایک ہی ہیں۔ مقصد سب کا رضائے الٰہی ہے۔ یہ جو درمیان میں ہے ناClass' بریلوی' دیوبندی والی' یہ درمیان میں غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ فضل کرے' بات ٹھیک ہو جائے گی یہ اللہ تعالیٰ کی بات ہے کہ باطن کن کن کو عطا کر دے۔ بلکہ ان کے خیال میں تو یہ بھی نہیں۔ مسلک الگ الگ ہیں تو بھی اکھٹے ہو جاؤ۔ ایک ہی مسلک بنالو۔ اللہ کریم نے جن جن کو جو رکھا ہوا ہے اُسے چھوڑ دو۔ اس میں منشاء اس کا اپنا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا۔ یہ آدمیوں کے اختیار میں نہیں ہے کہ تعداد کو بڑھا دیں یا قلت پیدا کر دیں۔ یا اہل ظاہر کو تبلیغ کر دے کہ دلوں کے ساتھ محبت کریں۔ جتنا جتنا کسی کو اختیار ملا اتنا اتنا چلے گا۔ اس میں کوئی فکر والی بات نہیں۔ اس کی مہربانی سے چل رہا ہے۔ اگر خواہش کا رخ' Direction اللہ ہے تو یہ خواہش من اللہ ہے۔ خواہش کا رخ اگر من اللہ ہے تو خواہش بھی من اللہ ہے۔ اگر خواہش یہیں کی یہیں رہ جاتی ہے تو یہ خواہش تمہاری اپنی ہے۔ اس کا مرکز جو ہے وہ نفس ہے۔ مرکز کو دریافت کرنا ہے کیونکہ خواہش تو صبح شام پیدا ہوتی رہتی ہے' پتہ ہے بزرگ لوگ کیا کہتے ہیں کہ دل' یہ دل ایک قسم کا خانہ کعبہ ہے جو اسلام سے پہلے والا ہے اور اس میں خواہشات کے بت پڑے ہوئے ہیں۔ انہیں توڑ کے تم آزاد کر دو تو پھر یہ کعبہ بن جائے گا۔ اپنے دل کے دروازے پر دربان بن کے بیٹھ جاؤ' اب اس میں خواہش آئی

ہے' خواہش کیا ہے؟ کہ ہم یہاں ترقی کریں گے۔ دنیا کی ترقی کی یہ خواہش نفس کی ہوسکتی ہے' یہ خواہش غیر کی ہوسکتی ہے۔ اگر خواہش یہ ہو کہ ہم زمین کے مالک کی طرف رجوع کرتے ہیں تو وہ خواہش اللہ کی طرف سے ہے' اللہ کی طرف سے آئی ہے' ادھر ہی جانا چاہتی ہے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون وہ خواہش جو ہے من اللہ ہے اور اللہ کا فضل چاہتی ہے۔ زندگی میں اللہ کی طرف سے آنے والی خواہش کی بہت کثرت ہوتی ہے۔ مگر انسان نظر انداز کرتا ہے' بھولتا رہتا ہے۔ اس کو معلوم کرنے کا آسان نسخہ یہ ہے کہ ٹھہرنے کی خواہش ہے تمہاری' انسانوں کی خدمت کرنے کی خواہش ہے اس کی' یہاں قوت حاصل کرنا تمہاری خواہش ہے اور خدمت کا جذبہ پیدا کرنا اللہ کی طرف سے ہے۔ بس وہ خواہشات جو بزرگوں کو' پیغمبروں کو اللہ کریم نے عطا کی ہے۔

یہ سن کر رحمۃ اللعالمینؐ نے ہنس کے فرمایا
کہ میں اس دہر میں قہر و غضب بن کر نہیں آیا

اللہ کریم نے کہا ہے کہ وہ اللہ ہے' پہلے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم بناتا ہے' پھر واقعات کی سیر و کرواتا ہے' افلاک کی سیر کرواتا ہے' سارے زمانوں کی سیر کرواتا ہے' حال کی' مستقبل کی۔ پھر اللہ بن جاتا ہے' یہ دیکھنے کے لیے کہ میں نے جو محبت کی ہے اس کے جواب میں کیا محبت ہے۔ اور جب وہ تکلیف کی وادی سے گزرے تو اللہ نے پوچھا کہ کہیں تو اب ان کا حشر کر دیا جائے۔ کیونکہ پہلی امتوں میں یہ ہوتا رہا ہے۔ مگر آپؐ نہیں مانے۔ رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی تاثیر بھی رحمت ہے۔ اللہ نے کہا کہ اگر آپؐ راضی ہو تو سب ٹھیک ہے اور پھر تاریخ نے دیکھا کہ ان کی اولادیں پوری کی پوری مسلمان ہوگئیں۔ یہ واقعہ ہوا حضرت نوح علیہ اسلام کے ساتھ' نہیں مانا لوگوں نے' ان کی تبلیغ ہوئی پوری نو سو سال' پھر حضرت نوح علیہ اسلام نے تجویز دی کہ مانتے نہیں' ہیں ان کو Destroy ہی کر دیا جائے۔ اللہ خالق ہے سب کا۔ اللہ نے کہا کہ اگر نہیں مانتے تو سب کو ختم کر دیتے ہیں۔ نہ ماننے والوں میں ان کا بیٹا بھی ہے۔ انہوں نے کہا اسے چھوڑ دیا جائے۔ کیوں بھئی؟ یہ میرا

بیٹا ہے۔ باقی اوروں کے بیٹے ہیں، وہ گئے تو اسے بھی جانے دو۔ جب نہ ماننے والوں کو بھیجا جا رہا ہے تو پھر نہ ماننے والوں سے کیا رشتہ داریاں ہیں۔ وہ رشتے دار نہیں جو نہیں مانتا۔ یہ واقعہ جو ہے نہ ماننے والوں کو سزا دلوانے کا واقعہ، آپؐ کی ذات واحد ذات ہے جنہوں نے نہ ماننے والوں کی سزا تجویز نہیں کی۔ یہ ہے ایک اور مزاج۔ جو پیغمبروں کے ہاں خواہشات رہی ہیں اگر اس قسم کی آپ کے ہاں پیدا ہو جائیں تو سمجھو کہ اللہ کی طرف سے ہیں۔ مثلاً ایک آدمی ظلم کر کے چلا گیا، بددعا کی تیاری ہو رہی ہے، اب طاقتور بددعا نکالنا چاہتا ہوں، پھر خیال آیا معاف ہی کر دوں۔ اب معاف کر دینے کی خواہش جو ہے جبکہ بددعا کی تیاری ہو چکی ہے، یہ خواہش اللہ کی طرف سے ہے۔ وہ خواہش جو پیغمبروں کی اطاعت میں ہے اللہ کی طرف سے ہے اور جس خواہش کا مقصد فرعونیت کی اطاعت میں ہو وہ آپ کے نفس کی بات ہے۔ خواہش پیدا ہوتی رہتی ہے اور اس خواہش کو پہچاننا زندگی ہے۔ تو آپ خواہش کو پہچانتے جاؤ کیونکہ خواہش آتی جائے گی۔ یہ جو خواہش ہے اگر یہ اصلی خواہش ہے تو اس کو آنے دو۔ مثلاً آپ خود ہی اپنے آپ کا جائزہ بن جاؤ کہ کون سی خواہش ہے جو پوری کرنے کے قابل ہے۔ ایک واقعہ ہے داتا صاحبؒ کا، آپ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم جا رہے تھے، کردستان کے علاقے میں پہنچے، کردستان کا ایک ڈاکو وہاں آ گیا، ہماری جماعت کا ایک امیر تھا جس کو ہم نے منتخب کیا تھا۔ ڈاکو نے آ کے کہا کہ جو کچھ ہے نکال دو۔ سب نے پیسے نکال دیئے۔ اس نے رکھ لیے۔ پھر ڈاکوؤں کے امیر نے کہا تلاشی لو۔ تلاشی لی گئی۔ ہمارے امیر کے پاس سے سامان نکل آیا۔ ڈاکوؤں نے سزا سنائی کہ قافلے کے امیر کو قتل کر دو۔ داتا صاحبؒ کہتے ہیں کہ تب میں نے مداخلت کی کہ یہ تو ہمارا امیر ہے، امیر قتل ہو گیا تو کیا بات رہ گئی۔ ڈاکوؤں نے کہا یہ کیسا امیر ہے جو ڈاکوؤں سے دھوکا کرتا ہے اور بچوں کا امیر جھوٹا کیسے ہو سکتا ہے! تب اس نے بتایا کہ ہم ڈاکو تو ڈیوٹی پر آئے ہوئے ہیں کہ لوگوں کو متوکل بنا کر بھیجیں۔

بات یہ ہے کہ آپ اس خواہش کو نکال دو کہ جمع مال و عددہ چھپ چھپ کر

خزانہ گنتے جانا ختم کرو۔ تنہائی میں بیٹھ کر نوڈس کرتے جانا ختم کرو۔ کسی کے خلاف تیز' تلوار' بددعا جیسی خواہش اگر دل میں ہے تو وہ ٹھیک ہو جانی چاہیے۔ آپ دل میں کہتے ہیں کہ دیکھو اس نے بڑا ظلم کیا ہے' میرا خیال ہے اس کا زندگی گزارنا مشکل ہوگا۔ یعنی اس کے لیے کسی برائی کا انتظار کرنا' یہ بددعا ہے۔ کیا آپ یہ کہہ سکتے ہو کہ یا اللہ میں کسی کے لیے برائی چاہوں تو اپنے لیے چاہوں۔ کیا ابھی ابھی دل سے یہ دعا مانگ سکتے ہیں کہ اگر میں کسی کے لیے برائی چاہوں تو اپنے لیے چاہوں۔ اب بات سمجھ رہے ہو؟ اگر اچھائی چاہو گے تو اچھائی ملے گی اور برائی چاہو گے تو یہ تمھارے اپنے لیے ہوگی۔ وہ خواہش جو کسی کے لیے برائی کی تمنا کرتی ہے یہ بھی کیا خواہش ہے۔ آپ کی اپنی جانب سے وہ خواہش جو جمع اور حاصل کی خواہش ہے' وہ خواہش جو ٹھہرنے اور طاقتور ہونے کی خواہش ہے' وہ خواہش جو فرعونی خواہش ہے وہ سب تمھاری طرف سے ہے۔ وہ خواہش جو اللہ کی طرف سے ہے وہ اللہ کی طرف لے چلے گی۔ ''لے چلی بوئے علیؑ سوئے علیؑ''۔ جدھر سے آئی ادھر ہی جائے گی۔ بس بات یہ ہے کہ اُدھر سے جو کچھ آئے گا وہ اُدھر ہی لے جائے گا۔ اُدھر سے آنے والی ہر چیز اِدھر نہیں رہنے دے گی آپ کو۔ خواہش کا مطلب ہے ایسی دعوت جو اُدھر لے جانے والی ہے۔ جدھر کی دعوت آئے گی ادھر آپ کا رخ ہو جائے گا۔ خواہش کے بعد اپنا رخ دریافت کر لیا کرو' پہچان لیا کرو کہ یہ خواہش کدھر سے آئی ہے۔ بس پھر خواہش کا علاج ہو جائے گا۔ خواہشات ہی کا تو خیال کرنا ہے۔ دنیا میں لمبی چوڑی عبادت کا مقام نہیں ہے۔ کتنی عبادت کرو گے ساٹھ سال میں۔ میں نے پہلے گن کر بتایا تھا کہ ساٹھ سال کی زندگی ہے' سوتے ہو تو نیند کی نذر بیس سال ہو گئے۔ پہلے بچپن کے کتنے سال جہالت کی نظر ہو گئے' بڑھاپا بیماری اور پرانی یادوں کی نظر ہو گئے' کچھ سال ہم بیچ دیتے ہیں رزق کمانے کے لیے' دوکان سامان دفتر وغیرہ' کپڑے بدلنے میں آپ کے تین سال لگتے ہیں' کھانا کھانے کے چار سال لگ جاتے ہیں' آپ کھانے کی ٹیبل پر پانچ سال کھاتے ہو' باقی بچ بچا کر آپ کے پاس تین چار سال رہتے ہیں' اس میں بھی ہزار کام کرتے ہیں۔ عبادت کتنی کرے گا

انسان؟ عبادت کا ایک لمحہ ہوتا ہے۔ایک سجدہ قبول ہو جائے تو پوری عبادت ہو جاتی ہے۔ ایک بات اللہ کو نامنظور ہو جائے تو آپ کی ساری زندگی ضائع ہوگئی۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی یعنی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایک کلمہ احتیاط بغیر کہہ گئے تو وہ لوگ مارے گئے۔اس ذات کے آگے کوئی بے احتیاط فقرہ نہ کہنا۔اللہ سے ڈرنا جو ہے اگر یہ ڈر قبول ہو گیا تو یہ عبادت ہے۔اللہ قبول کرے۔بعض اوقات تیری نماز بھی قبول نہیں ہوتی۔وہ تو اللہ ہے۔تمہاری نماز بھی ماری جائے گی۔اس لیے عبادت کی طوالت پر نہ جانا۔ ایک قبول ہو جائے تو سارا مدعا قبول ہو گیا۔ابھی ابھی ایک آدمی ملا' اس نے بات کی' آپ نے کہا میں اس کو دوست مانتا ہوں۔حالانکہ اس کے پیچھے اتنا بڑا ماضی ہے جو آپ نہیں جانتے اور اس کے آگے اتنا بڑا مستقبل ہے جو آپ نہیں جانتے۔وہ کون سا آدمی ہے جسے تم جانتے نہیں مگر دوست بنالیا ______ اب دوستی نبھاؤ گے۔اس طرح اللہ کریم جو ہے بعض اوقات آپ کی ایک ادا کو پسند فرما کر سرفراز کر دیتا ہے۔

حدیث شریف ہے کہ عین ممکن ہے کہ ایک شخص اور بہشت کے درمیان ایک بالشت کا فاصلہ ہو اور انسان دوزخ میں جا گرے۔عبادت غرور پیدا کرے تو مارے گئے' برباد ہو گئے۔گناہ عاجزی پیدا کر جائے تو شکر ہے' بچ گئے۔اس لیے کوئی پتہ نہیں اس کے فضل کا۔

ایک شخص تھے' ان کے بارے میں اعلان ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے مہربانی کر دی ہے' باطن میں داخل ہو گئے' ولی ہو گئے' سارے درویش گئے' السلام علیکم کہا۔بولے میں تو شرابی کبابی آدمی ہوں' کہاں سے ولی ہو گیا' مجھے کیوں بے وقوف بناتے ہو۔انہوں نے کہا کہ ہم خود ہی آئے ہیں' بے وقوف کیسے بنا سکتے ہیں' تیرے پاس کیا ہے جو اللہ نے ترقی دے دی ہے؟ بولے بات یہ ہے کہ رات کو ہم نے بہت شراب پی تھی' اسی حالت میں آ رہے تھے' سڑک پر ایک کاغذ گرا دیکھا' اس پر اللہ کا نام لکھا ہوا تھا' ہم نے کہا تیری زندگی میں نیکی کی کوئی گنجائش تو ہے ہی نہیں' کاغذ کو اٹھایا' اللہ کے نام کو خوشبو لگائی اور رکھ دیا سنبھال کے۔

انہوں نے کہا پھر اللہ کا جواب سن لے۔ ''تو نے میرے نام کو خوشبودار بنایا ہے' ہم تمہارے نام کو خوشبودار بنا دیں گے''۔ تو فرق یہاں سے محسوس کرو۔ اس لیے یاد رکھنا کہ چھوٹی سے چھوٹی بات کو کبھی چھوٹا نہ سمجھنا' چھوٹی نیکی کو کبھی چھوٹی نہ سمجھنا' چھوٹے گناہ کو کبھی چھوٹا نہ سمجھنا' چھوٹی لغزش کو کبھی چھوٹی لغزش نہ سمجھنا' چھوٹی نیکی کو کبھی نہ چھوڑنا۔ نیکی قبول ہو جاتی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کو دل میں راضی رکھا کرو۔ راضی رکھنے کا اصول بتاتا ہوں۔ طریقہ یہ ہے کہ اپنے آپ میں تنہا بیٹھ کر یہ سوچا کرو کہ کیا آپ اللہ پر راضی ہو؟ اللہ پر راضی وہ انسان ہوا ہے جس نے اللہ سے کچھ نہیں لینا' مانگنا نہیں۔ بس ہم راضی ہو گئے جی' ہم نے ہاتھ اٹھا لیے دعا سے۔ اگر آپ راضی ہو گئے تو سمجھ لو وہ راضی ہو چکا ہے۔ اللہ جس پر راضی ہوتا ہے اس کو اپنے پر راضی کر لیتا ہے۔ جو اللہ پر راضی نہیں ہوتے سمجھ لو اللہ ان پر راضی نہیں ہے۔ کبھی انسان آئینہ ہے' کبھی اللہ آئینہ ہے۔ اپنی کیفیت کے حوالے سے جو حالت ہے وہی کیفیت اللہ کی ہے۔ آپ کہتے ہیں یہ کیا ہے تو وہ کہتا ہے یہ کیا ہے' آپ قریب آتے ہیں تو وہ قریب آ چکا ہوتا ہے۔ تبھی آپ قریب آتے ہیں۔ آپ دور ہو گئے تب وہ دور ہو گیا۔ وہ دور ہو گیا تو آپ دور ہو گئے کبھی آپ Cause ہو اور وہ Effect ہے' کبھی وہ Cause ہے اور آپ Effect ہو۔ کبھی وجہ وہ نتیجہ آپ' کبھی نتیجہ وہ وجہ آپ۔ وہ دونوں باتوں میں راضی ہے۔ جو کچھ زندگی میں ہے' کمزوری' کمی بیشی' آپ راضی رہیں۔ آپ مکمل طور پر راضی ہیں تو آپ کا اللہ راضی ہے۔ جس پر اللہ راضی ہے اللہ اس پر راضی رہے گا۔ یہ بات تنہائی میں دریافت کرو۔ مثلاً یہ چیز اللہ نے بتائی ہے' کبھی آپ کے دشمن بنا دیئے تو اس کے دشمن بنانے کے عمل پر راضی رہو۔ کافروں کو بنایا' رزق بھی دیتا ہے' راضی رہو۔ اگر آپ کو اس کائنات پر اختیار مل جائے پانچ منٹ کے لیے' پانچ منٹ کے بعد جب آپ کائنات واپس کرو تو اس میں رتی برابر تبدیلی نہ ہو۔ یہ ہے راضی انسان کی خوبی۔ پانچ منٹ کائنات میرے قبضے میں رہی ہے اور جیسی تھی ویسی رہی ہے' میں نے اس میں دخل نہیں دیا' وہ بہتر جانتا ہے' ہم اس کے کام میں دخل نہیں دیتے۔ راضی رہنے والا انسان وہ ہے جو اس کے کام میں دخل نہ

دے۔ سمجھو کہ اللہ راضی ہوگیا۔ آپ راضی ہوجاؤ' اللہ راضی ہوجاتا ہے۔ یہ بڑی نشانی ہے۔ اپنی زندگی میں دیکھو۔ اصلاح کی کوشش ضرور کرو۔ جب تک شیطان کا لفظ قرآن میں ہے شیطان رہے گا۔ جو لفظ قرآن کے اندر ہیں وہ رہیں گے۔ کافر کا لفظ ہے' کافر رہے گا۔ مومن کا لفظ ہے' مومن رہے گا۔ ہم رہیں گے' وہ رہے گا۔ ایمانداری سے کوشش کرلو' اگر آپ کو اپنی بخشش کا یقین ہوگیا تو تنہائی میں غور کرو کہ کیا یقین مکمل ہے۔ پھر اپنے بھائی کو شامل کرنا چاہتے ہو؟ آپ کے دل میں بخشش کا یقین ہے۔ تو جو آپ کا سگا بھائی ہے' اس کو شامل کرنا چاہیے۔ اس کو اپنی بخشش میں شامل کرنا چاہتے ہو' بہشت میں شامل کرنا چاہتے ہو تو پہلے اپنے پیسے میں شامل کرلو' جب پیسے میں تم شامل نہیں کرتے' خالی بہشت میں شامل کرتے ہو' یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ اس میں زندگی کا احساس بھی شامل کرلو۔ سمجھ لو زندگی میں تم نے شامل کرلیا اور آخرت میں شامل کرلیا۔

صلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہ ونور عرشہ افضل الانبیاء والمرسلین سیدنا و مولٰنا حبیبنا و شفیعنا محمد و الہ واصحابہ اجمعین.

اٰمین برحمتک یاارحم الرّٰحمین.

4

1 یہ جو مولویوں کے آپس کے جھگڑے ہیں یہ بہت پریشان کرتے ہیں؟

2 نماز جماعت کے ساتھ پڑھیں یا اگر گھر میں زیادہ توجہ حاصل ہو تو گھر میں پڑھیں؟

3 شریعت اور طریقت میں کیا فرق ہے؟

4 اپنے آپ کو صحیح کرنے کے لیے کیا کریں؟

5 آج کا معاشرہ اتنا ظالم ہو گیا ہے کہ اس میں نیکی نہیں ہو سکتی' ایسے میں ہم کیا کریں؟

6 دنیا میں ظالم بھی ہیں اور مظلوم بھی' ان کی پہچان کیسے ہو گی؟

7 اتنے فرقوں کی موجودگی میں صراط مستقیم کیسے پا سکتے ہیں؟

8 مردِ حق کی بڑی تلاش ہے' وہ کیسے ملتا ہے؟

سوال:

یہ جو لوگ آپس میں لڑتے رہتے ہیں، اس سے بڑی پریشانی ہوتی ہے۔ خاص طور پر مولویوں کے آپس کے جھگڑے ______

جواب:

لوگوں کے جھگڑے آپ کو پریشان کر رہے ہیں جبکہ آپ سے آپ کے اپنے بارے میں پوچھا جائے گا۔ آپ اپنے عمل کی اصلاح کرو۔

سوال:

نماز جماعت کے ساتھ بڑی فضیلت والی ہوتی ہے، اگر کسی کو اپنے حجرے میں زیادہ توجہ ہو تو پھر ______

جواب:

مطلب یہ کہ نیت اچھی ہونی چاہیے۔ آپ علیحدہ پڑھ سکتے ہو تو علیحدہ پڑھ لیا کرو۔ اگر تو اکٹھا پڑھنے سے نماز میں حرج ہو رہا ہے تو پھر بہتر ہے کہ آپ علیحدہ پڑھ لیا کرو۔ مقصد یہ کہ نماز ضرور ہونی چاہیے، علیحدہ ہو یا جماعت کے ساتھ، اس میں دقت والی کوئی بات نہیں ہے۔

سوال:

تسلیم میں سکون ہے یا کہ اس محفل میں ہے، اذہان میں جو تضاد ______

جواب:

دیکھو یہ غلطی کہاں سے ہو رہی ہے۔ ''ذہن'' کی بجائے لفظ ''اذہان'' استعمال کر رہے ہیں آپ۔ لفظ ''اذہان'' میں دِقت رہے گی۔ اپنے ذہن کی بات کرو یعنی آپ کا ذہن۔ آپ اپنے اللہ کو یاد کرو' آپ کے ذہن میں سکون آ جائے گا۔ اب دوسروں کو نہیں آ رہا تو دوسرے جانیں اور اُن کا کام جانے۔ پہلے آپ اپنے سکون کی تلاش کرو۔ گروہ بندی نہ کرو۔ گروہ دو ہی ہوتے ہیں' ایک خیر کا اور ایک شر کا۔ باقی درمیان میں منافقت ہی ہوتی ہے۔ منافقت دونوں طرف مقبول ہونا چاہتی ہے' خیر میں بھی مشہور ہے اور شر میں بھی مشہور ہے' اُس کو چھوڑ دو۔ آپ یہ دیکھو کہ خیر والے لوگ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ رحماء بینھم ہونے چاہییں۔ پھر کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ جھگڑا کہاں پر ہے؟ جھگڑا جہالت کا نام ہے۔ سورج نے کبھی ثبوت نہیں دیا اور وہ اتنا ثابت شدہ ہے کہ اُسے روشنی کو ثابت کرنے کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے۔ آپ ہر بار اسلام کا ثبوت دیتے ہو' اللہ کے سچا ہونے کا ثبوت دیتے ہو۔ میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ اللہ کو ثابت کرنے والا بھی اُتنا ہی جھوٹا ہے جتنا اللہ کو نہ ثابت کرنیوالا۔ کیا سمجھے؟ اللہ ہے! وہ ثابت نہیں ہوتا لیکن ہے۔ صرف مانا جاتا ہے' ثابت کرنے والی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ یہ ثابت کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے زندگی دی ہے تو دوسرا کہے گا پھر زندگی لی کس نے ہے۔ جو بات ثبوت میں آتی ہے وہ اُس کے برعکس بھی آتی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کو ماننے والی بات ہے' جاننے والی بات نہیں۔ اللہ کا ثبوت نہ دو۔ لوگوں کو ایسی بات مت بتاؤ جو سمجھا نہیں سکتے۔ لوگوں کو ایک ہی ذات پر اعتماد کرنے کی تلقین کرو اور وہ ذات حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ ریفرنس وہی ذات ہے۔ اور اس ذات کے بے شمار پہلو ہیں۔ آپ لوگوں کو جو دِقت ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ آپ لوگوں کے پاس حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی آدھی زندگی کا ریکارڈ ہے باقی کی آدھی زندگی کا ریکارڈ ہی نہیں ہے۔ کون سی آدھی زندگی؟ آدھی زندگی جورات کی ہے' اُس کا ریکارڈ ہی کوئی نہیں۔ آپؐ کی شفقت کا ریکارڈ نہیں ہے تم لوگوں کے پاس۔ آپ لوگوں نے کہا کہ

جہاد کرو کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کیا تھا۔تلوار اٹھاؤ' کافروں کو' دشمنوں کو زیروزبر کردو۔ یہ آپ کبھی نہیں بتاؤ گے کہ آپؐ نے معاف کردیا۔

سوال:

شریعت اور طریقت میں کیا فرق ہے؟

جواب:

شریعت اور طریقت کا فرق یہ ہے کہ شریعت یعنی اللہ کی اطاعت' محبت کے ساتھ اطاعت کرنا طریقت بن جاتی ہے۔فرض کے طور پر عبادت کرنا شریعت بن جاتی ہے اور شوق میں عبادت کرنا طریقت ہے۔شوق میں مزید عبادت کرنا اور طریقت ہے۔آپ خود ہی بتاتے ہو کہ کربلا میں شہادتِ امام عالی مقامؓ کے بعد شہید کرنے والوں نے اللہ کی نماز پڑھی اور شہید ہونے والوں نے بھی نماز پڑھی۔یہ فرق ہے شریعت اور طریقت میں۔بات سمجھ آئی؟ شریعت کی نماز قاتل بھی پڑھتا ہے اور مقتول بھی پڑھتا ہے' ظالم بھی پڑھتا ہے' مظلوم بھی پڑھتا ہے' لیکن طریقت کے ذریعے دل میں بات آجائے تو آپ ظالم نہیں ہوسکتے۔آپ اپنا خیال رکھو' سب دنیا سے جھگڑا نہیں ہے۔

اور پوچھو_____ اب بتاؤ سوال کیا ہے_____ اپنا ذاتی سوال پوچھو

_____

سوال:

اپنے آپ کو صحیح کرنے کے لیے کیا کریں؟

جواب:

اپنے آپ کو صحیح کرنے کے لیے جتنا ممکن ہو سکے اللہ کے کہنے پر عمل کرو۔نہ عمل ہو سکے تو توبہ کرو۔جتنا ممکن ہو سکے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے پر چلو۔ناممکن ہو سکے تو توبہ کرو۔اپنے دور میں کسی انسان کی تلاش کرو' انعمت علیھم کے حساب میں۔کہیں مل جائے تو اس کا کہنا مانتے چلے جاؤ۔جو صفت آپ کے پاس ہے اللہ کی راہ میں خرچ

کر دو۔ صفت اگر علم ہے تو علم خرچ کرو۔ صفت اگر مال ہے تو مال خرچ کرو، مرتبہ ہے تو مرتبہ خرچ کرو۔ جو کچھ آپ کے پاس ہے اللہ کی راہ میں خرچ کر دو اور اِدھر سے اُدھر نکل جاؤ۔ بس جھگڑا یہاں ٹھہرنے کا ہے۔ نکلنے والے جھگڑا نہیں کرتے۔ اگر یہ پتہ ہو کہ تھوڑی دیر بعد سارے کے سارے بکرے ذبح ہو جائیں گے تو اب کیا لڑنا تم نے۔ جہالت لڑتی ہے، علم نہیں لڑتا۔

سوال:

آج کا معاشرہ اتنا ظالم ہو گیا ہے کہ اس میں نیکی نہیں ہو سکتی، ایسے میں ہم کیا کریں؟

جواب:

آپ کہتے ہیں کہ اتنا ظالم معاشرہ ہے کہ اس میں نیکی نہیں ہو سکتی اور اس دور میں بھی جہاں نیکی نہیں ہو سکتی، عبادت نہیں ہو سکتی، آج بھی آپ کو مساجد بھری ہوئی ملیں گی۔ دیکھا آپ نے؟ آج بھی آپ کو خانقاہیں بھری ہوئی ملیں گی۔ پھر یہ کہ سینما ہال بھی بھرا ہو ملے گا۔ مقصد یہ ہے کہ یہ اپنا اپنا Taste ہے، ہر چیز بھری ہوئی ملے گی۔ برائی کا راستہ جو ہے نیک ماحول میں مل جاتا ہے اور نیکی کا راستہ بھی بُرے ماحول میں مل جاتا ہے۔ اپنے سفر کی شرط ہے۔ انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے نیکی کا موقع ہی نہیں ملا۔ بدی نہ کرنا بھی بڑی نیکی ہے۔ بد ماحول میں، بدی کے مواقع میں اگر بدی نہ کرو تو یہ بڑی نیکی ہے۔ اس لیے یہ آپ گلہ نہیں کر سکتے۔ اگر یہ گلہ ہوتا تو پھر اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہوتا کہ 1988ء تک نماز پڑھو، اُس کے بعد چونکہ وقت مشکل ہو جائے گا اس لیے نماز کی رعایت ہو جائے گی۔ ایسا نہیں ہے۔ یہ جواب ہو ہی نہیں سکتا کہ جی حالات ایسے تھے۔ غریب کہے گا کہ میں غریب تھا، نماز نہیں پڑھتا تھا، مگر غریبوں کے پاس غریبی جواز نہیں ہے۔ دولت مند کے پاس اتنی دولت تھی، کہتا ہے میں کیا کرتا، نماز کا ٹائم نہیں تھا۔

اُس نے دین عطا فرمایا تمہیں جس نے زندگی دی ہے اور وہ بہتر جانتا ہے کہ

اِس زندگی میں یہ سب ہوسکتا ہے یا نہیں ہوسکتا۔ یہ ہوسکتا ہے! لہٰذا آپ دقت محسوس نہ کرو' پریشان نہ ہونا۔ آپ چلتے جاؤ______

ہاں جی آپ بولو______بولو______پوچھو______

سوال:

جناب ہم اللہ تعالیٰ کو قادر مطلق مانتے ہیں' الہٗ العالمین مانتے ہیں۔ ہم تک پہنچی ہے یہ بات' اِسے پھیلاتے ہیں لیکن اپنی طرف سے اُس کی بارگاہ میں عجز اور شکستگی پیش کرنے کے لیے کونسا بہترین طریقہ ہے؟

جواب:

دیکھو ایک طریقہ تو اُس نے بتا دیا کہ آپ اس کو بلند ماننا۔ علی العظیم' ربی الاعلیٰ یہ دونوں اسماء بلند ہیں۔ بلندی کا اظہار کرتے وقت آپ جھکے ہوتے ہو۔ اس سے بہتر کوئی اظہار نہیں ہے کہ اللہ کی بلندی یہ ہے کہ ہم سجدے میں ہیں۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں نا؟ آپ جب کہتے ہو سبحان ربی الاعلیٰ تو آپ کی حالت یہ ہوتی ہے کہ آپ سجدے میں ہوتے ہو۔ اس لیے اپنے عجز کے اظہار کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ اُس کی بلندی یا عظمت کے اظہار کے وقت آپ جھکے ہوئے ہوتے ہو۔ ایک طریقہ تو یہ ہے۔ دوسرے طریقے یہ ہیں کہ آپ اُس کے خوف سے کوئی ایسا کام زندگی سے نکال دو جو اس کی ناراضگی کا باعث ہوسکتا ہو۔ زندگی Pure کرلو۔ کوئی کام ایسا کرنا شروع کردو جو اللہ کے شوق میں ہو۔ یہ اظہار ہو کہ یہ کام فی سبیل اللہ ہم کرتے ہیں۔ کوئی کام اللہ کی خاطر کرو تو ساری زندگی اللہ کی خاطر ہوجائے گی۔ مثال کے طور پر آپ غور کرو کہ اگر یہ ہاتھ' ایک ہاتھ اللہ کے لیے رکھ دو تو سارا وجود ہی اللہ کے لیے ہوجائے گا۔ خود بخود باقی جگہ آہستہ آہستہ اللہ کے لیے ہوجائے گی۔ آپ گھر میں اللہ کے لیے ایک جگہ بنا لو تو آپ کا وہاں جانا' وہاں بیٹھنا' سارے کا سارا ماحول آہستہ آہستہ اللہ کے لیے ہوجائے گا۔ اگر آپ دل کو اللہ کے لیے رکھ دو تو اس میں خواہش اللہ کے علاوہ نہیں آئے گی۔ اب جو خواہشات ہیں وہ بتلا دو کیونکہ دل

کس کے لیے رکھا ہے؟ اللہ کے لیے۔ اب خواہش کیا آتی ہے؟ مکان بنانا ہے۔ ایک طریقہ یہی ہوا کہ آپ اس کے لیے اپنا کوئی ایک حصہ رکھ چھوڑو۔ کوئی Spot مقرر کرو جہاں اللہ کو آپ یاد کیا کرو۔ کچھ لوگوں نے اپنے عجز کا اظہار کیا' زندگی میں قبرستانوں کے قریب رہے۔ ایک یہ بھی عجز کا اظہار ہے۔ عاجزی کا اظہار یہ ہے کہ سائل کو پیسے دیئے' ساتھ ہی اس کا شکر یہ ادا کیا کہ تیری مہربانی کہ تو نے مجھے سخاوت کا موقع دیا۔ عجز یہ ہے کہ تو نے مجھے محسن بنایا' یہ تیری مہربانی ہے کہ مجھ جیسا بخیل آدمی محسن ہو گیا۔ اس کا بھی شکر ادا کرو۔ باقی اللہ تعالیٰ نے بے شمار طریقے بتائے ہیں۔ اس کے تکبر کو بیان کر کے اپنے عجز کا اظہار کرنا چاہیے' اللہ اکبر' یہی آپ کا عجز ہے۔ اُس کے آگے تکبر نہیں ہے۔ عجز لوگوں نے بیان کیا ہے کہ ''ہم ذرہ ہیں' ہم کچھ بھی نہیں ہیں''۔

سوال:

دنیا میں ظالم بھی ہیں اور مظلوم بھی ہیں۔ ظالم اپنا کام کر رہا ہے' مظلوم اپنا کام کر رہا ہے۔ ان کی پہچان کیسے ہو گی؟

جواب:

اس کی پہچان یوں ہے کہ ایک آدمی کے ساتھ ایسا واقعہ ہو گیا کہ وہ مظلوم ہو گیا اور کہتے ہیں کہ وہ دِلی کی شاہی مسجد کی سیڑھیاں چڑھنے لگ گیا کہ ظالم کا انتظام کیا جائے' انصاف کیا جائے' میں مظلوم ہوں' اس کا فیصلہ کیا جائے۔ اس کے شیخ نے آواز دی کہ جو تو تحقیق چاہتا ہے کہ دودھ پانی کی تقسیم ہو تو اس کے لیے ایک دن مقرر ہے' وہ دن مقرر ہے جب ظالم اور مظلوم الگ الگ تقسیم ہو جائیں گے' اُس سے پہلے یہ چلتا جائے گا' اس سے پہلے اپنی جان بچا! یہاں ظالم بھی رہے گا' مظلوم بھی رہے گا۔ تم خود دیکھو کہ تمہارے ہاتھ سے ظلم سرزد نہ ہو بلکہ مشورہ یہی دوں گا کہ ظالم ہونے کی بجائے مظلوم ہو جاؤ تو بہتر ہے۔ ظالم نہ ہونا۔ اس کی تحقیق کوئی نہیں ہے۔ اس کی پہچان کوئی نہیں ہے۔ چپکے سے چلتے جاؤ۔ اس کے لیے ایک وقت مقرر رکھا گیا ہے کہ یہ وہ وقت ہے کہ آج دودھ کا دودھ ہو گا'

پانی کا پانی ہوگا' چھپے ہوئے گناہ ظاہر ہو جائیں گے' مخفیات جو ہیں یہ مظہر بن جائیں گی۔ کون سا دن مقرر ہے؟ ذلک الیوم الحق ایسا دن آئے گا لمن الملک الیوم آج کس کی حکومت ہے؟ تو سارے کہیں گے للہ الواحد القھار قہار تو اس دن ہوگا جب انصاف کرے گا۔ اب تک تو رحم ہی ہے۔ رحم کرے تو وہ قہار نہیں کہلائے گا' انصاف کرے تو وہ قہار کہلائے گا۔ قرآن پاک میں ایک جگہ آتا ہے انا انذر نکم عذاباً قریباً یوم ینظر المرء ماقدمت یدہ ویقول الکا فر یلتنی کنت تراباً ہم تمہیں ڈراتے ہیں ایسے عذاب سے جو قریب ہے جب انسان دیکھ لے گا کہ اس کے ہاتھ نے آگے کیا بھیجا تھا اور کافر کہے گا کہ کاش میں مٹی ہوتا۔ جب تمہیں تمہارے اعمال کا نتیجہ مل گیا تو یہ عذاب ہوگا۔ گویا کہ اعمال کے نتیجے نے فروغ نہیں پانا بلکہ آپ کو اس کے فضل نے Accomodate کرنا ہے۔ اس لیے یاد رکھنا کہ کبھی اپنے عمل پہ بھروسہ کر کے' دلیر ہو کے نہ جانا' حساب کتاب زیرو ہوا پڑا ہے۔ اُس کے فضل کا حساب رکھو۔ اس لیے کبھی انصاف نہ مانگنا۔ یہ ایک عذاب ہوگا اس کا اپنا حساب ہے۔ ظالم کی' مظلوم کی تحقیق نہیں کرنی' بس آپ ظلم نہ کرنا۔ اپنا حصہ آپ چھوڑ دو اور دوسرے کا حصہ اسے دے دو۔ پھر بات آسان ہو جائے گی اور کوئی مشکل نہیں رہے گی۔

اور بولو_____

سوال:

یہ جو کہا گیا ہے کہ بشرھم بعذاب علیم تو کیا عذاب کی بھی بشارت یا خوش خبری ہوتی ہے؟

جواب:

بشارت لفظ ہے ''اطلاع'' کا۔ خوشخبری تمہارے لئے ہے' مومنوں کے لیے' جو نہیں مانتے ان کے لیے عذاب ہے اور یہ ان کے لیے کہا گیا ہے۔ قرآن پاک میں کسی جگہ مومنوں کے لیے دوزخ کا نام نہیں لکھا گیا' آپ نے سارا قرآن پڑھ لیا ہے۔

کافر بچ جائیں گے یا نہیں بچ جائیں گے' اصلی بچنا آپ کا ہے۔۔ سماج میں

انقلاب پیدا نہ کرو بلکہ اپنا انقلاب پیدا کرو۔

سوال:

اللہ تعالی کے احکامات کی بجا آوری اگر خوش دلی سے کی جائے تو بہت ہی مبارک بات ہے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بڑی بے دلی اور جبر کے ساتھ یہ سب کچھ ہوتا ہے۔ کہیں یہ بلا تو نہیں؟

جواب:

دیکھو اگر Willingly عبادت کی جائے تو یہ اس نے خود کرائی ہے اور اگر جبر میں کی جائے تو یہ آپ نے کی ہے۔ اور یہ اچھی بات ہے۔ حالات ساز گار نہیں ہیں اور پھر عبادت کی ہے نماز میں لطف بھی نہیں آیا لیکن فرض سمجھ کر آپ نے عبادت کی ہے تو یہ آپ کا عمل ہے، مستحسن ہے۔ وہ جو اس کا کیفیت دینے والا عمل ہے تو وہ تو ہر آدمی کرے گا۔ اللہ جس کو کیفیت دے دے وہ نماز پڑھنا شروع کر دے گا۔ ایک جگہ ارشاد فرمایا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر نماز کی افادیت کا پتہ چل جائے تو دنیا میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو نماز نہ پڑھے۔ یعنی افادیت آشکار ہو جائے تو آپ اس کو پڑھتے جاؤ گے۔ یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ نماز میں کیفیت فرض نہیں ہے، نماز فرض ہے۔ کیفیت اس کی مہربانی ہے۔ اس لیے جبر کے اندر جو آپ نماز پڑھ رہے ہیں تو وہ بھی نماز ہے۔ کہ ہم اتنے الجھے ہوئے تھے، پھر بھی ہم آ گئے۔

لوٹ آیا ہوں میں دنیا کے ویرانوں سے

بڑی بات ہے۔ اس لیے یہ اچھا ہے۔

سوال بولتے جاؤ ______ میں نے آپ کو ٹائم دیا ہے ______ پوچھو

سوال:

موجودہ دور میں صراط مستقیم آدمی کس طرح پا سکتا ہے جبکہ آج کل اتنے فرقے ہیں کہ آدمی ایک کے پاس جاتا ہے تو کچھ اور سیکھتا ہے، اہلحدیث اور کہتے ہیں، سنی کچھ اور،

شیعہ کچھ اور۔ کافروں کے پاس جاتا ہے آدمی' قادیانیوں کے پاس جاتا ہے تو وہ کچھ اور بتاتے ہیں۔

جواب:

آدمی کو ایک کام ضرور کرنا چاہیے' کہ جب تک Patient یعنی مریض شفایاب نہ ہو ڈاکٹر کی تلاش چھوڑنی نہیں چاہیے۔ ایک بات تو یہ یاد رکھو۔ پھر آپ یہ گلہ کریں گے کہ وہ ہومیو پیتھک ہے' یہ حکیم صاحب ہیں' یہ ڈاکٹر صاحب ہیں لیکن جب تک مریض صحت یاب نہ ہو ڈاکٹر کی تلاش ضرور رکھو۔ یہ بات سمجھ آ گئی آپ کو؟ دوسرا یہ کہ اسلام بڑا آسان مذہب ہے۔ جس دن اور جس وقت اعلان فرمایا گیا' اسلام دینے والے نے کہا کہ آج کے دن ہم نے تمہارے لیے دین کو مکمل کر دیا اور نعمت کی انتہا کر دی۔ جب دین مکمل ہو گیا تو یہ ایک خاص وقت ہے۔ اس کے بعد مکمل دین میں جو اضافہ کیا گیا آپ وہ نکال دو۔ مکمل میں اضافہ مکمل کے خلاف ہے۔ اور اس میں تخفیف بھی نہ کرو۔ قرآن پاک اللہ کا کلام ہے۔ اس میں ''خنزیر'' کا لفظ ہے' شیطان کا لفظ بھی موجود ہے۔ ''شہوات'' کا لفظ بھی موجود ہے اور علیٰ ہذالقیاس' ہر شے ہی موجود ہے لیکن ہے قرآن۔ مقدس اس لیے ہے کہ اس کا لکھنے والا یاد دینے والا اللہ ہے۔ اگر اس کتاب کا مصنف کوئی اور ہوتا تو یہ ملی جلی کتاب ہوتی۔ جب تک آپ خود سچے نہیں ہوتے آپ کے لیے سچ کی تلاش بے معنی سفر ہے۔ جب تک آپ کسی ایک کو سچا نہیں مانتے تب تک کسی کے راستے پر چلنا بے معنی ہے۔ اب دو چیزیں آپ کو کرنی ہیں۔ نمبر ایک کسی کو سچا مانو۔ اس کی تعریف کیا ہے؟ فرض کرو کہ وہ جھوٹ کہے تب بھی سچ ہے۔ ٹیچر بتاتا ہے کہ اس کو ایسے پڑھو' کہتا ہے اس کو ایسے کیوں پڑھیں؟ وہ کہتا ہے کہ اس کا فارمولا ہی ایسے ہے۔ تو آپ اس فارمولے کے عین مطابق پڑھو۔ استاد اس کو مان لو یا خود استاد بنو۔ جب ایک استاد نے الف سے آگے ب پڑھایا تو وہ کہتا ہے ملا جی الف کے بعد ب ہم نے نہیں پڑھنا۔

الف سانوں کلا نظر آیا
اسی ب نوں بنے لایا

یعنی ہمیں تو الف اکیلا نظر آیا ہے اس لیے ہم نے ب کو ایک طرف کر دیا ہے۔ اگر تم نے چاول نہیں دیکھے تو دو کاندار نے جو دیا تم وہ لے کے آ جاؤ گے۔ جو چیز لینے چلے ہو اس سے آشنائی ضروری ہے۔ اب دین میں فرق نہیں ہے' شریعت میں کہیں بھی فرق نہیں ہے۔ الیوم اکملت لکم دینکم کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ اللہ کو مالک مانو' پھر کہیں دقت نہیں ہے۔ کسی چیز کے اندر دقت نہیں ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر مانو' کوئی دقت نہیں آئے گی۔ اسلام کو مذہب مانو' کوئی دقت نہیں آئے گی۔ اپنے آپ کا بھی تھوڑا سا احترام کرو۔

میرا بھی احترام تیری بندگی کے ساتھ

چار دن بعد مٹی میں مل جانا ہے' کچھ تو خیال رکھ لو۔ ایک وقت کے بعد چلے جانا ہے۔ اب کہیں نہ کہیں اصلاح چاہیے۔ اصلاح کے دو فارمولے استعمال کرنے والا کبھی اصلاح نہیں کر سکتا۔ ایک فارمولے سے اصلاح ہوگی۔ ایک استاد بناؤ Any one۔ اب دیکھو اہلِ حدیث بھی ٹھیک ہیں' بریلوی حضرات بھی ٹھیک ہیں' اہل فکر بھی ٹھیک ہیں' اہل ذکر بھی ٹھیک ہیں لیکن وہ آدمی جھوٹا ہے جو اہل فکر میں بھی بیٹھتا ہے اور اہل ذکر میں بھی بیٹھتا ہے' بریلوی میں بھی بیٹھتا ہے' دیو بندی میں بھی' وہ آدمی جھوٹا ہے۔ یہ چاروں پانچوں طبقے اپنی اپنی جگہ پر درست ہیں۔ اگر کوئی چاروں میں بیٹھتا ہے تو وہ جھوٹا ہو جائے گا۔ اس لیے کہیں Settle Down ہو جاؤ۔ پھر آپ کو بات سمجھ آ جائے گی کہ زندگی کا میلہ کیا ہے۔ Try to settle down, somewhere پھر آپ پر بات آشکار ہوگی۔ اس کی مثال یوں دیتے ہیں کہ اندھوں نے ہاتھی دیکھا' اب بیٹھ کر موازنہ کر رہے ہیں۔ اندھے ہیں بے چارے' سونڈ والے نے کچھ دیکھا' جسم والے نے کچھ' جس نے پورا ہاتھی دیکھا وہ کہتا ہے تم ''جھلے'' ہو تم سارے سچ کہہ رہے ہو لیکن سچ اس سے بڑا ہے۔ اس لیے جس نے جتنا جتنا سچ دیکھا ہے اس کو اتنی اتنی سمجھ آ رہی ہے۔ آپ کوشش کرو کہ آپ ذرا Variety میں آؤ اور پورا سچ دیکھو۔ اور ان لوگوں کی زندگی کو آسان بناؤ' یہ بے چارے بدنیت نہیں ہیں' کچھ اپنی اپنی مجبوریوں

میں ہیں۔ آپ مسلمان لوگ ہو' یہ جاننے کی کوشش کرو کہ اصلی سچ کیا ہے؟ اللہ کے ساتھ تمہارا تعلق ہے' اللہ کے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمہارا تعلق ہے' قرآن پاک کے ساتھ تلاوت کا تعلق ہے اور زندگی کے ساتھ محبت کا تعلق ہے' اس کو لطف کے ساتھ گزارو' بحث نہیں کرو۔ پھر انشاء اللہ تعالیٰ مسئلہ حل ہو جائے گا۔ کسی ایک طرف لگ جاؤ' کسی ایک طرف۔

سوال:

اسی طرح اگر کوئی حق کی تلاش میں نکل جاتا ہے تو فرض کریں کہ وہ قادیانیوں کے پاس پہنچ جاتا ہے______

جواب:

آپ تو نہیں جاسکتے' آپ صرف بحث کر سکتے ہو۔ آپ ان کے پاس کبھی نہیں جاسکتے۔ جب آپ نہیں گئے تو آپ نہیں کہہ سکتے کہ فرض کریں میں ان کے پاس چلا جاتا۔ کیسے چلا جاتا' وہاں تو تم تھے ہی نہیں۔ ''فرض کریں میں ایکسیڈنٹ کی جگہ پر ہوتا تو مرجاتا وہاں پر''۔ لیکن تو وہاں تھا ہی نہیں' اب کیا کہتا ہے تُو قادیانیوں کے پاس نہیں گیا' تُو اگر وہاں جاتا تو کیا ہوتا؟ یہ ہے Imaginary Accident۔ ایسا Event۔ Which does not happen اگر Happen ہوتا تو اور چیز Happen ہو جاتی۔ لہٰذا یہ سب مفروضے ہیں۔ آپ نے اللہ کا سفر کرنا ہے' زندگی کے اندر کرنا ہے' چار دن کی زندگی ہے' اس کو زیادہ مبالغہ آرائی میں ضائع نہ کرو۔ عقیدت کا سفر ہے' آرام سے طے کرلو' انسانوں کے ساتھ Dealing اچھی کرلو اور ان کے ساتھ سلوک بہتر کرو۔ اللہ آپ پر بہت خوش ہے۔ اللہ اس طرح Deal نہیں کرتا جس طرح کہ لوگ کہتے ہیں۔ آپ سنی بن جاؤ' شیعہ بن جاؤ' سارے ہی چلتے آرہے ہیں' لیکن جھوٹا شیعہ بڑا جھوٹا ہے' جھوٹا سنی بڑا ''مکر'' ہے اور جھوٹا کافر بھی بڑی بُری شے ہے۔ سچا کافر بھی ایسا ہوتا ہے کہ اگر شکست کھا جائے تو کلمہ ضرور پڑھتا ہے۔ یہاں پر یہی ہوا' پہلے فقیر آئے' درویش آئے' کافروں سے مقابلہ کیا'

جوگیوں سے مقابلہ کیا' وہ شکست کھا گئے تو بولے سرکار اب ہم کلمہ پڑھیں گے۔ آج کا مسلمان دس مرتبہ شکست کھائے گا اور پھر بھی کلمہ نہیں پڑھے گا۔ کوئی منافقت والی بات آ گئی ہے۔ اس لیے آپ منافق نہ بننا۔ آپ ایک طرف چلتے جاؤ اور باقی لوگوں کے لیے دعا کرو' اچھا رستہ مل جائے گا خیر سے۔

سوال:

قرآن پاک کی ایک آیت ہے' اس کے مطابق ہر گروہ ہے جو اپنے Knowldege کے مطابق خوش ہے' صحیح ہے یا غلط ہے۔ لیکن ایک آدمی جو بی ایس سی یا ایم ایس سی کرتا ہے اسے عام طور پر اسلام کا پتہ نہیں ہوتا۔ وہ جب اسلام کی جستجو میں نکلتا ہے تو کس طرح کس کے پاس جائے؟

جواب:

دیکھو آپ قریب قریب ہو' اگر تھوڑی بات سمجھو تو سمجھنے کا آسان طریقہ بتاتا ہوں کہ سمجھانا نہ شروع کر دینا' یہ پہلی بات ہے۔ سمجھانے کی کوشش نہ کرو تو آپ سمجھنا شروع کر دو گے۔ کسی تلاش' کسی سفر' کسی ضرورت کی جب تک اندر سے Urge پیدا نہ ہو وہ بے معنی ہے' گمراہی ہے۔ اب آپ کسی کے کہنے پر سفر کر رہے ہو تو بات بے معنی ہو جائے گی۔ کسی نے کہا کہ بھینس بیمار ہے۔ بولا یہ دوائی پلا دو۔ اس نے دوائی پلا دی۔ بھینس مر گئی۔ اس نے کہا کہ یہ کیا دوائی پلا دی ہے' کہتا ہے میں نے بھی اپنی بھینس کو یہی دوائی پلائی تھی۔ پوچھا کہ تیری بھینس کا کیا بنا تھا؟ کہتا ہے کہ میری بھینس بھی مر گئی تھی۔ بات یہ ہے کہ تم کس کے کہنے پر اللہ کا سفر کر رہے ہو؟ یہ کوئی چھوٹا سفر نہیں ہے کہ بغیر دلیل کے اللہ کی تلاش میں چل پڑا۔ چھوٹی سی چیز لینی ہوتی ہے بازار سے تو پوچھتے ہیں کہ کیا کرنا ہے' کہاں جانا ہے' اس کے کیا انتظامات ہیں' کیا واقعات ہیں؟ اور آپ گھر سے نکل کر بی ایس سی سے پہلے بلکہ رزلٹ سے پہلے اللہ کی تلاش میں نکل پڑے کہ تھوڑا سا وقت ہے ابھی رزلٹ آنے میں۔ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ تو اللہ کو تلاش کرنے سے پہلے کم از کم کچھ تو محرم ہونا چاہیے' اور اپنی

ضرورت کےGenuine ہونے کا شعور ہونا چاہیے' اور پھر تیسری چیز یہ ہے کہ کوئی انسان آپ کے سامنے ایسا ضرور ہونا چاہیے جس نے اس سفر میں آپ سے پہلے راستہ طے کیا ہوا ہو۔ چوتھی بات ضرور یاد رکھنا کہ اللہ کے پاس جانے کے لیے جب بھی پہنچو گے انسان کے پاس پہنچو گے۔ اللہ کا سفر انسان پر ہی ختم ہوتا ہے۔ یہ راز کی بات ہے' بعد میں سمجھ آئے گی۔ یہ بات جان لو کہ کچھ حقائق تیس سال تک سمجھ آتے ہیں' کچھ حقائق چالیس سال کے بعد سمجھ آتے ہیں۔ کچھ حقیقتیں عمر کے ساتھ سمجھ آتی ہیں' ٹائم کے ساتھ سمجھ آتی ہیں۔ جس نے بیٹی بیاہی ہے اس کا واقعہ اور ہے' جس نے بیٹا بیاہا ہے اس کی کہانی اور ہے۔ یہ الگ الگ واقعات ہیں۔ اس لیے بڑے صبر کے ساتھ' بڑے تحمل کے ساتھ اس سفر کوConfusion سے بچانا۔ آپ اس کو جا کے دیکھو' دوسرے کو جا کے دیکھو۔ آپ اپنے لیے فیصلہ کرلو۔ یہ نہ ہو کہ آپ دیکھتے ہی رہ جائیں اور میلہ ختم ہو جائے۔ کہیں نہ کہیں وابستہ ہو جاؤ اور اپنا سفر جاری رکھو۔ باقیوں کو چھوڑ دو۔ کہیں نہ کہیں' جیسے جہاں مرضی ہو وابستہ ہو جاؤ۔ آپ ہمارے پاس تو ویسے بھی آسکتے ہو۔ آپ کہیں وابستہ ہو آؤ۔ ہو آؤ تو یہ بہتر ہے۔ گھبرانا نہیں ہے۔ بحث نہیں کرنی۔ دین میں بحث نہ کرو۔ خدا کوProve نہ کرو۔ مذہب پر بحث بند کرو۔ اسلام کوDiscuss کرنا بند کردو۔ اسلام علم نہیں ہے' اسلام عمل ہے۔ بس عمل کرتے جاؤ' کسی کو معاف کردو' کس سے معافی مانگ لو۔ کسی کی تھوڑی سی خدمت کردو' یہ عمل ہے۔ دھیان کرو' آسان سی بات ہے' گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ بہتر وقت آجائے گا۔

اب اور سوال پوچھو______ ہاں جی بولو!

سوال:

آج کل جو تبلیغ ہوتی ہے' کتابوں کے ذریعے یا لاؤڈ سپیکر سے' اس کا لب لباب یہ ہوتا ہے کہ دنیا کی زندگی بڑی مختصر سی ہے' اس کے بعد موت ہے' پھر آخرت ہے' آخرت میں ایک جنت ہے اور ایک دوزخ۔ آپ اچھے کام کریں تو آپ جنت میں جائیں گے نہیں تو دوزخ میں جانا پڑے گا۔ اب یہ والی جو تبلیغ ہے وہ ایک ماڈرن Thinking آدمی کو

اپیل نہیں کرتی۔ اگر تبلیغ ہم اس طرح کریں کہ اسلام میں آپ داخل ہو جائیں تو یہ زندگی آپ کی بڑی خوشگوار گزرے گی تو کیا یہ صحیح ہے یا غلط؟

جواب:

ایک درویش تھے، بڑے جید درویش، اور ان کے ایک مرید تھے۔ ان کے وہ مرید ایک یہودی کے پاس گئے کہ بھائی اسلام لے آؤ، بڑی اچھی بات ہو جائے گی۔ یہودی نے کہا اگر تو اسلام ہے تمہارے پیر والا تو ہم اس کے قابل نہیں ہیں اور اگر اسلام تمہارے والا ہے تو یہ ہمارے قابل نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ مبلغوں سے جان بچاؤ، تبلیغ سے اسلام کو بچاؤ، مسجدوں کو مولویوں سے بچاؤ، خانقاہوں کو پیر سے بچاؤ، استادوں سے علم کو بچاؤ، تباہی تو یہاں ہوئی ہے۔ اب آپ لوگ ذرا دھیان کرو اور اپنا رستہ سوچ کے طے کرو۔ تبلیغ نہیں کرنی ہے، اپنا رستہ لینا ہے۔ ایک جنت ہے، ایک دوزخ ہے۔ یہ آپ کو اللہ تعالیٰ بتا رہا ہے کہ جنت دوزخ ہے۔ کافروں سے تو اللہ نے بات ہی نہیں کی۔ کافروں کو آپ بتا رہے ہو کہ جنت دوزخ ہے۔ وہ تو خدا کو نہیں مانتے، خدا کی بنائی ہوئی جنت کو کہاں مانیں گے۔ کیا خداوند تعالیٰ Does God want to see everyone a muslim دنیا میں رہنے والے تمام انسانوں کو مسلمان دیکھنا چاہتا ہے؟ کیا خداوند تعالیٰ اپنی اس چاہت پر قادر ہے؟ کیا خدا کو کسی نے روکا ہوا ہے؟ کیا خدا کے پاس زمینوں اور آسمانوں کے خزانے نہیں ہیں؟ للہ جنود السموٰت والارض کیا مسلمان غریب نہیں ہیں؟ کیا مسلمانوں کے پاس پریشانیاں نہیں ہیں؟ اگر آپ کسی ہندو کو مسلمان کر لو گے تو بڑی سے بڑی بات یہ کہ اسے اپنا جیسا کر لو گے، بیمار، بیزار، پریشان۔ اور تم نے جو تبلیغ کر رکھی ہے اس کے مطابق تو مسلمانوں نے بھی جنت میں نہیں جانا۔ ''مرنے کا منظر، موت کے بعد'' وغیرہ۔ پتہ نہیں کیا سے کیا ہو جائے گا۔ کتاب والوں نے لکھا ہے کہ آپ لوگ دوزخ میں جاؤ گے۔ پھر آپ دوزخ میں جاؤ گے تو بندہ کہے گا کہ شکر ہے یار، میں نے تمہارا کہنا نہیں مانا۔ تو نے یہاں ہی آنا تھا تو اتنا ''اوکھا'' کیوں ہوا تھا۔

اس لیے تبلیغ کی بات نہیں ہے' یہ ایمان کی بات ہے۔ آپ یہ دیکھو کہ آپ کافر کو کیسے برداشت کر سکتے ہیں ۔ ہم نہیں برداشت کر سکتے ۔ اللہ تعالیٰ قادر ہو کر 3/4 مخلوق کو برداشت کرتا ہے' روز رزق دیتا ہے' اور تم برداشت نہیں کر سکتے' تم کیسے ہو بھئی ۔ پوری دنیا کے اندر 75 فیصد لوگ اللہ کو نہیں مانتے اور وہ ان کو رزق دیتا ہے کہ اچھا مان نہ مان' روٹی کھالے' یہ پیسے بھی لے لے' اور بھی واقعات کر لے ۔ اور تم سے یہ برداشت نہیں ہوتا۔ کہ ہم نہیں برداشت کر سکتے' یہ مشکل بات ہے۔ تو یہ واقعہ ہے۔

آپ برداشت کرو کیونکہ آپ کا مالک بھی برداشت کر رہا ہے۔ تبلیغ سے بچنے کی کوشش کرو۔ اپنی اصلاح کا سوچو۔ اللہ کا جن لوگوں پر احسان ہوا اگر ان کو انٹرویو کرو تو دیکھو گے کہ ایک آدمی کہتا ہے میری والدہ نے دعا کی تھی' اس لیے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسان کیا ہے ۔ اب یہ عبادت تو کوئی نہیں ہے ۔ ماں اس کے لیے صرف دعا ہی کر گئی اور وہ ولی بن گیا۔ ایسا ہوا ہے۔ کسی نے کتے کے پلے کو سردی میں بارش سے بھیگنے سے بچایا' گھر لایا' گرم کیا' ولی ہو گیا۔ میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ نماز والے بھی اللہ کے قریب ہو گئے' حج والے بھی ہو گئے' قرآن والے بھی ہو گئے' پیسے والے بھی ہو گئے' یہ بے شمار رخ ہیں اللہ کے قرب کے۔ راز کی بات یہ ہے کہ اپنے وجود کی کائنات' اختیار کی کائنات میں آپ نے اللہ کا کتنا حصہ رکھا ہوا ہے' اتنا ہی آپ اللہ سے لے لو۔ بس۔ اس کی کائنات میں تمھارا' تنا ہی حصہ ہے مثلاً ایک فیصد رکھا ہوا ہے' آدھا فیصد رکھا ہوا ہے یا صرف باتوں تک رکھا ہوا ہے۔ واللہ خیر الماکرین وہ پھر تمہیں اڑا کر رکھ دے گا۔ آپ خلوص سے اس کی طرف مائل نہیں ہوئے' مائل ہو جاؤ تو کائنات آپ کی ہے۔

ہاں جی اور سوال بولو_______پوچھو________

سوال:

تبلیغ سے بچو اور تبلیغ نہ کرو۔ اس بات کی سمجھ نہیں آئی۔

جواب:

جب تک تمہیں صداقت کا شعور نہ ہو تو تم صداقت کو بیان نہ کرو۔ جھوٹا انسان سچے قرآن کو بیان کرے گا تو تاثیر نہیں ہوگی۔ قرآن میں پہلے ہی وارننگ دی ہوئی ہے' ھدی للمتقین یعنی یہ کتاب ہے' متقی پہلے بنو' پھر یہ تمہیں ہدایت دے گی ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے۔ یضل بہ کثیراً و یھدی بہ کثیرا کتنے ہی لوگ قرآن پڑھ کر گمراہ ہوئے۔ قرآن سے لوگوں نے عمل نکالا' رمل نکالا' تعویذ نکالا' مسلمانوں کو تکلیف دینے کے لیے اس میں سے وظیفے نکالے' حساب نکالے' یاقہار اپنے بھائیوں کے راستے میں دیواریں بنائیں۔ ''اور ان کے سامنے بھی دیوار ہے اور ان کے پیچھے بھی دیوار ہے'' سورہ یٰسین میں ہے' و جعلنا من بین ایدیھم سداً و من خلفھم سداً وظیفہ پڑھ کے اندھا کر دیا۔ یہ سارے واقعات ہیں' اس لیے تبلیغ کرنے سے پہلے Understand کرو That you are a soldier of God سولجر آف گاڈ یعنی آنریری سولجر' پیسے مانگنے والا نہیں۔ تو آپ اللہ کے دین کو اللہ کے لوگوں میں فی سبیل اللہ پھیلاؤ۔ کب؟ Try to Know پہلے جانو۔ یہاں پہ Raw Material اٹھ کے کھڑا ہو جاتا ہے اور شروع ہو جاتا ہے۔

بندر کو کہیں سے ہلدی کا ٹکڑا ملا۔ کہنے لگا دوکان بناؤں گا۔ اب ہلدی کے ٹکڑے سے دوکان تو نہیں بنا کرتی۔ کچھ تو آپ بھی سوچو۔ اقبالؒ کا شعر سنو ؎

نالہ ہے بلبل شوریدہ تیرا خام ابھی
اپنے پہلو میں اسے اور ذرا تھام ابھی

پھر بات خود بخود نکلے گی' Spontaneous Eruption پھر تبلیغ خود بخود ہو جائے گی۔ تبلیغ اس وقت ہوتی ہے جب تمہارے آنسو Genuine ہو جائیں' مگرمچھ کے آنسو مرنے دو' جو آنسو بچ جائیں گے تب لوگ خود بخود تمہارے ساتھ آ جائیں گے۔ کوئی کسی کو مارنا چاہتا ہے' گالی دینا چاہتا ہے تو کہے گا تو نماز نہیں پڑھتا۔ اور کوئی طریقہ نہیں تھا' بس کہتا ہے تو نماز نہیں پڑھتا' تو گدھا ہے ____ وہ شخص تبلیغ کرے جس کو اپنی نماز کے منظور ہونے کی کم از کم

تھوڑی سی گارنٹی ہو۔اور جس کی نماز لوٹا کے اس کے منہ پر دے ماری جارہی ہے وہ کیا تبلیغ کر رہا ہے۔جس شخص کو جنت میں جانے کی اپنی تھوڑی سی گارنٹی ہو وہ جنت میں دوسرے کو لے جائے۔تیسری بات یہ کہ آپ جنت میں جس کو شریک کرنا چاہتے ہو اس سے آپ کو محبت ہو۔جبھی تو آپ کہو گے کہ اے میرے بھائی' پیارے بھائی' میں جنت میں جارہا ہوں' ''تسی میرے نال چلو' اور ثبوت کیا ہے پیار کا؟ اس کو تھوڑی سی دولت بھی دے دو۔کہتا ہے کہ دولت میں نہیں دیتا' جنت میں شریک کرتا ہوں۔تو یہ جھوٹا ہے۔یہاں شریک نہیں کرتے' یہاں اس کو دیتے نہیں ہو اور جنت میں اس کو مکان دے رہے ہو' یہ غلط بات ہے۔

اس لیے تبلیغ کی بات کیا ہے First of all, understand what you are going to preach نمبر دو' جس آدمی کو تبلیغ کرنی ہے' بے تعلق تبلیغ نہ کرنا۔بے تعلق تبلیغ کیا ہے'' صاحبان' مہربان' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ______ وغیرہ'' نہ میں نے جانا کہ وہ کون ہے اور نہ اسے معلوم کہ میں کون ہوں۔پھر سب چلے گئے۔تعلق ہونا چاہیے۔تعلق کے ساتھ اس کے کان میں Whisper کردے کہ بھائی یہ کام چھوڑ دو۔تو تبلیغ کیسی؟ مسلمانوں کو مسلمان بنانے کا شغل بند کردو۔یہ تبلیغ کا شارٹ سرکٹ ہے۔تیرا نام کیا ہے؟ ذوالفقار علی ہے۔تُو تو مجھے شیعہ لگتا ہے' کون ہو؟ مسلمان ہو' بسم اللہ۔لیکن یہ نہ کہنا کہ تو اور مسلمان ہوجا۔اپنے آپ کو دیکھ' اپنا جائزہ لے۔

اُودیاں اوجانے تو اپنی توڑ نبھا

پہلے تُو اپنے آپ کو دیکھ کہ تیرے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟ ولا تزر وازرۃ وزر اُخریٰ None will be allowed to bear the burden of anyone else کسی کو اجازت نہیں ملے گی۔اپنے بوجھ کو دیکھ کہ کیا بنا پڑا ہے تیرے ساتھ' کہیں قرآن کے دو لفظ پڑھ کر تبلیغ نہ شروع کر دینا۔'' صاحبان' مہربان' مجھے اللہ تعالیٰ نے دو عنایات دی ہیں' ایک تو میری یادداشت بڑی اچھی ہے' دوسرا' پتہ نہیں کیا تھا' وہ تو بھول ہی گیا ہوں''۔ایسا نہ ہو کہ دو آیتیں پڑھ کر شروع ہوجاؤ۔

نصیحت کیا ہے؟ اب تبلیغ نہ کرو۔ اور جس نے قرآن پڑھایا ہے زندگی بھراس کو یادرکھو۔ اشکرلی ولوالدی میرا شکرادا کروُ والدین کا شکرادا کرو۔ اور اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ جس نے اپنے محسن کا شکریہ ادا نہیں کیا اس نے میرا کیا شکرادا کرنا ہے۔ اپنے محسن کو تلاش کرو۔ یہ زندگی میں آسان راستہ ہے۔ جس نے تجھ پر احسان کیا ہے' کون ہے جس نے تجھے Bless کیا' بس اس کو تلاش کرو۔ اس کے نام سے کہانی شروع ہو جائے گی۔ بس تبلیغ بہتر ہو جائے گی۔ تبلیغ تعلق کے ساتھ ہے' محبت کے ساتھ ہے' بحث کرنے میں نہیں ہے۔ تبلیغ کو حکم نہ بناؤ' تبلیغ کو مشورہ نہ بناؤ' تبلیغ کو محبت ہی بناؤ۔ بس پھر مسئلہ حل ہو جائے گا۔ آپ بیمار کے پاس جا رہے ہو' اس کو دوائی دے دو' بس پھر وہ تمہارے دین پر آ گیا۔ خود ہی آ جائے گا۔ آپ یہ کرتے ہو کہ ایک آدمی کہتا ہے کہ میرا بچہ بیمار ہے' مجھے اس کے لیے کچھ پیسے چاہییں' آپ کہیں گے کہ پہلے کلمہ سناؤ' نماز پڑھو۔ اس کو پیسہ نہیں دے گا' قرآن پڑھائے گا' نمازیں پڑھائے گا' اس کا مسئلہ حل نہیں کرے گا۔ ایسی تبلیغ نہیں ہونی چاہیے۔ تبلیغ یہ ہو کہ اس کا مسئلہ بھی حل کرو اور اس کو ایمان بھی دو۔ چور کا ہاتھ ضرور کاٹو لیکن پہلے اس کا فاقہ کاٹو۔ اگر فاقہ نہیں تھا اور اس نے چوری کی ہے تو پھر اس کا ہاتھ کاٹ سکتے ہو۔

سوال:

مردِ حق کی بڑی تلاش ہے۔ لوگ کہتے ہیں یہ چھپے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ کیوں چھپے ہوئے ہیں' کہاں چھپے ہوئے ہیں______

جواب:

ایک آدمی نے کسی اور آدمی سے پوچھا کہ مردِ حق کی پہچان کیا ہے؟ اس نے کہا کہ کیا تو نے اسے شہید کرنا ہے؟ مردِ حق سے تیرا کیا تعلق ہے؟ مردِ حق وہ ہے اور تجھے اس سے کیا واسطہ۔ جب تک تو حق نہیں بنے گا مردِ حق تیرے لیے کچھ نہیں ہے' تو ذبح کر دے گا اس کو۔ نا آشناؤں نے مردانِ حق کو ہمیشہ شہید کیا ہے۔ تو اللہ کرے کہ تجھے مردِ حق سے آشنائی نہ ہو۔ یا مردِ حق تجھے اس وقت ملے جب تو حق آشنا ہو جائے تا کہ تو اس کے مقابلے

میں نہ آ جائے۔ اس لیے ذرا یہ دیکھو کہ سینگوں والا بیل پوچھے کہ مردِ حق کہاں ہے' شیر پوچھے کہ بکری کہاں ہے' تو بڑی پریشانی والی بات ہے۔ اس لیے مردِ حق کا اس وقت پوچھو جب حق آشنا بن جاؤ۔ تیری حق آشنائی کا انعام ہے مردِ حق۔ اس سے پہلے وہ ظاہر نہیں ہوتا۔ وہ اب سیانا ہو گیا ہے یعنی مردِ حق سیانا ہو گیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ہم ہمیشہ ذبح ہوتے آ رہے ہیں' اس مرتبہ ہم نے ذبح نہیں ہونا۔ آج کل وہ قابو نہیں آتا۔ جب بھی نظر آیا وہ شہید کر دیا جاتا ہے اور یہ لوگ فوراً پہچان لیتے ہیں کہ مردِ حق آ گیا ہے۔ کہتے ہیں مردِ حق کو ڈھونڈو' پوچھتے ہیں کہ کیا آپ مردِ حق ہیں؟ وہ کہتا ہے کہ اللہ کا فضل ہے۔ کہتے ہیں دیکھ تیرا انتظام کرتے ہیں' بعد میں مقبرہ بنا دیتے ہیں۔ اس لیے مردِ حق اب سیانے ہو گئے ہیں۔ کسی نے پوچھا آپ مردِ حق ہیں؟ کہنے لگے کہ ہم مردِ حق نہیں ہیں۔ آپ اسلام میں نہیں ہو؟ کہتا ہے کہ ہم تو یہودی لوگ ہیں۔ وہ چھپ کے ملے گا اور جب آپ سے اس کو خطرہ نہ رہا وہ پھر خود کو ظاہر کر دے گا۔ ورنہ آپ نے تو بڑے لوگوں کو ذبح کیا۔ جہاں کہیں اچھا سا جانور ہو آپ اس کو نہیں چھوڑتے' پکڑ لیتے ہو۔ کہیں بھی کوئی اچھی چیز ہو پنجرے میں بند کرنا آپ کا پرانا شغف ہے۔ اس لیے دعا کرو کہ مردِ حق آپ سے بچا ہی رہے۔ ویسے اگر آپ محبت سے کہہ رہے ہیں تو خدا آپ کو حق کے راستے پر چلائے۔ اس راستے کے بغیر مردِ حق نہیں ملے گا۔ حق کے راستے پر جو شخص آپ کو چلائے گا وہ مردِ حق ہے۔ آپ سمجھ رہے ہیں نا؟ کہیں ایسا نہ کرنا کہ آپ اس کے مقابلے میں کھڑے ہو جاؤ۔

سوال:

آج کل کے معاشرے میں بہت رشوت ہے اور اس کے بغیر جائز کام بھی نہیں ہوتے۔ ایسے میں کیا کریں؟

جواب:

مان لیا جائے کہ رشوت کے بغیر جائز کام بھی نہیں ہوتا' رشوت دینا ضروری ہے تو سوال کا یہ حصہ Clear ہے کہ جہاں دینے کا تعلق ہے' آپ نے مجبوری میں دے دیا اور

اپنا جائز رستہ لے لیا' اب آپ توبہ کرلو کہ اس کے بغیر چارہ ہی کوئی نہیں۔ جہاں لینے کا مقام آتا ہے تو وہاں اگر جواز دے رہے ہو تو غلطی ہے۔ آپ کبھی رشوت لینے والے نہ بنو۔ انشاء اللہ تعالیٰ پھر کبھی دینے والے بھی نہیں رہو گے۔ اگر رشوت لینے کو جواز بنا رہے ہو تو ایک اور کام کرو' رشوت اپنے معصوم بچوں کو نہ کھلانا۔ یہ لوگ برباد ہو جائیں گے۔ بس یہ نصیحت ہے۔ اولاد گستاخ ہو جائے گی' گمراہ ہو جائے گی' گنہگار ہو جائے گی۔ رشوت نہ لوئی ہے تو پھر بچوں کو نہ کھلاؤ۔ جہاں تک رشوت دینے کا تعلق ہے تو کہتا ہے کہ ویزہ نہیں لگ رہا تھا' کہاں جانا ہے؟ ''روزے دی جالی چم لین دے'' چل پھر محبت میں یہ ٹھیک ہے۔ سماج کے اندر اگر برائی ہو رہی ہے تو اسی سماج کے اندر نیک بندے بھی موجود ہیں۔ آج بھی سماج کے اندر برے لوگ موجود ہیں' آج بھی سماج کے اندر نیک لوگ موجود ہیں۔ اس گئے گزرے دور میں ہر چیز موجود ہے' آج بھی لوگ محبت سے نعت کہہ رہے ہیں' آج بھی قتل کرنے والے ہیں۔ یہ وقت نہیں آیا کہ نیکی پر راستہ بند ہو گیا ہے۔ اگر آپ نیک وقت گزارنا چاہو تو گزر سکتا ہے۔ جواز کوئی نہیں ہے۔ آج بھی آپ رشوت کے بغیر زندگی بسر کر سکتے ہو' رشوت کا جواز نہیں ہے' بسر کر سکتے ہو' کوشش کرو' بسر کرنے کے لیے توبہ کرو۔ دعا کرو کہ یا اللہ ہمارے لیے اپنا راستہ آسان فرما! راستے کی مشکلات دور فرما!

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ سیدنا و مولٰنا حبیبنا و شفیعنا محمد و الہٖ و اصحابہٖ اجمعین.

آمین ــــــــــ برحمتک یا ارحم الرّٰحمین

5

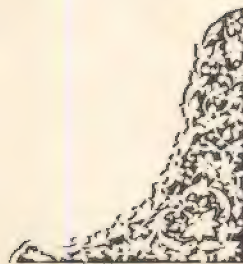

1 کیا جنت نام کی کوئی چیز اس دنیا میں مل سکتی ہے' بے شک اس میں
حوریں اور دوسری چیزیں نہ ہوں؟

2 موت سے پہلے موت کیا ہوتی ہے؟

3 تصورِ شیخ کی وضاحت فرما دیں؟

4 اللہ کا غیر اور اللہ کا دشمن' اس سے کیا مراد ہے؟

سوال:

یہ جو جنت ہے، بڑے دائمی سرور اور سکون کی جگہ، جو روز محشر حساب کتاب کے بعد اللہ تعالیٰ عطا کریں گے، کیا جنت نام کی کوئی چیز ہمیں اس دنیا، اس زندگی میں مل سکتی ہے، بے شک اس میں حوریں اور دوسری چیزیں نہ ہو؟

جواب:

اپنا سوال سوچ کے کیا کریں، یہ جو سوال ہے، اس سوال میں غلطی یہ ہے کہ ''جنت نام کی چیز''، ''جنت نام کا مقام'' تو ''نام'' کا لفظ بھی نکال دو۔ ماننے والے ایسا نہیں کہتے۔ جنت اور جنت نام کی چیز میں فرق ہے۔ زبان کے حساب سے کیا فرق ہے؟ ایک ہے جنت اور ایک ہے جنت نام کی شے۔ ''جنت نام کی شے'' میں بولنے والا، اپنے آپ کو تھوڑا سا لاتعلق محسوس کرتا ہے۔ مثلاً ''باپ نام کا آدمی'' اور ''باپ'' میں فرق ہے۔ ''باپ نام کا آدمی آیا ہوا ہے'' اور ''ابا آیا ہوا ہے'' میں فرق سمجھو۔ پوچھا آپ کیوں پریشان ہیں۔ کہتا ہے اُولاد نام کی کسی شے نے پریشان کیا ہوا ہے۔ ''اولاد'' میں اور ''اولاد نام کی چیز'' میں کیا فرق ہے، یہ مدنظر رکھو۔ اب سوال کیا بنا؟ جنت کا ایک مقام ہے جو اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا، پھر آپ نے جنت کی وضاحت کردی کہ یہ دائمی سرور کا مقام ہے۔ آپ نے کیسے وضاحت کرلی؟

سوال:

ہم نے کتابوں میں پڑھا ہے۔

جواب:

ٹھیک ہے! کتابوں میں جو مقام پڑھا ہے اس میں دائمی سرور ہے یا مقام حور ہے' اب اس میں سے آپ تلخیص کر رہے ہیں کہ اس میں حور بے شک نہ ہو۔ آپ کون ہیں ترمیم کرنے والے۔ لہٰذا آپ جنت کا اپنا تصور بنا رہے ہیں کہ اس میں سے حوریں نکال دو جی! کیوں نکال دو جی؟ یا یہ کہیں گے کہ اس میں کوئی شے ڈال دو۔ وہ کوئی مقام ہے' جو بھی ہے' جنت ہے' تو جیسی ہے' درخت بے شک نہ ہوں' دودھ کی نہریں جو ہیں' دودھ تو ہمیں راس نہیں آتا' ہضم نہیں ہوتا۔ اب یہ بیان کا مقام نہیں ہے۔ حوریں کیا کریں گی' وہ تو بچوں جیسی ہوں گی' ہم لوگ عمر رسیدہ ہوں گے' چلنے کے لیے لاٹھی چاہیے ہوگی' نہ یہ بات کرنے والی ہے' نہ یہ بات سمجھنے والی۔ اللہ کریم نے فرمایا کہ جنت دائمی شباب کا مقام ہے۔ جس یقین کے ساتھ آپ کو اعتماد ہے کہ آپ کو یہ مقام حاصل ہوگا' یہ یقین کیسے ملا؟ جب کہ جنت سے تعارف نہیں ہے' حاصل نہیں ہے' تو اس کا اعتماد کس بات پر ہے؟ جنت کے حاصل ہونے کی توقع اس زندگی میں' اس کے حاصل ہونے سے پہلے کیسے ہے؟ سوال تو یہ ہے کہ کیا ایسی جنت اس زندگی میں حاصل ہو سکتی ہے؟ جنت کی اگر تفصیل بیان کریں تو تفصیل تو آپ کو سمجھنے سے قاصر رکھے گی۔ تفصیل جیسے بیان ہوئی کہ اس میں نہریں ہیں' جس کو پیاس نہ ہو اس کو دودھ کی نہریں کیا کریں گی؛ سایہ دار درخت ہوں گے' پہلے اگر کوئی سردی میں ہے اسے سایہ دار درخت کی کیا ضرورت ہے؛ ٹھنڈے موسم ہوں گے' اور جو دھوپ کے انتظار میں بیٹھے ہیں وہ کیا کریں۔ وہاں پر بارشیں ہوگی اور جن لوگوں کو پہلے بارشوں سے نقصان پہنچا ہو وہ کیا سمجھیں گے اس بات کو۔ جنت کو سمجھنے کے لیے اس کا دیکھنا ضروری ہے اور سمجھنے کے لیے جنتی ہونے کی کیفیت کا ہونا ضروری ہے۔ جب تک جنتی ہونے کی کیفیت نہ ہو' آپ کو اس زندگی میں جنت کا مقام نہیں مل سکتا اور اگر جنتی ہونے کی کیفیت سمجھ آئے تو آپ کو یہ مقام یہاں ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ اگر یوں تعریف کر دی جائے کہ اللہ تعالیٰ کا تقرب جنت ہے اور اللہ تعالیٰ سے دوری دوزخ ہے تو یہ اس زندگی میں حاصل ہوتا ہے۔

سوال:

بڑا اچھا جواب ہے!

جواب:

مقصد یہ ہے کہ جو اللہ سے قریب ہے' وہ جنت میں ہے اور اگر یہاں سمجھ نہیں آتی کہ اللہ سے قرب کیا ہے تو جو اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہے وہ جنت میں ہے' جو آپؐ سے دور ہیں خود بخود دوزخ میں ہیں۔ تو عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنت ہے اور عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دوری دوزخ ہے۔ اس طرح آپ کو بات سمجھ آ جائے گی' جنت مقام کا نام ہے' خیال کا نام ہے' عمل کا نام ہے' حاصل کا نام ہے۔ جنت میں بے شمار چیزیں ہیں مگر سب سے بڑی بات یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار عطا ہوگا جو اس زندگی میں نہیں ہوتا۔ جن کو یہاں تقرب الٰہی حاصل ہو جائے ان کے لیے جنت ہی جنت ہے۔ پھر کہا گیا ہے کہ ''جنتین''،'' جنتان'' یعنی ایک نہیں بلکہ کئی جنتیں ہیں۔ اس لیے کہتے ہیں کہ جب موت سے پہلے موت کا مقام سمجھ آ جائے تو موت کے بعد ملنے والے انعام موت سے پہلے ملنا شروع ہو جاتے ہیں۔ جب تک مرنے سے پہلے نہ مرو تو مرنے کے بعد کا مقام آپ کو پہلے کیسے حاصل ہو۔ اس لیے جنت ملتی تو ہے مگر موت کے بعد۔ آپ اگر زندگی میں ہی موت کا مقام حاصل کر لیں تو جنت حاصل ہو جائے گی۔ تو وقت کو سمجھنے کے لیے وقت سے نکلنا پڑتا ہے۔ اتنی سی شرط ہے۔ جو یہاں سے نکل گیا' مقام پا گیا۔ دنیا میں رہ کر' دنیا کی محبت سے اگر انسان آزاد ہو جائے تو دنیا کے بعد کا نقشہ پا سکتا ہے۔ ایسا ہو سکتا ہے' جنت میں جانے والوں کو جنت کی بشارت دنیا میں مل سکتی ہے' یعنی جیسے عشرہ مبشرہ۔ جن کو جنت میں جانے کی بشارت مل جائے وہ یہیں سے جنت میں ہیں۔ ویسے یہ اللہ کی مہربانی ہے' جس کو جنت میں لے جانا ہو اس کا سفر یہیں سے آسان ہو جاتا ہے' یہ نہیں کہ اس کو یہاں عذاب میں رکھا جائے اور آگے جا کر جنت میں بھیج دیا جائے۔ جو یہاں تسلیم کر گیا' وہ جنت کا حصہ دار ہو گیا۔ پھر بزرگوں نے بہشتی دروازہ یہیں لگا دیا' یعنی بابا صاحبؒ نے۔ ایک بزرگ کو خواب

میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اس دروازے سے گزرا وہ جنت میں جائے گا۔ اعتراض کرنے والوں نے بابا صاحبؒ سے پوچھا کہ جنت تو بعد کا مقام ہے' یہاں کیسے؟ آپؒ نے فرمایا کہ جس کو یہاں سے دروازہ نہیں ملا تو آگے کہاں سے ملنا ہے۔ جنت کا دروازہ ادھر ہی ہے۔ ادھر نہ ملا تو آئندہ کہاں ملے گا' اچانک تھوڑی ہو جائے گا۔ جنت کی تمنا' جنت کا حصول ادھر ہی ہے' جو یہاں داخل ہو گیا وہی وہاں پہنچے گا۔

سوال:

یہاں تھوڑی سی وضاحت فرما دیں کہ موت سے پہلے موت کیا ہوتی ہے؟

جواب:

اتنا تو آپ نے سنا ہوا ہے کہ موت سے پہلے ایک مقام ہے موت کا ذائقہ۔ تو وہ ہوتا کیا ہے؟ اگر آپ تفصیل بیان کریں زندگی کی کہ زندگی کیا ہوتی ہے تو پھر آپ کو موت سے پہلے موت کا ذائقہ سمجھ آ سکتا ہے۔ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ آرزو سے نکل جانا' آرزو بھی فطری۔ یعنی خوشیاں حاصل کرنا' خوش نمائیاں حاصل کرنا' انعام حاصل کرنا' اگر اس تمنا سے انسان کسی طریقے سے نکل جائے تو کہتے ہیں کہ زندگی مرنے سے پہلے مر گئی۔ مقصد یہ ہے کہ اپنی آزادی کسی کی غلامی میں دے دی جائے۔ تو وہ مرنے سے پہلے مر گیا۔ کچھ سبق آپ کو یہاں سے سمجھ آ سکتا ہے کہ رمضان شریف میں آپ کھانا پینا ترک کرتے ہو' زندگی موت میں چلی جاتی ہے۔ اس طرح جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے وہ فطری موت مرنے سے پہلے اللہ کی راہ میں مر گئے۔ روحانی طور پر یہ ہے کہ اپنے آپ کو مکمل طور پر اس کی رضا کی تحویل میں دے دینا۔ یہ ہے موت سے پہلے مرنا۔ مطلب یہ ہے کہ ایک دریا کے کنارے ایک بزرگ تھے۔ اُن کو دوسرے درویش نے کھانا بھجوایا' کھانا کھایا' برتن واپس لوٹائے اور کہا اس کو جا کے میرا سلام کہنا اور اسے بتانا کہ وہ آدمی تجھے سلام بھیجتا ہے جس نے 'قسمیہ طور پر آج تک کھانا نہیں کھایا۔ کھانا کھانے کے بعد یہ بات ہوئی' پیغام لے جانے والا اٹک گیا۔ کہنے لگا کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ آپ نے میرے سامنے کھانا کھایا اور پیغام

یہ بھیج رہے ہیں۔اس نے جواب دیا میں نے آج تک سائل بن کر یا متمنی بن کر کھانا نہیں کھایا' نہ میں نے آج تک کما کر کھایا ہے' نہ منگوا کے کھایا' اس نے کھلایا ہے تو میں نے کھایا ہے۔ یہ ہے مرنے سے پہلے مرنے کا ایک منظر۔ یعنی اپنی ضرورت کو اس کی مرضی کے تابع کر دینا۔ ؎

اپنی منزل آپ جو طے کر گیا
وہ یہاں مرنے سے پہلے مر گیا

یہ اپنے وجود کی منزل ہوتی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ کھانا طاقت کا ذریعہ ہے۔ ایک مقام پر یہ بھی دین کے خلاف ہے یعنی کہ کھانا طاقت کا ذریعہ نہیں۔ طاقت کا ذریعہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے' چاہے تو کھانے کے ذریعے طاقت دے' چاہے تو کھانا کھانے کے بغیر طاقت دے۔ وہ کھلائے بغیر بھی طاقت دے سکتا ہے۔ ایسے ایسے واقعات آئے ہیں' لوگوں نے کئی کئی سال تک نہیں کھایا مگر طاقت موجود رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ جب آپ کو ایسی چیز عطا کرے کہ آپ کا وجود آپ کے قبضے میں ہو تو پھر نتیجہ وجوہات سے آزاد ہو جائے گا۔ جب نتیجہ وجوہات سے آزاد ہو جائے تو سمجھو کہ انسان موت سے پہلے مر گیا۔ نتیجہ ملا ہے' وجہ کوئی نہیں تھی' تو یہ مرنے سے پہلے مرنے کا مقام ہے۔ تو ایسے واقعات ہو سکتے ہیں کہ لوگوں نے اپنی مرضی کو اللہ کی مرضی کے تابع کر دیا' اپنی زندگی کو اس کے ماتحت کر دیا' اپنا زندہ رہنا اس کے فضل پر چھوڑ دیا تو ان کے لیے مرنا جینا برابر ہو گیا۔ یعنی روز مرتے ہیں روز جیتے ہیں' ایسا واقعہ ہو سکتا ہے۔ اس کے اور بھی پراسرار راز ہیں کہ درحقیقت مر جانا ہے اور پھر وہ زندہ ہو جاتے ہیں۔ اب یہ حقیقی مر جانا اور زندہ ہو جانا ایک عمل بھی ہو سکتا ہے اور ایک ''علامت'' بھی ہو سکتی ہے۔ فی الحال علامتاً بات سمجھ لی جائے کہ اپنی مرضی سے زندہ نہیں رہتے۔ ایک درویش کی کہانی ہے کہ ایک درویش فقیر بنا ہوا' سائل' کسی آدمی کے پاس گیا۔ دوکان میں بیٹھا تھا وہ آدمی' دوکان عطار کی تھی۔ صدا لگائی اللہ کے نام کی۔ عطار' جڑی بوٹیوں والے پنساری یا حکیم سمجھ لو' بہت مصروف تھے کہا مصروف ہوں' ٹھہر جا۔ تھوڑی دیر بعد پھر صدا لگائی' اس نے کہا ٹھہر جا۔

سائل کو غصہ آ گیا اس نے کہا ''تو اتنا مصروف ہے تو تُو مرے گا کیسے''۔ اس نے جواب دیا ''تو بتا تو کیسے مرے گا''۔ سائل نے کلمہ پڑھا' چادر بچھائی اور مر گیا۔ اتنی بات سے اُن کے اندر انقلاب پیدا ہو گیا اور وہ آدمی فرید الدین عطارؒ بن گئے۔ انہوں نے سوچا کہ مرنا تو بہت آسان ہے' اور ہم مر مر کے مرتے ہیں اور جی جی کے مرتے ہیں۔ یہ راز اُنھیں سمجھا گیا وہ سائل۔

ایک اور کہانی ہے موت سے پہلے مرنے کی۔ ایک آدمی نے طوطا رکھا ہوا تھا۔ طوطا باتیں کرتا تھا۔ اس آدمی نے کہا میں دور کے سفر پر چلا ہوں' وہاں سے کوئی چیز منگوانی ہو تو بتا۔ طوطے نے کہا کہ وہاں تو طوطوں کا جنگل ہے' وہاں ہمارے گرو رہتے ہیں' ہمارے ساتھی رہتے ہیں۔ وہاں جانا اور گرو طوطے کو میرا سلام کہنا اور کہنا ایک غلام طوطا' پنجرے میں رہنے والا' غلامی میں پابند' پابندِ قفس آپ کے آزاد طوطوں کو سلام کرتا ہے' پرنام کرتا ہے' آپ کی آزادیوں کو سلام کہتا ہے۔ سوداگر وہاں پہنچا اور اس نے جا کر یہ پیغام دیا۔ اچانک جنگل میں پھڑ پھڑ کی آواز آئی' ایک طوطا گرا' دوسرا گرا اور پھر سارا جنگل ہی مر گیا۔ سوداگر بڑا حیران کہ یہ پیغام کیا تھا' قیامت ہی تھی۔ اداس ہو کے چلا آیا۔ واپسی پر طوطے نے پوچھا کہ کیا میرا سلام دیا تھا۔ اس نے کہا کہ بڑی اداس بات ہے' سلام تو میں نے پہنچا دیا مگر تیرا گرو مر گیا اور سارے چیلے بھی مر گئے۔ اتنا سننا تھا کہ وہ طوطا بھی مر گیا۔ سوداگر کو بڑا افسوس ہوا۔ اس نے مردہ طوطے کو اٹھا کر باہر پھینک دیا۔ طوطا فوراً اڑ گیا اور جا کر شاخ پر بیٹھ گیا۔ اس نے پوچھا یہ کیا؟ طوطے نے کہا بات یہ ہے کہ میں نے اپنے گرو سے پوچھا تھا کہ پنجرے سے بچنے کا طریقہ بتا۔ اس نے کہا کہ مرنے سے پہلے مر جا۔ اور جب میں مرنے سے پہلے مر گیا تو پنجرے سے بچ گیا۔ اس دنیا کے قفس سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اس دنیا سے مر جا۔ فنا فی الذات اور بقا باللہ' اپنے آپ سے فنا ہو جا اور اللہ کی راہ میں بقاء حاصل کر۔ یہ ہے مرنے سے پہلے مرنے کا طریقہ۔ اپنے آپ سے فنا ہو جانا اور اللہ کی ذات میں باقی ہو جانا۔ جب تیری نسبت باقی کے ساتھ ہو جائے گی تو تو باقی ہو جائے گا۔

اب تیری نسبت فانی کے ساتھ ہے تو تُو فانی ہے۔ فنا سے نسبت اٹھا کے بقا میں لگا دے تو سب آسان ہو جائے گا۔

یہ راز سمجھ کہ خواہش ایک غلامی ہے چاہے تبلیغ کی خواہش کیوں نہ ہو۔ اکثر ہم لوگوں کے ساتھ نیکی کرنے میں اپنی انا شامل کر بیٹھتے ہیں چاہے فی سبیل اللہ ہی ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ انا ہو' مثلاً ایک شخص جو آپ کو نہیں مانتا' آپ کو اچھا نہیں سمجھتا' جب کہ دین کو اچھا سمجھتا ہے' آپ اس کے ساتھ اپنا تعلق کیسے معلوم کریں گے۔ ہم عام طور پر اپنے تعلق کے ساتھ ہی اللہ کا فضل مخصوص سمجھتے ہیں۔ ایک آدمی جسے ہم تبلیغ کرتے ہیں کہ تو اللہ کی راہ پر چل' اگر وہ ہمارے ساتھ تعلق نہیں رکھتا' ہمارے ساتھ ناراض ہے' تو اب ہم اسے اسلام کے نام پر برا بھلا کہتے ہیں۔ پہچاننے والی بات یہ ہے کہ اس کو اسلام کا اتنا پیغام دو جتنا اللہ کا حکم ہے کہ ایسا کرو۔ اسے اپنا ذاتی پیغام نہ دو یعنی دھمکانا' برا بھلا کہنا ______ یہاں سے پھر راستہ بنے گا کہ تم کس حد تک اللہ کے نام پر سفر کر رہے ہو یعنی اپنے آپ سے فنا ہونا۔ بس اپنی ذات کو شامل نہ کرنا۔ یہ چٹھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہے' پہنچانی اس کو ہے' ساتھ رسید نہ لو کہ تم کون ہو۔ ایک آدمی کہتا ہے کہ پیغام تو تم نے اچھا دیا ہے' ساتھ ہی تمہیں برا بھلا کہہ رہا ہے۔ اسے کہنے دو۔ وہ مبلغ جو ذاتی طور پر برا بھلا سننے پر تیار ہے' اللہ کا پیغام سنانے کے لیے سفر کر رہا ہے' وہ ہے اصل مبلغ۔

اپنی ذات سے فنا ہونے کا مطلب ہے اپنی خواہش سے فنا ہونا' اپنے ارادوں کو اللہ کے ارادے میں داخل کرنا' اپنی انا کو محفوظ کرنا اور ساری کی ساری خواہشات اللہ کے حوالے کرنا۔ تو انسان کی زندگی فنا سے نکل کر بقاء میں آسکتی ہے بشرطیکہ وہ موت سے پہلے مرنے کے لیے تیار ہو جائے۔ یہ بڑا مشکل ہے لیکن کوئی تیار ہو جائے تو بہت آسان ہے۔ مرنا تو ہے ہی آخر۔ مرنے سے پہلے مرنے کا راز ایسا ہے کہ جس نے سمجھ لیا وہ مر گیا اور جس نے نہ سمجھا وہ مارا گیا۔ بات صرف اتنی سی ہے۔ اس سے پہلے کہ آپ مارے جائیں' اپنی خوشی سے مر جاؤ۔

تاڑی مار اڈا نہ باہو اساں آپے اڈن ہارے ہو

بجائے اس کے کہ پکڑ کے لے جائیں' ایسے بن جاؤ کہ "وہ بلا رہا ہے تو ہم تو پہلے سے تیار ہیں"۔ اگر انسان ایسی تیاری کرے تو وہ زندگی اور یہ زندگی ایک ہی زندگی ہے۔ اور بچے اتنے پیارے نہ ہوں کہ ماں باپ سے زیادہ پیارے ہوں۔ اُدھر ماں باپ ہیں' اِدھر اولادیں ہیں' دونوں اپنے ہیں۔ یہاں بیٹھو تو اپنی اولادوں کے پاس بیٹھو' وہاں بیٹھو تو اپنے ماں باپ کے پاس بیٹھو' سب برابر ہیں۔ یہاں اللہ اور اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی یادیں ہیں' وہاں ان کا دیدار ہے۔ مسلمان کی سب سے بڑی خوبی یہی ہے کہ وہ زندگی سے پیار کرتا ہے اور موت سے ڈرتا نہیں۔ تو موت جو ہے یہ وصال کا ایک ذریعہ ہے ۔

موت کیا ہے حق سے بندے کو ملانے کا سبب
موت سے ڈرتے نہیں جو جاگتے ہیں نیم شب
روز اول سے یہی ہے زندگی کا سلسلہ
موت کیا ہے زندگی کا آخری اک مرحلہ
اپنی منزل آپ جو طے کر گیا
وہ یہاں مرنے سے پہلے مر گیا
لکھنے والے نے لکھا ہستی کی قسمت میں زوال
ہاں مگر باقی رہے گی ذات رب ذوالجلال

ایک چیز رہنی ہے' اللہ کا نام' باقی تو کچھ رہنا ہی نہیں ہے' رہنے دینا ہی نہیں اس نے۔ اس سے پہلے کہ شور مچا کے جاؤ' زبردستی سے جاؤ' اپنی مرضی سے تیار ہو جاؤ۔ وہ شخص جو ہر وقت تیار رہا اس کا وہ سفر بھی آسان ہے' یہ سفر بھی آسان ہے۔ پتہ چلا کہ بلا رہے ہیں' فوراً کہے گا کہ آ رہا ہوں۔ آنا سفر ہے' جانا سفر ہے' بھیجنے والے نے بھیجا کہ جا میلہ دیکھ آ' آ تو گیا مگر جب وقت ختم ہو گیا تو کہتا ہے کہ اب نہیں جاتا۔ جس طرح بچے شو دیکھ لیتے ہیں' اور ختم ہونے پر کہتے ہیں کہ ہم نہیں جاتے۔ تو مرنے سے پہلے مرنا زندگی کا راز پانے کے برابر ہے اور سچ پوچھو تو

آپ روز مرتے ہیں۔ رات کو آپ سو جاتے ہیں' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اسے پتہ نہیں کہ اس کی روح کدھر چلی گئی ہے اور کہتا ہے کہ میں ہوں' حالانکہ نہیں ہے۔ اور دیکھتا ہے خواب اور سمجھتا ہے سچ۔ خواب کے اندر کتنے خواب دیکھتا ہے۔ آپ کے پاس وقت نہیں ہوتا' شکر کرو کہ وقت نہیں ہوتا ورنہ پریشان ہی ہو جاتے کہ جو کچھ دیکھا ہوا ہے' اگر دوبارہ نہ دیکھو تو سارے کا سارا منظر نامکمل ہوتا جاتا ہے۔ کہیں نہ کہیں' کچھ نہ کچھ' ایک ایک کر کے رخصت ہوتا جا رہا ہے۔ کچھ آپ کے حالات' آپ کی صحت کے حالات' دوستی کے حالات' واقعات سب رخصت ہوتے جا رہے ہیں' واقفیتیں ختم ہو جاتی ہیں' دم توڑ جاتی ہیں۔ آج سے دس سال پہلے انسان اور تھا' بیس سال پہلے اور۔ اس طرح آہستہ آہستہ اور ہوتا جائے گا اور یہ واقعہ تو ہو کے رہے گا۔ بجائے اس کے کہ آپ تذبذب میں رہیں' تسلیم میں داخل ہو جائیں۔ تو تذبذب کو تسلیم کرانا موت سے پہلے مرنے کی بات ہے۔ یہ نصیب والوں کو عطا ہوتی ہے۔

سوال:

حضور! تصورِ شیخ کی وضاحت فرما دیں

جواب:

تصورِ شیخ کا مطلب یہ ہے کہ آپ جو بھی کام کر رہے ہیں' اگر شیخ موجود ہوتا تو وہ اس کام کو کیسا ہونا پسند کرتا۔ ایسی کیفیت کا مرتب ہونا تصورِ شیخ کہلاتا ہے کہ جو کام آپ کر رہے ہیں شیخ کی عدم موجودگی میں بھی اس کی مرضی کے مطابق ہو' جس طرح کہ استاد کا تصور امتحان کے دوران پرچے حل کرا سکتا ہے۔ تصور کا مطلب ہے کیفیت کا چھایا رہنا' اس کے مطابق سفر کرنا اور سفر میں فاؤل نہ کرنا۔ یعنی یہ بات احساس پر سوار ہو جاتی ہے' ہر وقت انسان اس کے بارے میں سوچتا رہے اور پھر ایک ایسا وقت آتا ہے کہ اس جیسا سوچنے لگ جاتا ہے' اس جیسا کرنے لگ جاتا ہے۔ جب خیال' خیال کے مطابق ہو جاتا ہے' عمل بالعموم عمل کے مطابق ہو جاتا ہے اور نتیجہ بالخصوص نتیجے کے مطابق ہو جاتا ہے۔ اس لیے ہم

علم، ہم عمل ہو جاتے ہیں اور ایک مقام پر ایسا ہو جاتا ہے کہ ہم شکل بن جاتے ہیں' اگرچہ آج کل یہ بہت نایاب ہے لیکن ان کی صورت کا ایک جیسا ہو جانا ممکن ہے۔ صورت ایک جیسی ہو جاتی ہے' آواز ایک جیسی ہو جاتی ہے' نتیجہ ایک جیسا ہو جاتا ہے' پھر ایک مقام آتا ہے کہ اس کو نظر عطا ہو جاتی ہے' اس کو پتہ چلتا ہے کہ ساری صورتیں اصل میں ایک ہی صورت ہے۔ تمام انسان ایک ہی انسان ہے۔ اندر سے انسان ایک ہی ہے' وہی آزردہ ہوتا ہے' وہی خوش ہوتا ہے' وہی اداس ہوتا ہے' وہی راہ نما ہو جاتا ہے' وہی مسافر ہوتا ہے۔

بات دراصل ایک ہے' ایک خالق ہے اور ایک مخلوق ہے۔ خالق بنانے والا ہے اور بندہ مخلوق ہے۔ فن کار ایک ہے اور فن ایک ہے۔ آنسو ویسے کے ویسے ہیں' خوشیاں ویسی کی ویسی ہیں۔ غور کرنے سے محسوس ہوگا کہ اسی نے کفر کو بھی پیدا فرمایا ہے۔ کافر سے پہلے کفر پیدا فرمایا' کافر بعد میں پیدا ہوا۔ یہ سڑک اس نے بنادی ہے' کفر کی' اس پر کوئی نہ کوئی تو چلے گا' اب اس پر بھی تو رونق لگنی ہے' میلہ لگے گا' ادھر بھی میلہ لگے گا' اُدھر بھی میلہ لگے گا' مندر بنا ہے' وہاں گھنٹی لگی ہوئی ہے' وہاں پہ کچھ لوگ بیٹھیں گے کہ نہیں؟ ایک دوزخ بنائی ہے' جنت بنائی ہے' رونق میلہ' کچھ اِدھر کچھ اُدھر۔ بات دراصل خالق کی اپنی مرضی کی ہے۔ وہ جب چاہے راضی ہو جائے' تو اِدھر کے لوگ اُدھر ہو جائیں اور راضی نہ ہو تو اُدھر کے لوگ ادھر ہو جائیں۔ اس کا اپنا کھیل ہے' اس نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں' جیسے چاہے پہچانا جائے۔ اس لیے بات آسان ہے۔ تصور سے سمجھ آتا ہے کہ اصل میں بات کیا ہے۔ جو جس کا خیال ہو وہی بات نظر آجاتی ہے۔

زندگی میں جب کبھی دوراستے آجائیں اور تذبذب پیدا ہو جائے' جس راستے پر آپ محسوس کریں کہ شیخ سے دور ہو رہے ہیں تو دوسرے راستے سے پتہ چلے گا کہ آپ شیخ کے قریب آرہے ہیں۔ یعنی وہ اگر موجود ہو تو بات آسان ہو جاتی ہے کہ فلاں سفر ٹھیک ہے۔ اس کا کیسے پتہ چلے گا؟ یہ کہ یہاں پر تصور پرورش پاتا ہے اور یہاں پر تصور کٹ جاتا ہے۔ وہ پھر آپ کو بالکل اسی کیفیت کے روپ میں عطا بھی کرتے ہیں۔ کچھ لوگ قوالی میں

بیٹھیں تو انہیں نیند آ جاتی ہے' کچھ لوگ گانے میں بیٹھیں تو پریشان ہو جاتے ہیں' کہتے ہیں بیمار ہو گیا۔ کچھ لوگ زیادہ کھائیں تو بیمار ہو جاتے ہیں۔ اپنے اپنے مزاج کی بات ہے۔ زندگی کے اندر ذائقہ اور کیفیت بدلتے رہتے ہیں۔ شیخ آپ کی کیفیت کے اندر رہنے والے احساس کا نام ہے۔ یہی خیال آپ کو زندگی کے تذبذب کے لمحوں سے بچاتا ہے۔ تصور شیخ زندگی میں لمحہ بہ لمحہ رہنمائی کرتا رہتا ہے کہ کیا کرنا ہے۔ تصور شیخ فارمولا بھی ہے' کوشش بھی ہے' عطا بھی ہے۔ وہ شخص سلام کر کے چلا جاتا اور پھر واپس آ جاتا ہے۔ کہتا ہے دل چاہتا تھا دوبارہ سلام کر آؤں۔ سمجھو کہ اس شخص کو تصور مل گیا۔

شیخ کا تصور انسان کے دل سے ہر نقش محو کر دیتا ہے' سب پریشانیاں دور کر دیتا ہے' یہ ایسا تصور ہے جو باقی ہر تصور سے آزاد کر دیتا ہے' محو کر دیتا ہے' نہ کوئی خیال ہے اور نہ کوئی وہم۔ نہ ہونا ہے اور نہ ناں ہونا ہے' وہ جگرؔ نے کہا ہے کہ

اس نے اپنا بنا کے چھوڑ دیا
کیا اسیری ہے کیا رہائی ہے

شیخ نے آزاد کر دیا اور آزادی میں اسیری عطا کر دی کہ اس تصور میں رہے گا' اسی خیال میں رہے گا' اسی احساس میں رہے گا۔ یہ اسیری ہی نجات ہے کہ یہ آدمی لغزش سے محفوظ ہو گیا۔ یہ اسیری اس کا حاصل ہے۔

سوال:

اللہ کا غیر' اللہ کا دشمن' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:

اللہ سمجھ آ جائے تو غیر اللہ سمجھ آ سکتا ہے' اللہ سمجھ نہ آئے تو غیر اللہ سمجھ نہیں آ سکتا۔ یہ سوال مشکل ہے لیکن اللہ کی مہربانیوں سے سمجھ آ سکتا ہے۔ پہلے لفظ ''اللہ'' کو دیکھو' اللہ ذات بھی ہے' صفت بھی ہے' اسم بھی ہے' یہ اسم اپنے اسماء میں ایک ذات ہے۔ ''اللہ'' کا لفظ بھی ایک ذات ہے۔ یہ لفظ بھی ایسے کارگر ہے جیسے ذات۔ ذات کا نام نہ پتہ ہو تب بھی ذات

ہے۔ جس کو ہم اللہ کہہ رہے ہیں اگر اس کا نام نہ پتہ ہو تب بھی وہ اللہ ہے۔ ''اللہ'' اسم کا اگر اصل مسمّٰی نہ پتہ ہو تب بھی یہ اتنا ہی موثر ہے۔ یہ ایک واحد لفظ ہے جو اپنی ذات کی طرح مقدس ہے۔ باقی اسماء صفات کے مطابق ہوں گے۔ آپ کے اندر صفات ہوں گی تو آپ ہوں گے' صفات نہیں ہوں گی تو آپ نہیں ہوں گے۔ اب آپ دیکھو جو لفظ اللہ تعالیٰ نے استعمال کئے عدو اللّٰہ اللہ کا دشمن' اب اللہ کا دشمن کون ہو سکتا ہے جب کہ لِلّٰہ جنود السمٰوٰت والارض کہ اللہ ہی کے لیے ہیں لشکر آسمانوں اور زمینوں کے۔ اب اس کا دشمن کون ہو سکتا ہے' کس نے پیدا کیا تھا' کدھر سے آیا' کیا مدد چاہیے اللہ کو؟ اللہ کو تو مدد چاہیے ہی نہیں۔ اللہ وہ ہے نہیں کہ جس کو مدد کے لیے تمہاری فوج کی ضرورت ہو۔ اللہ تو غنی' مستغنی' نہ اس کو دفاع کی ضرورت ہے' نہ اس کو Offense کی ضرورت ہے' نہ اسے بے گھر ہونے کا اندیشہ' نہ تختہ الٹے جانے کا ڈر' وہ مالک ہے لیکن پھر بھی اس نے لفظ عدو اللّٰہ آپ کو دیا کہ اللہ کا دشمن۔ پھر اس نے ایک اور لفظ کہا ''اللہ کا دوست'' اولیاء اللہ' ولی اللہ۔ ایک لفظ اس نے یہ دیا ''من دون اللہ'' یعنی علاوہ اللہ کے' ماسواء اللہ۔ اللہ کے علاوہ جسے آپ ''غیر اللہ'' کہہ رہے ہو اور اللہ کے ساتھ والے ''عند اللہ'' ''مع اللہ'' ''من اللہ'' یہ سارے لفظ غور کے قابل ہیں۔ اور جب تک آپ ''اللہ'' نہ سمجھو آپ کو بات سمجھ نہیں آسکتی۔ اس لیے موٹی موٹی بات سمجھنے کے لیے آپ یہ دیکھو کہ اللہ نے کہا ہے کہ وہ چیز جو اللہ کی محبت کے علاوہ ہے وہ غیر اللہ کی محبت ہو سکتی ہے۔ مثلاً کسی شخص کو اولاد کی محبت زیادہ ہو جائے تو یہ محبت غیر اللہ کی محبت ہو سکتی ہے اور اگر اولاد کی محبت اللہ کی محبت پر نثار ہو جائے تو یہ غیر اللہ نہیں ہے۔ پھر وہی محبت اللہ کی راہ میں موجود رہتی ہے مثلاً اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کا واقعہ۔ ایک محبت یہ ہے کہ اللہ نے کہا کہ غیر اللہ سے محبت نہ کرو اور ایک پیغمبر علیہ السلام اپنے بیٹے کی محبت میں اتنا جدا ہوئے کہ رو رو کے بینائی سے محروم ہو گئے۔ یہ واقعہ اللہ نے خود بیان فرمایا ہے۔ یعقوب علیہ السلام کو جو محبت ہے یہ محبت غیر اللہ کی ہے کیا؟ یہ غیر اللہ کی محبت نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے' اور دونوں باپ بیٹا پیغمبر ہیں۔ گویا کہ کسی انسان کی انسان سے

محبت غیر اللہ ہوسکتی ہے، لیکن انسان کی انسان سے محبت عین اللہ بھی ہے۔ اب جب تک یہ پہچان نہ ہو غیر اللہ سمجھ نہیں آتا۔ غیر اللہ وہ مقام ہے جو اللہ کے راستے سے دور کر دے چاہے وہ عبادت ہی ہو۔ عبادت حجاب بن جائے گی اگر آپ اصلی اللہ کو بھول کر عبادت میں ہی لگے رہے۔ اگر آپ عبادت کر رہے ہیں اور دوسرے نے نہیں کی، تو آپ نے اُسے گولی مار دینی ہے۔ مثلاً ایک دفعہ منافقین نے مسجد بنائی، عبادت کے لیے، مسجد وہی تھی جو ہوتی ہے، نقشہ بھی وہی، رنگ بھی وہی۔ اللہ کریم نے کہا کہ اس مسجد کو گرا دو۔ گویا کہ عبادت نما عمل بھی غیر اللہ ہوسکتا ہے۔ اللہ کے نام پر اکثر لوگ اللہ سے دوری کا سفر طے کرتے ہیں، اکثر ایسا ہو سکتا ہے، مثلاً اللہ کے نام پر آپ کوئی چندہ اکٹھا کرو اور اس کو اپنے نفس پر استعمال کر دو تو یہ سارا جو اللہ کے نام پر آپ نے کیا ہے غیر اللہ ہے۔ غیر اللہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے راستے پر چلنے والے لوگوں سے اللہ کی محبت کو نکالنا۔ اور جو لوگ انسانوں میں اللہ کی محبت کو رائج کریں گے، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف لے جانے والے ہیں، انہی کے لیے کہا گیا ہے " انعمت علیھم"، یعنی کہ ان لوگوں کے قریب رہو جو تمہارے دل میں اللہ کی محبت کو تیز کریں، ان پر اللہ کا انعام ہے۔ اور جو لوگ اللہ کی محبت کو دل سے نکال دیں وہ غیر اللہ ہیں چاہے وہ کسی بھی لباس میں ہیں۔ تو غیر اللہ وہ ہے جو اللہ کی محبت کو نکال دے۔ بعض اوقات ایسا ہوسکتا ہے کہ کوئی کہے کہ میں نے اسے اللہ کے نام پر مسجد آنے کی دعوت دی تھی، وہ نہیں آیا، اس لیے میں نے اسے مار دیا ہے۔ اب قتل کرنے کی اجازت اللہ تعالیٰ نے نہیں دی، صرف تبلیغ کی دی ہے۔ غیر اللہ اور عدو اللہ تب سمجھ آتا ہے جب اللہ کا دوست سمجھ آتا ہے۔ غیر اللہ وہ آدمی، مقام یا سفر ہے جو اللہ تعالیٰ سے دور لے جائے۔ اللہ سے دوری سے پہلے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا مقام کیا ہے، اللہ کیا ہے، عند اللہ کیا ہے، مع اللہ کیا ہے، من اللہ کیا ہے، عدو اللہ کیا ہے، غیر اللہ کیا ہے، ماسوا اللہ کیا ہے، فنافی اللہ کیا ہے، بقاباللہ کیا ہے، یہ سارے مقام سمجھ آنے چاہییں۔ ایک مقام ہے "صبغت اللہ"، یعنی اللہ کا رنگ، کیا ہے اللہ کا رنگ؟ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑے بڑے اسماء دیئے، جو اللہ سے متعلق اور اللہ کو جاننے کے لیے ہیں۔ اللہ کے

رنگ کا مطلب ہے اللہ کی یاد کا رنگ۔ اس طرح نہیں کہ کالا رنگ ہو یا پیلا رنگ۔ اسی طرح ''وجه الله'' ہے یعنی اللہ کا چہرہ۔ جب کہ اللہ کا چہرہ نہیں ہے' پھر اللہ کا چہرہ کیا ہوتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ باتیں سمجھائی ہیں اس لیے کہ آپ پہچان جاؤ کہ ہر وہ چیز جو آپ کو اللہ سے دور لے جائے وہ غیر اللہ ہے' چاہے وہ دین کے نام پر کیوں نہ ہو۔ منافق ملے گا دین کے رنگ میں اور کافر ملے گا سیدھا مخالف۔ وہ منافق سے اچھا ہے۔ کافر کی پہچان ہو سکتی ہے' منافق کی نہیں۔ سب سے خطرناک دشمن وہ ہے جو دوست بن کے آئے' وہ ہے منافق۔ اس لیے منافق کو ضرور پہچانو۔ غیر اللہ وہ ہے جو اللہ کے نام پر اللہ کے علاوہ عمل شروع کر دے۔ اگر بے ایمانی بھی کرنی ہو تو اللہ کے نام پر نہ کرنا' اس سے ضرور گریز کرنا۔ اس طرح کے کئی آدمی ہوئے ہیں جو اللہ کے نام پر ضرور ڈرتے تھے۔ شیطان نے بھی کہا انــی اخــاف الـلّٰه ''مجھے اللہ سے ڈر لگتا ہے'' آپ کو دین کی آسانی کی طرف لے جانے والا' اللہ تعالیٰ کی محبت عطا کرنے والا' اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے کی طرف اشارہ کرنے والا' یہ سارے کے سارے اللہ کے دوست ہیں' نشانیاں ہیں۔ اور ان راستوں سے دور لے جانے والے ہیں عدو اللہ۔ پیسہ جمع کرنا اور گننا عدو اللہ ہے' اولاد کی محبت عدو اللہ ہے' مکانوں کی زینت و زیبائش عدو اللہ ہے' اپنی انا کا سفر عدو اللہ ہے' اللہ کے دین کو ہی اللہ کی راہ میں کھڑا کرنا عدو اللہ ہے۔ اس کا سمجھنا بڑا ہی مشکل ہے۔ یہ سمجھ آ جائے تو انسان کا سفر بڑا آسان ہو جاتا ہے۔ مثلاً والد یا والدہ فوت ہو رہے ہیں اور وہ کہتا ہے میں ذرا نماز ادا کرلوں تو یہ کیسی نماز جب کہ اصل قضا ہو رہی ہے۔ یہ ہے عدو اللہ' غیر اللہ۔ باقی اللہ کا غیر ہے ہی نہیں۔ شرک کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ غیر وہ ہے جو تمہیں اللہ سے محروم کر دے' باقی غیر تو ہے ہی نہیں' کائنات میں بنایا ہی نہیں۔ سارا راز ہی راز ہے' غیر نہیں ہے۔ اس کی اپنی کائنات میں ہر شے اس کی اپنی ہے' غیر صرف وہ ہے جو تجھ سے محبت الٰہی نکال دے' مٹا دے ''خشیت اللہ'' یعنی اللہ کا ڈر نکال دے' اللہ کی محبت نکال دے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نکال دے۔ غیر اللہ یہ نہیں ہے جسے ہم بندے کی محبت سمجھ رہے ہیں۔ بندے کی

محبت ہے ہی عین اللہ' اللہ تعالیٰ کو تو آپ نے دیکھا نہیں ہے' کیسے سمجھ آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کیا ہے۔خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ اللہ کی ساری محبت ہے ہی ادھر۔ اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا اللہ سے محبت کرنا ہے۔اور یہ فرق یاد رکھنا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اللہ نہیں ہیں۔ اللہ خالق ہے۔ خالق وہ جو نہ پیدا ہوا' نہ مرے گا اور نہ نظر آئے گا' نہ اس کی کوئی شکل ہے' نہ اس کی کوئی صورت ہے بلکہ ہر صورت میں جلوہ گر ہے' ہر شکل میں نظر آتا رہے گا۔ مگر اس کو دیکھنا آسان نہیں۔ مخلوق وہ ہے جو ایک خاص تاریخ پر دنیا میں ظاہر ہو اور ایک خاص تاریخ کے بعد روپوش ہو جائے۔ بس یہ مقام ہے مخلوق کا۔ خالق ہر مخلوق کے ساتھ ہمیشہ سے ہے اور مخلوق اپنے دور تک ہے۔اب اس کے روحانی باب الگ ہیں۔ خالق کے دل میں رہنے والے' کب سے ہیں' کب تک ہیں' ہمیشہ سے ہیں' ہمیشہ تک ہیں' یہ الگ بات ہے' لیکن اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ مخلوق کو خالق سمجھ لو۔ ممکن ہے ہم حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو خالق مان لیتے' اللہ مان لیتے لیکن جب ہم دیکھتے ہیں' کہ آپ ؐ نماز پڑھ رہے ہیں تو جس کی نماز پڑھ رہے ہیں وہ اللہ ہے۔اس لیے آپ ؐ اپنا مقام خود بیان فرما گئے' اب دوسرا کوئی نہیں کہ آپ ؐ کا مقام بیان کر سکے۔ مقام بیان کرنے کی ضرورت کوئی نہیں۔ اس طرح امام علی علیہ السلام کو کچھ لوگ خدا مانتے ہیں لیکن حضرت علی علیہ السلام نے اللہ کو سجدہ کیا' ضرور کیا۔ جس شخص نے اللہ کو سجدہ کیا وہ اللہ نہیں ہو سکتا۔ عبد کا اپنا مقام ہے' معبود کا اپنا۔ عبد' عبادت کرنے والا' معبود وہ ہے جس کی عبادت کی جائے۔ اللہ معبود ہے' تم سب عبادت میں رہو۔ غیر اللہ وہ ہے جو اس راستے سے ہٹائے' اس راستے میں رکاوٹ ڈالے' اس کی محبت سے آپ کو الگ کرے' ہٹائے' جس انداز سے بھی کرے۔

سوال:

اصحاب کہف نو سو سال سوئے رہے' جب جگائے گئے تو ان کا مطالبہ خوراک کا تھا۔

جواب:

یہاں بتایا یہ گیا ہے کہ جس خیال میں وہ سوئے اسی میں اٹھے۔ یہ نہیں کہ انہیں تین سو سال بھوک لگتی رہی ہے۔ بتانے کا مقصد یہ ہے کہ جس خیال میں آپ سوئیں گے اسی میں اٹھیں گے۔ یہ موت کا نقشہ بتایا گیا ہے کہ جس خیال میں مرے گا اسی خیال میں اٹھے گا۔ اس لیے کہتے ہیں کہ مرتے وقت خیال درست ہونا چاہیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ مرتے وقت آپ ایک دو تین ہی گنتے جاؤ۔ عام طور پر کہتے ہیں کہ مرتے وقت کلمہ پڑھو' تو بے چارے کو یاد ہی نہیں ہوتا۔ وہ کسی اور چکر میں ہوتا ہے۔ تو آخری سانس جس میں آپ مریں گے اسی حالت میں آپ اٹھیں گے۔ اس لیے یہ کہتے ہیں کہ آخری سانس میں کلمہ نصیب ہو۔ کلمہ پڑھتے ہوئے مرے گا تو کلمہ پڑھتے ہوئے اٹھے گا۔ کھانے کے انتظار میں مرے گا' تو کھانے کے انتظار میں اٹھے گا۔ موت کا مقام کوئی بھی ہوسکتا ہے' اس لیے اپنے خیال کی اصلاح کرو۔ جو آدمی درود شریف میں مر گیا وہ درود شریف میں اٹھے گا۔ باوضو ہو کے انسان سو جائے تو ساری نیند عبادت ہے۔ اگر باوضو ہو کے مر جائے تو جاگنے تک ساری موت عبادت ہے۔ جس حالت میں آپ رخصت ہوں گے' وہی حالت جاری رہے گی۔ اس لیے کوشش کرتے ہیں کہ ناپاک نہ جائیں' اس کے قرضے ادا کردو' حالات درست کرلو' ناراض شخص سے معافی کرالو۔ تاکہ وہ شخص آگے پریشان نہ کرے۔ جس نے زندگی ہی میں سب کو راضی کرلیا' اس کی بات آسان ہوگئی۔ تو مرتے وقت جو کیفیت ہے وہی جاگتے وقت ہوگی۔ کبھی آپ غور کرو تو سوتے وقت جو کیفیت ہوتی ہے وہی صبح جاگتے وقت ہوتی ہے۔ نیند چاہے پانچ سو سال کی ہو' چاہے سو سال کی ہو یہ اللہ کے کام ہیں کہ جتنا مرضی سلائے' جتنا مرضی جگائے۔ یہاں بتانا یہ مقصود ہے کہ ہر قانون ایک مرتبہ Exception سے گزارا گیا۔ باپ کے بغیر بچہ پیدا نہیں ہوگا لیکن باپ کے بغیر بچہ پیدا ہوا۔ پہلا بھی ہوا' دوبارہ بھی ہوا۔ پوچھا گیا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام باپ کے بغیر ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آدم علیہ السلام باپ کے بغیر ہوں۔ مدعا یہ ہے کہ قانون ہے

کہ بچہ باپ کے بغیر نہیں ہونا اور قانون خود توڑا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جب تک کماؤ گے نہیں تمہیں کھانا نہیں ملے گا' کمائے بغیر کھانا ابتداء میں خود کھلایا اس نے' بچہ پیدا ہوا' خود بخود کھلایا اس نے۔ ہر قانون خود ہی توڑا فطرت نے۔ جو بھی قانون ہے ایک بار اس نے مستثنیٰ کر کے دکھایا۔ بارش ہوگی تو فصل اگے گی' بارش کے بغیر بھی اگا' محنت کے بغیر بھی ہوگا' نیکی کرو گے تو بخشے جاؤ گے اور بعض اوقات بد کو بخش دیا اس نے۔ کبھی دیکھا آپ نے؟ بیچارہ گمراہ ہو گیا تھا' مگر چور کو قطب بنا دیا اس نے۔ موقع ایسا تھا' اطلاع آئی کہ فلاں جگہ کا قطب فوت ہو گیا ہے' جناب جلدی نامزد فرمائیں۔ انہوں نے فرمایا اس وقت تو بندہ ملنا بہت مشکل ہے' یہ جو بیٹھا ہے' چوری کے لیے آیا ہے' کیوں نہ اسے نامزد کر دوں۔ چور کو بلایا اور کہا کہ ادھر سے خالی ہاتھ نہ جا' ایک موقع ہے' اگر تو چاہے تو تمہیں بنا دیں۔ چور تو ضرورت کا نام ہے۔ اندر سے بندہ برا نہیں ہوتا' ضرورت برا کرتی ہے' ضرورت ہی نیک کرتی ہے۔ بندہ اندر سے دراصل نیک ہے۔ ضرورت نکال دو' بندہ ٹھیک ہے' مجبوری ہٹا دو بندہ صحیح ہے۔ مجبوری انسان کو خراب کرتی ہے۔ جس کے پاس فراوانی ہے کم از کم چوری تو نہیں کرے گا۔

بس آپ کسی کو برا نہ کہا کرو۔ برائی سے نفرت کرو' برے آدمی سے نہیں۔ برے سے محبت کے ساتھ پیش آؤ' اس کا عمل خود بخود بدلنا شروع ہو جائے گا' اللہ کی رحمت ہو جائے گی۔

اللہ آپ سب کو سلامت رکھے۔ سب خیر سے اپنے اپنے گھروں کو جاؤ۔ سب کے لیے دعا ہے ـــــــ آمین ـــــــ برحمتک یا ارحم الرحمین

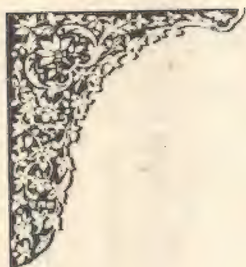
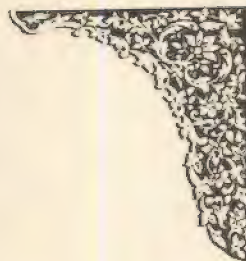

6

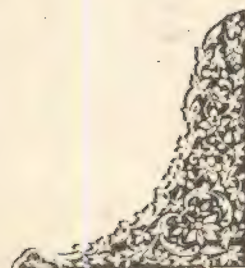

1 چور سے قطب کیسے بن جاتا ہے؟

2 جس شخصیت کے بارے میں ہم دور سے سوچتے ہیں کیا اس تک ہماری توجہ پہنچتی ہے؟

3 کسی درویش کی توجہ کیا ہوتی ہے یہ کیسے حاصل کی جاتی ہے یا خود ملتی ہے؟

جو بات آپ کو سمجھ نہ آئے وہ پوچھیں ۔ دوسروں کے بارے میں نہیں بلکہ اپنے علم اور عمل کا پوچھیں ۔ بعض اوقات ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں بڑی تبدیلیاں آئی ہیں' بڑے بڑے نامناسب واقعات ہیں' اس کا فیصلہ بعد میں کریں گے ۔ پہلے تو یہ دیکھنا ہے کہ اپنے بارے میں سوال ہو ۔ اپنی ذات کا سوال ہو ۔

پہلا سوال:

وہ جو چور کو قطب بنانے والی بات ہے ظاہر ہے تصوف سے ہے ۔ تصوف وہ ہے جو اللہ کے نیک بندے اللہ کی اجازت سے فرماتے ہیں' یہ صرف نصیب ہی کی بات ہے' یا اس صاحبِ تعلق سے درخواست وگزارش کی جاسکتی ہے ۔

دوسرا سوال:

جس وقت ہم فاصلے کے باوجود سوچتے ہیں مثلاً میں اپنے بیٹے کے بارے میں سوچتا ہوں ۔ اُن سوچنے سے اسے دعا کی شکل میں کچھ فیض پہنچتا ہے کیا؟

تیسرا سوال:

یہ جو کہتے ہیں کہ آپ کے علم اور عمل میں تضاد نہیں ہونا چاہیے' اس کی وضاحت فرمائیں؟

جواب:

سارے سوال ایک ہی سوال ہے ۔ انسان کے بارے میں ہیں' عمل کتنا ہے' فکر کتنا ہے' عمل اور فکر میں نسبت کیا ہے' توبہ کیا ہے' کیا یہ علم کا حصہ ہے یا کوئی مافوق العلم چیز

ہے اور روحانی مرتبت کیا ہے اور فکر اور توجہ کی پہنچ کہاں تک ہے؟ یہ ہیں سارے سوال۔ سوال ایک ہی بنتا ہے کہ اصل میں جو انسان ہے اس کا نام اگر انسان کی بجائے غوث رکھ دیا جائے تو اس کی زندگی میں کیا فرق پڑے گا؟ اگر انسانوں میں آپ کو ولی کہہ دیا جائے تو پھر آپ پر کون سا اثر پڑ جائے گا؟ اور کیا ایسا ممکن ہے کہ ایک نارمل انسان کو کوئی اہلیت کا مقام عطا کیا جائے۔ بات اصل میں بڑی آسان سی ہے۔ پہلے تو آپ کا سوال کہ آپ کے خیال میں دُور بیٹھا ہوا آپ سے متعلق جو انسان ہے اس پر اثر پڑتا ہے یا نہیں؟ جب اس کے دور ہونے سے آپ پر اثر پڑ رہا ہے تو اس پر اثر کیوں نہیں پڑے گا۔ اس لیے یہ سوال اپنے جواب کے پاس ہی بیٹھا ہے۔ یہ مشکل بات نہیں ہے۔ ویسے بھی کہتے یہ ہیں کہ دُور کی توجہ بڑی موثر ہوتی ہے۔ توجہ کی Range کا تعلق فاصلے سے نہیں ہے۔ فاصلے دو طرح کے ہوتے ہیں' جغرافیائی یعنی میلوں کے حساب سے اور وقت کے فاصلے' صدیوں کے فاصلے۔ تو یہ بات واضح ہوگئی؟ فاصلے دو قسم کے ہوتے ہیں' ایک زماں کا اور دوسرا مکاں کا۔ اصل زمان و مکاں کو اگر فاصلوں میں ناپو تو بات سمجھ میں آجاتی ہے۔ مثلاً جو آپ کا متعلق انسان امریکہ میں ہے' یہ فاصلہ مکان کا ہے' Distance ہے جغرافیہ کا۔ جو آپ اکبر بادشاہ کا ذکر پڑھ رہے ہیں' یہ تاریخ کا فاصلہ ہے۔ یہ دو فاصلے ہی ہماری زندگی میں اثر انداز ہوتے ہیں' اور ہم کو Confuse کرتے رہتے ہیں اور ہم ان فاصلوں میں Confuse ہوتے رہتے ہیں۔

جس ذات کو ہم یاد کر رہے ہیں اگر وہ جغرافیائی فاصلے میں موجود ہو تو یہ جغرافیائی فاصلہ ہے اور اگر وہ ذات ہم نے تاریخ سے حاصل کی ہے تو یہ وقت کا فاصلہ ہے۔ پھر بھی وہ ذات توجہ کے ساتھ متعلق ہوگی۔ توجہ یہ ہوتی ہے کہ جب آپ پکارتے ہو کسی اسم کو' یا حرف ندا کے ساتھ کوئی اسم گرامی پکارو تو وہ اسم گرامی اپنی ذات کے ساتھ اس زمانے میں موجود نہیں ہے۔ فریاد اس زمانے میں ہے۔ اول تو آپ سمجھیں کہ اس ذات کا فیض ہے کہ اس زمانے میں آپ اس کو پکار رہے ہیں۔ تو اس تعلق کو پکار بنایا گیا' انہوں نے یہ پکار خود

عطا کی ہے۔ آپ اگر سمجھ دار ہوں تو جان لیں کہ جو حرف پہچان بغیر زبان پر آیا تو یہ آپ کا کام نہیں ہے' یہ عطا ہو گئی ہے۔ جب آپ جانتے نہیں ہیں تو آپ نے کیسے پکارا اور ''یا علیؑ'' کہہ دیا۔ کیا آپ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ ملے؟ نہیں۔ کوئی اشارہ؟ نہیں۔ کہتا ہے اندر سے بات نکلی۔ جو اندر سے بات نکلی ہے یہ عطا ہوتی ہے۔ گویا کہ جو اسم آپ پکار رہے ہیں اسم ذات میں توجہ کر کے آپ کو اس اسم کی آواز بلند کرنے کا حکم ہوا۔ جب آپ پکارتے ہیں تو وہ اسم اپنی ذات کو پکارتا ہے۔ پھر اس اسم کے مطابق وہ ذات ویسے ہی فیض دیتی ہے۔ تو دونوں کام ذات کے اپنے ہو گئے یعنی اس ذات نے پہلے پکار دی اور پھر پکار پر لبیک کہا۔ تو اللہ کریم جب آپ کو اپنا نام پکارنے دے تو یہ دو باتیں یاد رکھو کہ پہلے نام دیا اور پھر نام لینے کے بعد جواب دیا' پھر احسان کر دیا۔ اللہ نے پہلے آپ کو دعا کا شعور دیا اور دعا کی ضرورت بن کر پھر دعا منظور بھی اس نے آپ ہی کرنی ہے۔ یہ جو اجازت ہے اس میں دونوں فاصلے طے ہو جاتے ہیں۔ جب آپ ماضی کے کسی بزرگ کو پکارتے ہیں تو تاریخ کا فاصلہ مکمل ہو جاتا ہے۔ درمیان میں صدیوں کا فاصلہ ہو سکتا ہے۔ لیکن آپ کے پاس وہ فریاد ایسی ہے جیسے آپ کسی زندہ انسان کو پکار رہے ہوں کہ جہاں پناہ' بادشاہ سلامت! آپ ذات کو پکارتے ہو حالانکہ درمیان میں فاصلہ جغرافیہ کا بھی ہے' تاریخ کا بھی ہے۔ تو میں کہہ رہا تھا کہ توجہ حاصل کرنا یا توجہ دینا' اس کا تعلق صرف تعلق کے ساتھ ہے۔ جو ذات آپ سے متعلق ہے وہ چاہے تاریخ کے فاصلے میں ہو' چاہے جغرافیہ کے فاصلے میں ہو' وہ آپ سے متعلق رہے گی۔ اس لیے آپ اپنی پکار کو ضرور دیکھا کریں کہ یہ تاریخ کے فاصلے طے کر رہی ہے' اس میں Distance جو ہے وہ Matter نہیں کرتا۔ اس میں صرف خلوص Matter کرتا ہے۔ آپ کو آج بھی ایسے لوگ ملیں گے جنہوں نے پکارا ہے

ڈوب جانے کے جب آثار نظر آتے ہیں
کالی کملی میں وہ سرکارؐ نظر آتے ہیں

تو وہ نظر آتے ہیں اور یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ توجہ سے' پکار سے' فریاد سے' خلوص سے رابطہ

قائم ہو جاتا ہے۔ دونوں چیزیں ہو جاتی ہیں۔ اس سوال کا جواب یہ ہو گیا کہ دور Far رہنے والے آپ کے اندر بصورت یاد رہتے ہیں اور Correspondingly آپ سے یاد لیتے ہیں' آپ کو توجہ سے پکارتے ہیں اور مقابلے میں آپ سے توجہ میں پکار حاصل کر لیتے ہیں۔ لہٰذا فیصلہ یہ ہو گیا کہ جس کو آپ یاد کر رہے ہیں وہ بھی کسی نہ کسی صورت میں آپ کو یاد کر رہا ہے۔ اور یہ تعلق چونکہ نیکی کا تعلق ہے اس لیے وہ پکار رہا ہے۔ آپ کو ضرورت کا احساس ہو رہا ہے' یہ خالی پکار نہیں ہے۔ بچہ ماں کو پکارتا ہے تو ماں اسے سلا تو نہیں دیتی بلکہ اس بچے کا مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ اگر وہ پکار رہا ہے تو ماں سمجھ جاتی ہے کہ یہ کون سی پکار ہے۔ یعنی بچہ ماں کو پکار رہا ہے تو وہ سمجھ جاتی ہے کہ اس وقت دودھ کی پکار ہے یا اس وقت کسی اور ضرورت کی فریاد ہے۔ بچہ جب جوان ہو کر پکارتا ہے تو اور ضرورتوں کی فریاد کرتا ہے کہ دیکھو ہماری زندگی کے بارے میں کچھ غور و فکر کرو۔ گویا کہ پکار' ندا' اپنے اندر تمام ضروریات سمیٹتی ہے اور جس کو پکارا جائے وہ ضروریات کے مطابق اس کا جواب دیتا ہے یا جواب بن جاتا ہے۔ باقی رہ گیا سوال عمل کا' عمل اگر عمل کے ساتھ Correspondent نہ ہو' علم ہر چند کہ علم سے متعلق ہو' وہ علم ویسا نہیں ہو گا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر سچی بات کر دی جائے تو ہر آدمی صاحبِ تاثیر نہیں بن جاتا۔ جھوٹا آدمی بھی وہی کہے گا' زیادہ جھوٹ نہیں بولے گا کہ یہ واقعات ہیں' یہ تاریخ ہے' یہ جغرافیہ ہے' قرآن کریم کی شرح غلط نہیں کرے گا' ٹھیک ہی کرے گا مگر اس کا باطن شاید اتنی صداقت میں نہ ہو۔ وہ صاحبِ تاثیر نہیں بنتا اگرچہ یہ کلام تاثیر والا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ قرآن کریم کی اس بات' اس علم' کے لیے ایک عمل درکار ہے۔ جس ذات صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل ہو وہ ذات کتاب سے کم مقدس نہیں ہے۔ اس ذات کا عمل بھی کلام مجید کی ایک آیت ہی سمجھو۔ اب یہ جو قرآن آپ بول رہے ہیں یا پڑھ رہے ہیں' اس قران کا ایک Correspondent عمل ہے جو اس کے علم کے ساتھ ہے۔ اگر وہ عمل آپ کی نگاہوں سے اوجھل ہو تو پھر یہ عین ممکن ہے کہ ہدایت بھی آپ کے لیے گمراہی کا سامان ہو۔

آپ صرف ایسا علم بیان کر رہے ہیں، جس کا آپ نے عمل نہیں دیکھا۔ معاف کر دینا ایک علم ہے۔ علم کیا ہے؟ سب کو معاف کر دینا، درگزر کر دینا، اس علم کا عمل؟ انہوں نے جب معاف کیا تو برملا کہا کہ ہم درگزر کر رہے ہیں، معاف کر رہے ہیں اور وہ جو حق بنتا تھا اس کو بھی معاف کر رہے ہیں۔ مقابلے میں جنگ کرنے والوں کو معاف کر رہے ہیں کہ "آج تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا، تم جانتے ہو؟" "ہمیں علم نہیں ہے کہ آپ ہمارے ساتھ کیا سلوک کریں گے"۔ "میں تمہارے ساتھ وہی سلوک کروں گا جو میرے بھائی یوسفؑ نے مجھ سے پہلے کیا۔ آج کے دن تمہیں کوئی گرفت نہیں ہے، میں یہ سلوک کروں گا کہ میں نے تمہیں معاف کر دیا"۔

وہ جو سلوک ہے سزا کے وقت معاف کرنے کا تو وہ کر کے دکھایا کہ یوں معاف کیا جاتا ہے۔ اب جب تک یہ عمل آپ کی نگاہ میں نہ ہو، معاف کرنے کا علم آپ کو سمجھ نہیں آ سکتا۔ معاف کیسے کیا کرتے ہیں؟ آپ کہیں گے کہ اس کو کیسے معاف کرتے، وہ تو میرے مقابلے میں کھڑا تھا۔ مقابلے میں جتنے کھڑے تھے انہوں نے سب کو معاف کیا۔ بلکہ مقابلے والے کو پہچاننا ہے کہ یہ جو دشمن ہے، صلاحیت والا ہے، دعا کی، اسے مسلمان کر دیا جائے، یہ آدمی جو ہے خلافِ اسلام ہے، اسے سیفِ اسلام بنانا ہے، سیف اللہ بنانا ہے۔ اب وہ جو خلافِ اسلام ہے، بہت جوہر والا ہے، جوہر آبدار ہے، اس کو سیف الاسلام بنانا ہے۔ گویا کہ مخالف کے اندر یا مخالفت کے اندر جو Genius نظر آیا، اسلام میں لانے کی کوشش کی۔ معاف اتنا کیا کہ محبت کی اس سے کہ وہ آدمی جو دشمن ہونا چاہیے، وہ آدمی تو دوست ہونے کے قابل ہے۔ آپؐ کا حکم ہے کہ غلاموں کو درگزر کرو، آپؐ سے پوچھا گیا کہ دن میں ایک غلام کی غلطی کتنی بار معاف کریں۔ آپؐ نے فرمایا ستر بار تو ضرور معاف کرو۔ اس حد تک شفقت و شفیق، معاف کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ معاف کر کے دکھایا گیا ہے۔ جس چیز کا حکم کیا وہ کر کے دکھایا۔ یعنی کہ علم کا شاہد عمل دکھایا گیا۔ اگر آپ کے علم کا شاہد عمل نہ ہو تو وہ علم آپ کے لیے حجاب اکبر ہے۔ العلم حجاب الاکبر وہ علم بڑا حجاب ہے۔ جس نے اپنا

عمل نہ دیکھا۔ ایک اور جگہ پر ارشاد ہے "ایسے علم سے پناہ مانگتے ہیں جو نفع نہ دے"۔ نفع سے کیا مراد ہے؟ جو عمل میں نہ آئے۔ تو خالی علم، عمل کے بغیر، آپ فیصلہ کرلو وہ علم جس کا عمل نہیں دیکھا، ایسے صاحب علم کا وہ علم حجاب ہے۔

ایک اور جگہ کہا گیا کہ ایسا علم جاہل گدھے پر کتابوں کا بوجھ ہے۔ گدھا جاہل رہنا چاہیے، اس پر کتابوں کا بوجھ ہے جو اس کے عمل میں نہیں آتا۔ اس لیے علم کو عمل بنانے کے لیے جو علم آپ نے Acquire کیا، اس آدمی کے پاس علم کو عمل بنانے کے ساتھ وابستگی عمل موجود ہے۔ ہر نصیحت کا ایک عمل موجود ہے، ہر علم کا عمل موجود ہے۔ کتاب العلم جو کتاب اللہ ہے اس کا علم جو ہے وہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ پہلے وہاں سے عمل Acquire کرو پھر کلام اللہ سے علم لو۔ جب تک علم عمل کے تابع نہ ہو علم، علم نہیں رہتا، وہ علم ویسے نہیں رہتا جیسے نظر آ رہا ہے۔ اس لیے یہ کہا گیا ہے کہ علم، علم نہیں رہتا جب تک عمل، عمل کے تابع نہ ہو۔ علم جو آپ کے Reaction کی بولی ہے یہ تو آپ ہر روز دیکھتے رہتے ہو کہ کسی نے Dialogue بولا ہے تو کسی کو وہ ڈائیلاگ تاثیر دیتا ہے، کسی کو نہیں دیتا۔ جس نے تاثیر کے ساتھ بولا وہ تاثیر میں آ گئے۔ دل سے بولا تو دل تک بات آ گئی۔ اس بات کے ساتھ ایک عمل موجود ہے۔ اس لیے جھوٹا آدمی اگر سچ بھی بولے تو وہ سچ بے اثر ہو جائے گا۔ میں نے پہلے بتایا ہے کہ منافق اگر گواہی بھی دے دے، کلمہ بھی پڑھ لے، اس کلمے کے بارے میں اللہ کریم گواہی دیتا ہے کہ یہ کلمہ بھی جھوٹا پڑھ رہا ہے۔

لہٰذا عمل، عمل کے تابع ہو تو پھر وہ علم حاصل ہوتا ہے جو منفعت بخش ہے۔ پھر وہ آپ کو نسخہ بتا دیتے ہیں کہ یہاں یوں کرنا ہے۔ عمل جو ہے مشاہدے میں دکھا دیا جاتا ہے کہ یہاں یہ کرنا ہے۔ ہر وقت، ہر زمانے میں بہت سارے لوگ اللہ کے دین میں آئے جنہوں نے عمل دکھایا، اپنا عمل کر کے دکھایا۔ آج کل مشکل ہے کہ جتنے بھی دین کے احکام ہیں وہ کوئی عمل میں دکھائے۔ ایسے بھی ہزار ہا لوگ ملیں گے کہ انہوں نے کہا کہ دیکھو یہ ولی کہاں ہے، مدت گزر گئی کوئی کرامت نظر نہیں آئی جب کہ میں تو آیا تھا کرامت دیکھنے کے لیے۔

بولے کیا کوئی بات خلافِ شرع دیکھی ہے؟ بولا نہیں۔ فرمایا اتنی ہی کرامت ہے میری۔ ہر آدمی نے یہ بات دکھائی' سمجھائی۔ اپنے علم کو اپنے عمل تک رکھایا اپنے عمل کو اپنے علم تک پہنچایا۔ علم زیادہ مل گیا تو اپنا عمل بھی زیادہ کیا کہ اِس کو کیسے کرنا ہے اور اُس کو کیسے کرنا ہے اور یہ سب قرآن کریم کے مطابق کیا۔ قرآن میں آدھے سے زیادہ تو ارشادات ہی ہیں' کچھ بیانات ہیں پچھلی امتوں کے' آپ کی اطلاع کے لیے کہ اس امت نے یہاں عمل کی غلطی کی' یہاں سزا نے اس کو آلیا' یہاں یہ غلطی کی' کہنا نہیں مانا' یہاں یہ سزا آ گئی' پھر اللہ کریم کے ارشادات ہیں کہ ایسا کرو' ایسا نہ ہونا چاہیے' تم اس کو یوں کرلو۔ اللہ تعالیٰ نے جو احکامات فرمائے ہیں ان احکام کو آپ اگر عمل میں دیکھو تو پھر آپ کو سمجھ آئے گی۔ یعنی کہ اس حکم کی افادیت کیا ہے اور کیا یہ حکم عمل میں آسکتا ہے یا نہیں آسکتا۔ لوگوں میں یہ بڑا سوال ہے کہ اتنی بڑی مصروف زندگی میں پانچ نمازیں کس طرح ہوسکتی ہیں؟ سائنس کا زمانہ ہے' ترقی کا دور ہے' ہر وقت نمازیں ہی نمازیں ہیں۔ آپ کو اسی سائنس کی دور میں بے شمار لوگ مل جائیں گے جو پانچ وقت کی مکمل نمازیں ادا کرتے ہیں۔ بے شمار مساجد مل جائیں گی جن میں آج بھی پانچ وقت اذان اور نماز ہو رہی ہے۔ جہاں آپ کو نہ ہونے کی تاکید کی جاتی ہے وہاں آپ کو ہونے والے لوگ مل جائیں گے۔ اگر آپ نے عمل جاری رکھنا ہے تو اس عمل سے آپ کو منفعت مل جائے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام جو ہے علم بعد میں ہے اور عمل پہلے ہے۔ اگر ہم کہیں کہ اے اللہ ہم تجھی سے مدد مانگتے ہیں اور ادھر کوئی اور سلسلہ شروع کر دیں' اللہ سے کوئی اور بات کریں' دنیا سے کوئی اور بات کریں' اس طرح ہمارے اندر علم اور عمل کا تضاد پید ہو جائے گا۔ علم اور عمل کے درمیان فاصلہ کم کرنا ہی ولایت ہے۔ یہی شریعت ہے' یہی ولایت ہے کہ اپنے علم کو Willingly عمل کے تابع کرنا۔ جتنا تم Willingly علم کو عمل کے تابع کرو گے اتنے ہی تم درویش ہوتے جاؤ گے۔ شریعت کیا ہے' عمل ہے' حکم ہے' صرف علم نہیں ہے' حکم ہے کہ بڑھے چلو' درویش آیا تو اس نے کہا کہ اگر یہ حکم ہے تو یہی میری خوشی ہے۔ حکم کو خوشی بنانے والا درویش ہے۔ وہ حکم کی اطاعت کرتا

ہے۔ ہر آدمی حکومت کا حکم مانتا ہے مگر ہر آدمی حکومت کو پسند نہیں کرتا۔ حکومت کا حکم کیسے مانتے ہیں؟ آپ نے جو قانون بنادیا اس کو مانتے چلے جارہے ہیں۔ لیکن دل سے کچھ لوگ پسند کرتے ہیں کچھ نہیں کرتے۔ ناپسندیدگی کے عالم میں بھی اطاعت ہے۔ اور وہ حکومت کے لیے برا ہوگا یا پھر آپ کے لیے برا ہوگا' کسی ایک کے لیے اچھا نہیں ہوگا۔

دین یہ ہے کہ جو علم آپ نے Acquire کیا اس کا عمل آپ خوشی کے ساتھ Yes کردو۔ پھر آپ کا مسئلہ حل ہو جائے گا______

سوال:

کسی درویش کی توجہ کیا ہوتی ہے؟ کیا یہ Acquire کی جاتی ہے یا خود بخود دی جاتی ہے اور اس کی Range کیا ہے؟ اور اس کی افادیت کیا؟

جواب:

آپ توجہ کو یوں سمجھیں کہ آپ اپنے لیے ایک مقصد حیات رکھتے ہیں ہستی کا ایک منصوبہ رکھتے ہیں۔ وہ ہر وقت آپ کے ذہن میں قائم رہتا ہے کہ ہم نے ایسا کرنا ہے' ایسا ہونا چاہیے۔ آپ کے ذہن میں خیال ہوتا ہے کہ کاش ایسا ہو جائے یا ویسا ہو جائے یا میں اس راہ پر چل نکلوں۔ آپ کے پاس اپنی ذات کے لیے ایک اندازہ موجود ہوتا ہے جسے آپ نصب العین کہتے ہیں۔ اگر یہ اندازہ اپنے سے زیادہ کسی سمجھ دار ذہن میں ڈال دو تو وہ اسے Watch کرتا ہے اور آپ اس کا نصب العین بن جاتے ہو۔ اگر والدین اولاد کا نصب العین ہوتے ہیں تو اولاد والدین کا نصب العین ہوتی ہے۔ والدین اولاد کے کسی راستے پر چلنے کے لیے اپنے طور پر دعا' دوا کرتے ہیں تو اولاد کے لیے آسانی ہو جاتی ہے۔ اگر والدین کارگر ہوں تو اولاد کے لیے وہی راستہ بن جاتا ہے جو وہ کہہ رہے ہوں۔ اگر دونوں کا اتفاق ہو جائے تو منزل آسان ہو جاتی ہے۔ اس لیے کہتے ہیں کہ اپنے خیال کو جب کسی اور خیال کے حوالے یا ساتھ کر دیا جاتا ہے تو اس خیال کی تاثیر سے آپ کے اندر وہ عمل پیدا ہو جاتا ہے جو اس خیال کا منشا ہو اور آپ کے لیے ضروری اور باعثِ افادیت

ہو۔اب چور سے قطب کیسے بن جاتا ہے؟ سوال تو یہ تھا۔تھا وہ قطب ہی مگر آیا تھا معذرت کے ساتھ۔جس طرح کہتے ہیں کہ آپ کی گلی کا کتا ہوں' اب وہ کتا تو نہیں ہے۔لیکن میں شیروں کو پھاڑ ڈالتا ہوں' جیسا کہ کہا گیا ہے کہ ؎

پیش وائے تمام رندانم
کہ سگ کوئے شیر یزدانم"

ہے رندوں کا بادشاہ لیکن آپ سگِ کوئے شیر یزدانم" ہے یعنی کہ ؎

برا نہ مان اگر کہہ دیا ولی ہوں میں
نہیں ہے جرم کہ ادنیٰ سگِ علیؑ ہوں میں

اب یہ جو عاجزی ہے یہی تو Title ہے اس کا۔ایک تو ہے اس کے نصیب کی بات اور ایک اس کی استعداد کی بات۔تو لوگوں نے اس کا کھوج لگایا۔چور کو قطب بنا کے ویسے بھی آپ نے کمال ہی کر دیا۔تحقیق کرنے کے بعد پتہ چلا کہ وہ تھا ہی قطب' آیا تھا اس حساب سے' اس انداز سے ؎

چوری کرتے بھن گھر رب دا
تے اس ٹھگاں دے ٹھگ نوں ٹھگ

اس انداز کا یہ جواز ہے۔دوسرا جواز یہ ہے کہ وہ ایک مقام ہے۔تو ایک مقام آتا ہے کہ اگر ہم چاہیں تو کیا ہو جائے۔ مریدی لا تخف اللہ ربی ہم جو چاہیں کریں' ایک مزاج یہ بھی ہے' جسے آپ توجہ کہہ رہے ہیں۔ایک مقام پر جب انسان کی دعا منظور ہو جاتی ہے تو وہاں خواہش بھی دعا بن جاتی ہے۔ایک مشہور واقعہ ہے کسی بزرگ کا' انہوں نے دیکھا کہ ایک ہندو لڑکی جا رہی ہے۔انہوں نے اسے ذرا غور سے دیکھا۔پھر انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ اس کو تو نے اتنا خوبصورت بنایا ہے اور پھر اس کو آگ میں جلا دینا ہے' یہ کیا بات ہوئی۔ تو دعا کی۔اس نے وہاں پہ کلمہ پڑھنا شروع کر دیا۔

ایک اور مقام یہ بھی ہوتا ہے کہ انہوں نے کہا کہ اطلاع آئی ہے کہ فلاں شہر کے

قطب اللہ کو پیارے ہو گئے ہیں' جلدی نیا نامزد کرو۔ آپ نے کہا اس وقت Available نہیں ہے' ایک آدمی یہاں پڑا ہوا ہے' اس کا نام درج کر دیتے ہیں۔ وہ لپٹا ہوا تھا صف میں۔ اس کا نام ''قطب'' درج کر کے حالت بدل دی۔ اب یہ جو مقام ہے وہاں استعداد پہلے سے موجود ہے۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اگر استعداد نہ ہو تو مرتبے سے بڑھ کر کوئی سزا نہیں۔ اس لیے یہ مرتبہ سزا کے طور پر نہیں ہے۔ جس کو قطب بنا دیا وہ چور کوئی Expert ہو گا جس نے ولی کا گھر توڑا۔ جس کو پتہ ہو کہ یہ بزرگ غوث ہے' مشہور آدمی ہے' آدھی دنیا تو مرید ہو گی' اس نے کہا کہ دیکھا جائے گا' آج ذرا غوث کے گھر بھی ہو آئیں۔ یہ ایک بڑی کمال کی بات ہے اور یہ بڑی جرأت کی بات ہے۔ یہ وہ بات ہے کہ مقابلے والا تلوار لے کے آ رہا ہے اور کلمہ پڑھ کر جا رہا ہے۔ کیا مجال ہے کہ چوری کرے۔ یہ اس کی ہمت کی داد دینے والی بات ہے کہ تو ہمارے ہاں آیا' اب تو خالی ہاتھ جا رہا ہے تو یہ ہماری شان نہیں کہ خالی ہاتھ واپس جائے' چلو اور کچھ نہیں تو قطب ہی بن جا۔ یہ دینے والے کے انداز ہیں کہ ہاتھ خالی نہ جانے دے۔ ویسے بھی دیکھا گیا ہے کہ بزرگ جو ہیں اپنے گھر میں بری نیت سے آنے والوں کو بھی خالی ہاتھ نہیں جانے دیتے۔ خالی ہاتھ بھیجنے کا حکم ہے ہی نہیں۔ ان کی زندگی اور طرح کی زندگی ہوتی ہے' وہ اور ہی کہانی ہوتی ہے۔ کہ کوئی خالی ہاتھ نراش نہ جائے۔ کسی نے نراش جانا ہی نہیں ہے وہاں سے۔ اور یہ جو توجہ ہے ایک ایسی قسم کی چیز ہے جیسے آگ' اگر آگ لوہے پر توجہ کرے تو لوہے کو آگ بنا دیتی ہے اور لوہا جل کر آگ جیسا ہو جاتا ہے۔ اس کو ایسی توجہ ہو جاتی ہے۔ توجہ والا انسان جو ہے' اس دوسرے انسان کو اپنے قریب کر لیتا ہے یا اپنے سا کر لیتا ہے۔

اپنی سی کر لی مجھ سے نیناں ملائی کے

سنا نہیں آپ نے کہ اپنی سی کر لی' اپنے جیسے بنا لیا' اپنا رنگ دے دیا' اپنا ڈھنگ دے دیا۔ ہر چشتی قوالی سنے گا اور اپنے جیسا ہو گا۔ جو رنگ ایک نے شروع کیا ہے وہ رنگ اس کے ماننے والے متعلقین سب میں کم و بیش جاری رہے گا۔ یہ جو ہوتا ہے یہ توجہ کا عمل ہوتا

ہے۔توجہ کا معنی اپنے جیسے کر لینا۔اور آگ کے اندر جو لوہا ہے وہ آگ تو نہیں بنا' آگ جیسا ہو گیا۔جب تک وہاں ہے ویسا ہی ہے۔جدا ہو گا تو ایسے ہی ہو گا جیسا پہلے تھا۔تو توجہ تعلق عطا کرتی ہے۔اس تعلق میں توجہ دینے والا' توجہ لینے والا تقریباً برابر ہو جاتے ہیں۔آگ کے اندر یا طاقت کے اندر دونوں جو ہیں یکساں ہو جاتے ہیں۔

توجہ ملتی کیسے ہے؟اس طرح ملتی ہے جس طرح اللہ کے فضل سے چہرہ مل جاتا ہے' جیسے اللہ کے فضل سے ایمان مل جاتا ہے۔ایمان کہاں سے لیا؟ نہ ڈھونڈنے کی چیز ہے اور نہ تلاش کرنے کا نتیجہ ہے بلکہ یہ اللہ کا فضل ہے۔

ایک آدمی کو مدت ہوئی کسی بزرگ کا انتظار کرتے کرتے' دریا کے کنارے بیٹھا رہا' مایوس ہونے لگا۔پھر وہ تشریف لے گئے۔اس کو بتایا۔واپسی کا سلام کیا۔اُس نے پوچھا آپ وہ ہی ہیں جی۔بزرگ نے فرمایا ہاں وہی ہیں' آئندہ ملنا ہو تو میرا یہ ایڈریس ہے' آ جانا' اس آدمی نے کہا کہ جس نے پہلے آپ کو بھیجا ہے اس نے دوبارہ بھی آپ کو بھیج دینا ہے' میرا کام ہے یاد کرنا' میرے پاس آنے کا ٹائم نہیں ہے کہ آپ کو تلاش کروں۔یہ الگ الگ بزرگوں کی کہانی ہے۔

یاد کرنے والے جو ہیں وہ تلاش نہیں کرتے۔کہتے ہیں یہ کام بھی آپ ہی کرو۔تو ایسے بھی ہوتا ہے۔وہ آپ ہی کام کرتے ہیں۔اس لیے یہ صرف توجہ والے کا اعجاز نہیں ہے بلکہ لینے والے کا بھی اعجاز ہے۔یہ لینے والے کی کرامت ہے۔یہ سائل کی کرامت ہے کہ آپ کا سامان ہی لے گیا' ایسی آواز نکالی کہ آپ نے لباس ہی اتار کر دے دیا۔تو یہ اس کا کمال ہے۔سائل کا سوال جو ہے وہی اس کی عطا ہے۔سو سائل کا سوال ایسی عطا ہے کہ دینے والا بے شک اپنی جگہ پر عطا کرنے والا ہو مگر وہ لینے کا بڑا اعجاز ہے۔لینے پر آ جائے تو اللہ کی رحمت لے لے اور اگر لینے پر آ جائے تو عذاب بھی مانگ لے۔اس لیے یہ توجہ حاصل کرنے کا حجاب ہے۔آپ مسکین شکل بناؤ گے تو ہر آدمی کو رحم آ جائے گا اور اگر آپ مغرور ہو کر آؤ گے تو ہر آدمی کہے گا کہ کیا ہو رہا ہے۔خود بخود آپ کے اندر برائی آ جائے گی۔

یہ آپ کا اپنا کمال ہے' توجہ لینے کا اپنا کمال ہوتا ہے کہ اس پر نگاہ آ جایا کرتی ہے اور وہ نگاہ جو ہے وہ کارساز نگاہ ہوا کرتی ہے۔ نگاہ سے مراد Attention ہو جانا' اور وہ رائے بھی دیتا ہے' دعا بھی دیتا ہے۔ رائے وہ ہوتی ہے کہ جو چیز آپ کی سمجھ میں آ جائے۔ کہتا ہے کہ اس کام کو یوں کر دو' بات آسان ہو جائے گی۔۔۔۔۔

بلھےؒ کو سمجھ نہیں آ رہی تھی گرچہ معمولی بات تھی۔ بزرگ پیاز کی پنیری لگا رہے تھے۔ بلھےؒ نے پوچھا کہ رب کی کوئی آسان سی بات بتایئے۔ انہوں نے کہا یہ کون سی مشکل بات ہے' پنیری اٹھا کر اِدھر سے اُدھر لگا دے۔

بُلھیا رب دا کی پاونا

ایدروں پٹنا تے اُودر لاونا

بلھےؒ کو بات سمجھ نہیں آئی۔ کہتا ہے کہ بات سمجھ نہیں آئی۔ فرمایا کہ اس دنیا سے دل اٹھا لے' دل خود بخود اُدھر لگ جائے گا۔ تو دل اِدھر نہ لگا۔ دنیا سے دل اچاٹ ہو کے اس طرف رجوع کر لینا ہی رب کو پانا ہے۔ رب ذات نہیں ہے کہ رب حاصل کر لو' رب سمت بھی نہیں ہے کہ اس پر کاربند ہو جاؤ' اس کی سمت اتنی لامحدود ہے کہ وہ آپ کی سمجھ سے باہر ہے۔ رب کو پانے کا مقصد یہ ہے کہ اس کے برعکس والی چیز سے آپ نجات پاؤ' پھر تو رب ہی رب ہے۔ دنیا کی طرف سے آپ نے ہاتھ اٹھا لیا تو آپ رب کی طرف چل پڑے۔ صاحبانِ سفر جتنے ہیں کسی کو کوئی بات مل گئی۔ سارے مرتبے میں برابر نہیں ہیں۔ پیغمبر برابر نہیں' ولی کیسے برابر ہو سکتے ہیں۔ آپ کے مزاج کے مطابق دعا کرنی ہوتی ہے کہ آپ کی استعداد کے مطابق اور آپ کے مزاج کے مطابق اللہ تعالیٰ آپ کو مرتبہ عطا فرمائے۔ ورنہ مرتبہ مل جائے اور استعداد نہ ہو تو اس سے بڑی اور کوئی آزمائش نہیں ہے۔ تاریخ میں دیکھا گیا' ایمان دار آدمی ہے' ایمان دار نیک انسان' دین کو سمجھنے والا انسان' آزمائش یہ ڈال دی گئی کہ دنیا کی بادشاہی دے دی۔ دنیا کا تصور اس کو نہیں۔ اب وہ صرف دین میں کامیاب تھا' اسے میدان میں جا کرنا کام ہی ثابت ہونا ہے اور وہ ہو جائے گا کیونکہ یہ اس کا اپنا میدان نہیں ہے۔ اس لیے

اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنی چاہئے کہ آپ کو کسی ایسے میدان میں نہ ڈالا جائے جو آپ کا میدان نہ ہو، جو آپ کی استعداد نہ ہو۔ مثلاً کوئی آپ سے کہے "آپ ہمارے دوست ہیں، بڑے اچھے ہیں، یہ گانا بڑا اچھا گاتے ہیں"۔ محفل خراب ہو جائے گی کیونکہ آپ گانا نہیں گاتے۔ ایسے مقام کی تعریف جو آپ میں نہیں ہے، یہی بدتہذیبی ہے۔ اس لیے آپ دعا کیا کریں کہ جو چیز آپ کی استعداد میں ہو وہی آپ کو کرنی پڑے۔ انصاف کی سیٹ پر بیٹھے ہو تو اپنے بیگانے کا فرق ذہن سے نکال دو۔ تب انصاف کی کرسی پر بیٹھنا ورنہ جس کو اپنے بیگانے کا پتہ چلتا ہے وہ انصاف کبھی نہیں کر سکتا۔ یہ اللہ کریم کا احسان ہونا چاہیے آپ کی ذات پر کہ آپ کو اپنی استعداد کے مطابق ملے۔ وہ قطب جو چور سے بنا تھا وہ قطبوں کا بھی قطب تھا۔ پھر اس کو وہ مقام ملا۔ توجہ کرکے، اس کو مرتبہ عطا ہو گیا۔ اگر آپ فقیروں سے ملیں، آپ میں استعداد نہ ہو اور ان کی توجہ ہو جائے، پھر کہتے یہ ہیں کہ اگر ظرف نہ ہو، تیزی ہو جائے، تو آدمی کی جان خطرے میں ہے اور بعض اوقات ایمان بھی خطرے میں ہے۔ نااہل کو اہلیت کا مقام مل جائے تو اس کا ایمان بھی خطرے میں ہوگا، جان بھی خطرے میں ہوگی۔ اس طرح کے بڑے واقعات ہوئے۔ نااہل پر توجہ کر دی گئی مگر اس کے پاس استعداد نہیں تھی۔ مثلاً ایک آدمی کوئی خوراک کھاتا ہے تو وہ اس کو تکلیف دیتی ہے، اور کھاتا ہے تو اس خوراک سے مر جاتا ہے۔ تھوڑی خوراک کھائے گا تو طاقت آئے گی اور وہی طاقت دینے والی چیز، وہی خوراک اگر زیادہ کھالی جائے تو طاقت چھن جاتی ہے۔ Quality وہی رہے چیز کی اور اگر مقدار بڑھا دی جائے تو کوالٹی برعکس ہو جاتی ہے۔ مفید چیز مقدار میں بڑھ جائے تو غیر مفید ہو جاتی ہے۔ اگر مقدار میں کم ہو جائے تو پھر کوئی بات نہیں۔ اس لیے خالی مقدار کے اضافے کے ساتھ معیار بدل سکتا ہے۔ تو چیز کا معیار بدل جاتا ہے ہر چند کہ چیز وہی رہی۔ کسی چیز کی کثرت کے باوجود اس میں کمی ہو سکتی ہے اس طرح کہ وہ چیز منفعت بخش نہ ہو۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اتنا اچھا بنایا ہے کہ رات پڑتے ہی سو جاتے ہیں۔ گویا کہ آپ کے سارے جھگڑے، آپ کے سارے اندیشے، نعمتیں، رنج، راحتیں، Achievements اور آپ

کی محرومیاں، سب رات تک ہی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی مہربانی ہے آپ پر کہ آپ کے اندر فراموش کرنے کی ایک صلاحیت رکھی گئی ہے۔ جہاں یاد کرنے کی صلاحیت ہے وہاں بھول جانے کی صفت بھی ہے۔ آپ سب سے پہلے اللہ کا شکر ادا کریں کہ اس نے یادداشت عطا کی، پھر آپ شکر ادا کریں کہ بھول جانے کی صفت دی ہے ورنہ ایک غم ہمیشہ کے لیے غم بن جاتا۔ نہ ہمیں طویل عمر کے لیے خوشی چاہیے اور نہ غم ہمیشہ کے لیے چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر رات نازل فرما کر، نیند سے بھری رات نازل فرما کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ آپ کے سارے دعوے شام تک ہی ہیں۔ لہٰذا آپ کی پریشانیاں شام تک ہی ہیں۔ صبح اٹھیں گے تو نئی پریشانی ہوگی، نئی خوشی ہوگی۔ اس لیے آپ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے۔ اللہ تعالیٰ سے یہ مانگا کریں۔ کوئی خیال مستقل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ وہ آپ کو اپنا خیال دے دے، ایسا خیال جو اتنے بڑے واقعات کے بعد، نیند کے بعد بھی جاری رہے۔ نیند کے کئی فائدے ہیں۔ نیند کے بارے میں بہت ساری باتیں پہلے بھی آپ کو بتائی تھیں، برے آدمی کے لیے نیند بڑی اچھی چیز ہے، مثلاً یہ کہ انسان برائی سے بچ جائے گا، نیک آدمی کے لیے نیند اچھی چیز نہیں ہے کہ نیکی سے محروم ہو جاتا ہے، نیند جو ہے راحت ہے ہر آدمی کے لیے، آپ کے اعمال کو نیند آ کر روک دیتی ہے، آپ جائزہ بھی لے سکتے ہیں اور اندازہ بھی کر سکتے ہیں کہ میں نے کیا کیا، کیا کھویا، اس میں موت کی تصویر بھی نظر آ سکتی ہے۔ کوئی ایسا انسان نہیں جو ہمیشہ جاگتا ہی جائے۔ یہ اللہ نے بڑا خاص احسان کیا ہے ورنہ انسان مر جاتا۔ تو اس لیے آپ یہ سمجھ لو کہ اگر مقدار بڑھ جائے تو معیار کی تاثیر گھٹ جاتی ہے۔ توجہ اگر زیادہ ہو جائے اور آدمی کا ظرف کم ہو، تو وہ برتن پھٹ سکتا ہے۔ تھوڑی توجہ سے اس کو فائدہ ہو سکتا ہے اور اگر ظرف نہ ہو تو عطا انسان کو مغرور بنا دیتی ہے۔ آپ نے دیکھا ہے کبھی نیچ آدمی کو، کہ کم ظرف انسان کو جو بھی مرتبہ ملتا ہے اُسے مغرور بنا دیتا ہے۔ زیادہ ظرف والا آدمی جو ہے وہ مرتبے میں Humble ہو جاتا ہے۔ پھل دار درخت Humble ہو جاتے ہیں اور جو اپنے قد سے بڑھ جانے والے درخت ہیں، ہمیشہ بے ثمر ہی رہتے ہیں۔

مقصد یہ ہے کہ کچھ لوگوں میں غرور پیدا ہوتا ہے یعنی کچھ لوگوں میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں غرور پیدا کرتی ہیں اور جو Humble رہتے ہیں ان کا مقام اور ہوتا ہے۔

آپ چیزوں کی مقدار کو بڑے توازن میں رکھنا ورنہ اس کا اثر بڑا برعکس نکل آتا ہے۔ اور توجہ کی تمنا کبھی نہیں کرنی چاہیے' یہ مستند ہے' پکی بات ہے۔ توجہ کی تمنا اپنے لیے ایک ایسی چیز کی تمنا ہے جو موجود نہیں ہے اور اس سائل کا لباس نہیں ہے' اس لیے Size سے باہر کی تمنا نہیں کرنی چاہیے۔ اپنے راستے کی' اپنے مزاج کی' سچ کا سفر ہونے کی تمنا ہونی چاہیے۔ قطب بننے کی تمنا جو ہے اس کے لیے چور بننا لازم ہے۔ وہ آپ نہیں بن سکتے کیوں کہ وہ دقت والی بات ہے۔

کافر نہ شدی لذتِ ایماں چہ شناسی

اس کا ایک اور مقام یہ ہے کہ جو راستے پر چل رہا ہے. عام طور پر اسے صرف شاباش چاہیے' Encouragement چاہیے' جو راستے سے بھٹک گیا اور ہے اچھے خاندان کا تو پھر توجہ چاہیے۔ حکم کے علاوہ کوئی توجہ نہیں کر سکتا یعنی اللہ کے حکم کے علاوہ توجہ نہیں ہو سکتی اور اللہ کا حکم ہی توجہ ہے' توجہ کا باعث ہے۔

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

یوں سمجھو کہ نگاہِ مردِ مومن ہی تقدیر ہے۔ اگر آپ کی تقدیر میں بدلنا لکھا ہے تو مردِ مومن آپ کے پاس آئے گا اور کہے گا کہ تیری کتاب کو بدلنے کو میں حاضر ہو گیا۔ اس لیے اگر آپ کے مقدر میں بدلنا لکھا ہے تو مومن جو ہے وہ صاحبِ نگاہ دور سے چل کے آئے گا۔ اس لیے آپ اپنے نصیب کے ساتھ انتظار کرو' بڑے اطمینان اور یقین سے انتظار کرو۔ وہ خود بخود ہی آ جاتے ہیں جس طرح آپ کو روشنی دینے کے لیے سورج کہیں سے آ گیا۔ اور آپ کو خوراک عطا کرنے کے لیے آپ کی ٹیبل چل کر آئی' آپ کو کیا پتہ کہ کون سی مل سے کتنا آٹا آ گیا' کدھر سے کیا چیز آ گئی' آپ کے گھر میں کون سی چیز کہاں سے آئی سجانے کے لیے' کیا سے کیا واقعات ہو گئے۔ یہ آپ کے علم میں نہیں ہے۔ یہ ہوائیں چل کر آئی ہیں'

بادل چل کر آئے ہیں۔ وہ جو آپ کی خواہش پوری فرمانے والا ہے وہ آپ کی خواہش خود بخود پوری فرمائے گا۔ صرف آپ استقامت کے ساتھ حسن انتظار پیدا کرو۔ اس دور کے اندر سب سے بڑی کرامت استقامت سے بڑھ کر کوئی نہیں' آپ استقامت کر لو تو یہی بڑی کرامت ہے۔

آپؐ کی ذات مبارک کائنات کے لیے ہے' آپؐ کے ارشادات کائنات کے لیے ہیں' آپؐ کی چھوٹی سی بات بھی یاد رہ جائے تو لوگوں کی ساری زندگی راستہ پکڑ سکتی ہے۔ باتوں کو یاد کرنے کی بات نہیں ہے' ایسا فقرہ ضرور ہوگا۔ فقرہ' بتانے کی ضرورت نہیں کسی کو' آپ کلام اللہ پڑھو' اس میں ایک آیت ہے۔ فیہ ذکر کم اس میں تمہارا ذکر ہے اور یہ کہ تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کرتا ہوں۔ تم آپ ہی قاری ہو۔ اگر آپ اسے پڑھو کہ یہ کلام چونکہ اللہ کریم کا ہے جو میرا معبود بھی ہے' خالق بھی ہے اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں' لازمی بات ہے کہ اسی کے اندر آپ کے لیے نصیحت کی کوئی بات ہوگی۔ ساری نصیحتیں ہیں سب کے لیے' اور ایک بات خصوصاً آپ کے لیے ہوگی۔ آپ اس کو توجہ سے پڑھ رہے ہوں تو صرف ایک آیت یا ایک فقرہ آپ کے لیے ہوگا اور باقی قرآن پاک سے آپ کو الگ نظر آنا شروع ہو جائے گا۔ چلتے چلتے وہاں رک جاؤ گے' اس کو دوبارہ پڑھو گے۔ چاہے آپ کوئی سی آیت پڑھ رہے ہوں' کوئی سی سورت پڑھ رہے ہوں' اس میں ایک تکرار آ جاتی ہے۔ جہاں آپ کے ذہن میں تکرار آ جائے آپ دوبارہ دوبارہ پڑھنے لگ جاؤ' تو اس بات پر غور کرو کہ یہ آپ کے لیے ہے۔ اسی طرح سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور احادیث مبارک میں بھی ہوگا۔ اگر حدیث شریف صحیح بخاری لی جائے تو اس کے اندر کتنے صفحات ہیں' آپ گن لو' سارے صفحات کو یاد رکھنا سب کے لیے ممکن نہیں۔ ایک حدیث آپ کو نظر آئے گی' اس حدیث کی روشنی میں آپ نے زندگی بسر کر دینی ہے اور اگر کوئی پوچھے کہ حدیث مبارک میں کون سی چیز آپ نے غور کی تو آپ کہہ سکتے ہیں میں نے اس حدیث کی روشنی میں زندگی گزاری۔ اس لیے وہ چیز جو آپ کے عمل میں آ رہی ہے وہ بات

آپ قائم رکھ لو۔ حدیث کو سنانا نہیں' یاد کر کے بتانا نہیں' وہ تو کتابوں میں لکھنے کا عمل ہے۔ اگر کتابوں میں نہ لکھی جاتی پھر یاد ہوتیں اور ہم یاد بھی کرتے۔ اس کو یاد رکھنا تھا ہمارے استاد نے اور اس نے بتا دیا تو ہمیں یاد ہو گئیں۔ جو حدیث آپ کو روشنی دے رہی ہے آپ اس کے مطابق زندگی بسر کرنی شروع کر دیں۔ ایک لفظ ہو' ایک فقرہ ہو' جو بھی آپؐ کا ارشاد ہو اس پر چل پڑو۔ جب کبھی آپ سفر کریں گے تو آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ اس مقام پر آپؐ کا ارشاد یوں ہونا چاہیے۔ جب آپ مزاج کے تابع ہو جائیں گے' تب آپ کی فکر' فکر کے تابع ہو جائے گی۔ جب فکر' فکر کے تابع ہو جائے گی پھر آپ کی یادداشت کھل جائے گی۔ ورنہ آپ کو یادداشت کے لیے زور لگانا پڑے گا۔ زور لگانے والی چیز یاد نہیں آتی اور پسند والی چیز بھولتی نہیں۔ جب آپ اس فکر میں ڈھل گئے تو خود بخود ابواب روشن ہو جائیں گے اور پھر سارا علم آپ کو یاد ہو جائے گا۔

وہ جو روایت ہے کہ ایک بزرگ جو گھوڑے پر سوار ہوتے ہیں' ایک رکاب سے پاؤں دوسری رکاب میں جانے تک قرآن کریم پڑھ لیتے ہیں' یہ آسان ہے' یہ ہو سکتا ہے' ان کے لیے ہو سکتا ہے۔ جن کی نگاہ میں قرآن ہے' ان کی نگاہ میں قرآن ہے۔ کمپیوٹر میں گزار دیں تو سارا قرآن گزر جاتا ہے۔ جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو زبان سے بولتے تو نہیں۔ پہلے آپ بچپن میں بولتے ہیں' آلـــــمٓ ' پڑھ لیا سارا۔ اسی طرح دوسرا آدمی جب تیسرے کی طرف دیکھ رہا تھا' تو وہ قرآن پڑھ گیا' حالانکہ وہ دیکھ رہا ہے مگر پڑھائی ہو رہی ہے۔ تو صرف اس کو دیکھو اور پھر خیال آ رہا ہے اور خیال اتر رہا ہے۔ جو اس کا محرم ہے وہ باطن کا محرم ہے اور اس کو ساری کی ساری بات سمجھ آ جاتی ہے۔ یہ ہے عطا کی بات۔ اللہ کریم اگر باطن کھول دے تو خود بخود آپ کو آشنائی ہو جاتی ہے۔

اس لیے جب آپ قرآن شریف پڑھتے ہو تو آپ خیال کرو' آپ کے اوپر یہ احسان ہے۔ اسی طرح حدیث شریف یاد ہو جائے گی۔ اب آپ کو عملی طور پر میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اگرچہ آپ کے پاس علم بہت زیادہ ہے' آپ کوئی ایک چیز' دین کا نسخہ' دین کے

مطابق' ایک عمل اپنی زندگی میں شامل کر لیں تو ساری کی ساری زندگی دین میں ڈھل جائے گی۔ مثلاً غم آ گیا' تکلیف آ گئی تو آپ کہیں کہ مجھے اتنا پتہ ہے کہ میں نے اللہ کے حکم کے مطابق عمل کیا' غم میں میں نے شور نہیں مچایا' اللہ کا حکم سمجھ کے صبر کر لیا۔ غم کو ہم اللہ کا حکم سمجھ کے خاموش ہو گئے۔ پھر تو آپ کی زندگی محفوظ ہو گئی۔ تو اپنی زندگی میں کوئی سا عمل اللہ کی رضا کے لیے شامل کر لو اور اس عمل کی حفاظت کرتے جاؤ' تکرار کرتے جاؤ۔ وہ ایک عمل ساری زندگی کو مسلمان بنا دیتا ہے' جس طرح ایک کلمہ ساری زندگی کو مسلمان بنا دیتا ہے۔ اگر کافر کلمے کے لفظ پڑھے گا تو مسلمان نہیں ہو گا۔ کافر کلمہ پڑھتا ہے' وہ جانتا ہے' کافروں نے یہاں عربی فارسی پڑھائی' انگریزوں نے سنسکرت پڑھائی ہے' عربی فارسی بھی پڑھائی ہے بلکہ قرآن کریم بھی پڑھاتے رہے مگر کافر صرف کلمہ پڑھ کے مسلمان نہیں ہوا گویا کہ کلمہ پڑھنے اور کلمہ ماننے میں بہت فرق ہے۔ جس نے یہ مان لیا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میں نے اور کسی کی پوجا نہیں کرنی اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں' آخری رسول ہیں' آخری اور پہلے کی بات تو ہم کریں گے ہی نہیں' جب آخری ہیں تو آخری پر کیا اصرار کرنا اور پھر اس میں کوئی شک ہے کیا؟ اس لیے جب اللہ کے رسول ہیں ہمہ حال ہیں' تا قیامت ہیں' پھر آخری تو آخری ہوئے' پہلے رسول بھی آپؐ ہیں۔ آپؐ اللہ تعالیٰ کے پہلے رسول ہیں' رسولوں کے رسول ہیں۔ تو آپؐ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اس گواہی پر آپ کی ساری زندگی کا عمل قائم ہے' آپ کے اعمال قائم ہیں' علم قائم ہے' نام قائم ہے' مرتبہ قائم ہے' اب آپ مسلمان ہو گئے۔ کون سی چیز آپ کے پاس آ گئی؟ کلمہ جو آپ نے پڑھا۔ اور اس میں نیت شامل ہو گئی۔ ایک کلمہ ساری زندگی کو مسلمان کر گیا۔ لفظ زندگی کو مسلمان کر گیا۔ اور آپ کا عمل زندگی کو فلاح میں لے گیا۔ اللہ کے نام کا خالی پودا ہی لگا دو۔ یہی آپ کی فلاح کا باعث ہے۔ کوئی درخت ہی لگا دو' آپ کی فلاح کا باعث ہو گیا۔ یہ اللہ اور آپ کے درمیان معاہدہ ہے۔ اس میں کوئی درمیان سے کیوں گزرے۔ کوئی کام کرتے ہو تو وہ اللہ کی رضا کے لیے۔ اللہ اور آپ جانو۔ یہ آپ کی فلاح ہو سکتا ہے اور ہوتا رہا ہے۔

اپنی زندگی کے اندر اللہ کے لیے کوئی عمل پیدا کرلو' وہ آپ کا اللہ ہے اور گواہی بھی آپ کی ہے۔ آپ کوئی ایک عمل اللہ کی رضا کے لیے اپنی زندگی میں جاری کردو۔ آپ بہتر جانتے ہو کہ آپ کے اندر کوئی خامی موجود ہے۔ صرف اللہ کو بتاؤ' انسان کی گواہی کے بغیر' اور اللہ کی رضا کے لیے' اس خامی کو ترک کردو۔ تو ایسے لوگ غائب میں اللہ سے ڈرتے ہیں۔ حاضر اللہ سے تو سب ڈرتے ہیں۔ وہ جو غائب اللہ سے ڈرتے ہیں' اللہ کے نام پر اپنے اندر ایک برائی' اس کی رضا کے لیے نکال دیں' پھر فلاح آپ کی ہے' گواہی اللہ کی ہے۔ زندگی میں ایک نیکی اللہ کے لیے شامل کرلو۔ تو یہ یہ نیکیاں ہیں' ان میں سے اپنے لیے کون کون سی اٹھاتے ہو اور یہ بدی ہے' کون سی آپ ترک کرتے ہو۔ بدی وہ نہیں جو آپ کو ناپسند ہو بلکہ بدی وہ ہے جو اللہ کو ناپسند ہو۔ یہ بڑی اہم بات ہے۔ نیکی وہ نہیں جو آپ کو پسند ہو بلکہ نیکی وہ ہے جو اللہ کو پسند ہو۔ اپنی پسند اور ناپسند سے بچ کر اللہ کی پسند ناپسند دریافت کرنا اور اس کی پسند کے لیے نیکی کا اجراء کرنا۔ اللہ کے لیے اپنے اندر سے برائی دور کردینا۔ پھر ساری زندگی کی اصلاح ہوجائے گی۔ اپنے آپ کو دیکھنا پھر۔ مثلاً آپ نہ ہوں تو ساری کائنات بے شک ولی ہوجائے تو ہوجائے' آپ کے دم تک ہی ساری رونقیں ہیں۔ نظارے نظر تک اور آوازیں سماعت تک ہیں۔ بات اتنی ساری ہے۔ تو یہ جو کچھ ہے آپ کے ہونے تک ہے۔ آپ نہ ہوئے تو پھر کیا ہوگا۔ اس لیے اپنی زندگی میں اپنے ہونے تک کوئی چیز کرڈالو یا نہ ہونے والی چیز ترک کرڈالو۔ آپ کبھی اقرار نہ کرنا کہ آپ کے پاس بڑا علم ہے۔ اس لیے عمل' عمل کے تابع کردو۔ اس اطاعت میں آپ کوئی عمل اختیار کرنا جو اس عمل کے مطابق Perfect بنے۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر جانوروں سے پیار کیا' آپ جانوروں سے پیار اس لیے شروع کردو کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا تھا۔ پھر آپ پر اللہ راضی ہو جائے گا۔ اللہ جس پر راضی ہے آپ اسی کی ادا اختیار کرلو' اللہ آپ پر راضی ہوجائے گا۔ آپ اس لیے سوانح حیات' سیرت پاک پڑھو۔ اس میں سے کوئی ایسا عمل جو آسانی سے آپ اختیار کرسکو' ان کی رضا کے لیے اختیار کرلو' کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کس طرح

تھی' آپ ؐ کتنے شفیق ہیں' کتنے رحم دل ہیں' وعدہ کیسے وفا کرتے ہیں' لین دین کس طرح کرتے ہیں' کافروں سے کس طرح ہر طرح کی باتیں کرتے ہیں۔ تو ایسا کوئی عمل آپ اختیار کرلو' پھر عمل' عمل کے تابع ہوگیا۔ سارا نہیں تو کچھ حصہ۔ پھر آپ بچ گئے' فلاح پاگئے۔ جو چیز آپ ؐ کو ناپسند ہے' اور تمہاری زندگی میں موجود ہے' اُسے نکال دو۔ اتنا کام کرلو۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے مطابق آپ ؐ کے عمل کی دنیا میں سے کوئی ایک عمل لے کر اپنے عمل کی دنیا میں اسے داخل کرلو' پھر آپ کی زندگی فلاح پاگئی۔ جو آپ ؐ کو ناپسند ہے وہ اپنی زندگی سے نکال دو' آپ کی زندگی فلاح پاگئی۔ کسی گواہی کی ضرورت نہیں ہے' اتنا تو آپ کو علم ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی نے قرآن مجید کے مطابق زندگی پیش کی ہے______

اس عمل کی اطاعت میں کوئی ایک عمل اٹھالو اور اس اطاعت میں کوئی ایک عمل اپنے سے نکال دو۔ پھر آپ بچ گئے اور بڑی ہی رونقیں لگ جائیں گی۔ اس لیے آج یہ وعدہ کیا جائے کہ اپنے آپ سے ہم ایک چیز نکال دیتے ہیں ان کی خوشنودی کے لیے اور ایک چیز ہم نئی شامل کرلیتے ہیں ان کی رضا کے لیے۔ اس بات کے وعدے کے ساتھ سب لوگ اگر چل پڑیں تو اللہ تعالیٰ آپ سب پر مہربان ہو جائے گا۔ اللہ ایک ادا پر مہربان ہو جاتا ہے' اللہ انتظار نہیں کرتا۔ بس ایک عمل آپ کا Check کیا' بس ایک دفعہ راضی ہوا تو راضی رہتا ہے۔ وہ راضی ہوگیا تو راضی ہی راضی ہے اور جس پر نہیں راضی اس کو اپنا نام لینے نہیں لینے دیتا۔ جو اس کا نام لیتے ہیں' وہ انہیں پہلے رضا دیتا ہے پھر وہ نام لیتے ہیں۔ اس راستے پر وہ چل نہیں سکتا جس پر اللہ راضی نہ ہو۔ اللہ راضی پہلے ہوتا ہے' سفر بعد میں ملتا ہے۔ اس لیے جن لوگوں کو یہ سفر ملا وہ اللہ کے راضی ہونے کا یوں یقین کرلیں کہ اللہ راضی پہلے ہوتا ہے' سفر کا شوق بعد میں ملتا ہے۔ تو اس سفر کا شوق جو ہے یہ اللہ کی رضا کے بغیر نہیں ملتا۔ شوق اللہ کا ہے اور اللہ کہاں ہے' یہ ہمیں پتہ نہیں ہے۔

ایک آدمی جس کو یہ خیال ملا تھا' اسے اللہ کی تلاش کا شوق ہوگیا۔ اس کو کسی نے کہا

اللہ راستے میں مل جائے گا' چلا جا۔ وہ بیچارہ بھاگ گیا۔ جو چیز نظر نہیں آئی' سب کو سلام کیا' دیوار کو ہاتھ لگایا یا کبھی کھمبے کو ہاتھ لگایا' کبھی گائے کو بیچارہ اللہ ہی سمجھتے ہوئے چلتا گیا۔ ان پڑھ تھا بیچارہ مگر شوق زیادہ تھا۔ کہتے ہیں وہ اس پہاڑ پر چلا گیا جہاں پر سات ہستیاں رہتی تھیں۔ جب وہاں پہنچا تو جنازہ رکھا ہوا تھا اور چھ ہستیاں زندہ تھیں۔ انہوں نے کہا سرکار آپ آگئے ہو' جنازہ پڑھاؤ۔ ''سرکار'' تو ان پڑھ تھا۔ اس نے کہا میں تو اللہ کے شوق میں آ گیا اور آپ کہتے ہو کہ جنازہ پڑھاؤ' میرے پاس علم تو نہیں ہے۔ کہنے لگے آپ پڑھاؤ تو سہی۔ اس نے محسوس کیا کہ علم آ گیا۔ اس نے پوچھا بات کیا ہے؟ اس نے کہا یہ ہمارے امام ہیں اور ہم ساتوں ہستیاں کنٹرول کرنے والی ہیں' انہوں نے کہا تھا کہ میرا جنازہ وہ پڑھائے گا جو میری جگہ نامزد ہو کے آ رہا ہے۔ نامزد ہونے کے اولین زمانے تقریباً جہالت کے زمانے ہو سکتے ہیں اور اس علم کی دنیا پر نامزد ہونے کے اولین زمانے تقریباً علم سے محروم زمانے ہیں۔ وہاں پر شوق ہے' علم نہیں ہے۔ اس لیے اگر شوق ہو جائے' علم نہ بھی ہو تب بھی یہ سمجھ لو کہ کوئی چیز آ رہی ہے۔ وہ چیز جب اللہ کی طرف سے آتی ہے تو شوق بن کر آتی ہے اور جب آ جائے تو علم بن کر ٹھہر جاتی ہے۔ شوق کی حفاظت کرو' علم اس کے اندر ہے۔ لہٰذا آپ شوق کی حفاظت کرو' بس علم اس کے اندر ہے۔ آپ لوگوں کو مقامِ شوق پہچاننے کے بعد بڑی مبارک ہے' سب کے لیے مبارک' یہ شوق سلامت رہے' یہ شوق ہمیشہ سلامت رہے۔

ایمان سلامت ہر کوئی منگدا عشق سلامت کوئی ہو

ایمان کی سلامتی تو ہر کوئی مانگتا ہے' اپنے شوق کی سلامتی مانگو۔ تو ایمان سے پہلے شوق کی سلامتی مانگو۔ ایمان کی سلامتی شریعت ہے' شوق اور ایمان کی سلامتی فقر ہے۔ بس آپ اپنے شوق کی سلامتی مانگو۔

اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے!

صلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ ونور عرشہٖ افضل الانبیاء والمرسلین سیدنا

ومولنا حبيبنا وشفيعنا محمد واله واصحابه اجمعين.

امين برحمتک ياارحم الرحمين.

7

1 خودداری، خودی اور غرور میں کیا فرق ہے؟

2 علم الاعداد کے مطابق مختلف حروف کی جو طاقتیں ہیں اس کی کیا حقیقت ہے؟

3 جس طرح قرآن پاک میں ہے کہ جانوروں اور پرندوں کی بولیاں ہیں اس طرح کیا جمادات اور نباتات کی بولیاں ہیں؟

4 نوچندی جمعرات کی کیا حقیقت ہے؟

5 خدا نے موسیٰ کو دیدار کرایا تو جلوہ جھاڑی پہ ڈال دیا اس میں کیا راز ہے؟

6 بعض اوقات جب انسان تنہائی میں ہوتا ہے تو ایسے لگتا ہے کہ اس کے علاوہ کوئی اور بھی ہے، کیا یہ درست ہے یا صرف وہم؟

7 جلوہ کیا چیز ہے؟

8 کیا عیسائی کو کافر کہہ سکتے ہیں؟

9 کیا قرآن مجید سے تعویز لکھے جا سکتے ہیں؟

یہ محفل اس لیے ہے کہ آپ لوگ سوال کریں۔ جس آدمی کے ذہن میں سوال نہیں اس کی Improvement کا کوئی حال نہیں۔ اس کی Improvement نہیں ہو سکتی۔ مثلاً آپ چلتے جا رہے ہیں اور زندگی میں کہیں وقت آ گئی کہ ایسا کیوں ہے؟ یہ کس طرح ہوا؟ یہ کیسے ہو گیا؟ بعض اوقات تجربے کے بعد سمجھ آتی ہے۔ اگر پہلے سمجھ آ جائے تو تجربے کی زد سے انسان بچ سکتا ہے۔ اگر تو اللہ تعالیٰ نے سمجھانا ہے تو وہ تو سمجھا ہی دیتا ہے۔ خود سمجھو گے تو تھوڑا سا ٹائم لگ جائے گا اور دقت پیش آئے گی۔ اگر آگاہ ہو جاؤ تو آگاہ ہو سکتے ہو۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کسی ایک جگہ جاؤ اور پتہ چلے کہ وہاں تو دھوپ بڑی تیز ہے، اگر پہلے سے پتہ کر کے جاؤ گے تو دھوپ سے بچ جاؤ گے۔ بس اتنا فرق ہے۔ علم کا یہی فائدہ ہے۔ اگر تپش لگ گئی تو پھر آپ کہو گے کہ یہ کیا ہوا اور کیوں ہوا؟ اس کا نام گرمی ہے! گرمی کا کیا علاج ہے؟ کیا انتظام ہے۔ اس کا علاج سایہ ہوتا ہے اور پانی ہوتا ہے ______ اس لیے بہتر ہے کہ کسی سے پوچھ لیا جائے کہ سفر کیسا ہونے والا ہے، آگے کیا ہوگا؟ اگر گرمی ہوگی تو اس کا انتظام کرو، یہ یہ چیزیں ساتھ لے جاؤ، پانی ساتھ لے جاؤ، یہ یہ واقعات کرو تو بچ بچا ہو جائے گا۔ ایک تو یہ ہوتی ہے سوال کی ضرورت اور اہمیت! ایک یہ ہوتا ہے کہ فلاں جگہ تک تو ہم بات سمجھ گئے اس سے آگے سمجھ نہیں آتی کہ یہاں یہ مسئلہ کیسے ہے؟ نئی Date کی دریافت جو ہے اس کے لیے پہلے سوال پیدا ہوتا ہے کہ فلاں کتاب میں علم الاسماء ہے یعنی نام کا علم، نام کس طرح رکھے جاتے ہیں چیزوں کے؟ چیز کا نام کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ نام کی شے کے ساتھ کیا نسبت ہے؟ اور یہ چیز بڑی ضروری ہوتی ہے۔ "چاند" کا لفظ ہے یا

''قمر'' کالفظ ہے' آگے ''قمر'' کے ساتھ جو ہے چاند کا مشاہدہ اور چیز ''قمر'' کا ''منیر'' کا'لفظ اتنا ہی خوبصورت ہوتا ہے جتنی شے خوبصورت ہو۔اور غصہ' خطرناک غصہ' ''غصہ'' بھی ایسا ہے تو لفظ بھی ایسا ہے یعنی جتنا بدنما غصہ ہوتا ہے اتنا ہی بدنما لفظ ''غصہ'' ہوتا ہے۔جتنی خوشنما دعا ہوتی ہے اتنے ہی خوشنما الفاظ ''دعا'' ہوتے ہیں۔ ''شالا خیر تھیوے'' تو لفظ ہی بہت بھلا لگتا ہے۔اسی طرح اشیاء کے نام ہیں اور نام کی اشیاء ہیں۔دنیا میں ایسا کوئی اسم نہیں ہے جس کا مسمّٰی نہ ہو۔مثلاً ایک لفظ ہے ''رحمت''۔ ''رحمت'' کا لفظ ایک لفظ بن گیا مگر لفظ تو رحمت نہیں ہے اس کا متبادل ایک عمل ہے اور اس عمل کا ہونا ''رحمت'' ہے۔جس آدمی نے رحمت نہیں دیکھی اس نے رحمت کا لفظ کیا سمجھنا ہے۔جب ہم کہتے ہیں الحمدللّٰہ رب العالمین سب تعریفیں عالمین کے رب کے لیے ہیں۔اگر تعریف کا مفہوم سمجھ نہ آیا یا شکریے کا مفہوم سمجھ نہ آیا تو خالی کہنے سے مفہوم ادا نہیں ہوا۔آپ نے کہا ''تو ہمارا رب ہے'' ابھی تھوڑی دیر پہلے گلہ کر رہے تھے کہ پیسے نہیں ہیں اور اب جا کے اس کے سامنے جھوٹ بولتے ہو کہ تو ہمارا رب ہے۔تو وہ رب ہے اور آپ کہتے ہیں کہ تو سب عالمین کا رب ہے' ہمارا ابھی رب ہے' ہم تجھی سے مدد مانگتے ہیں ـــــــ اور ابھی ابھی شور مچا رہے تھے' ہنگامہ ہائے سود و زیاں تھا۔ ''اِدھر یہ لے آ' اُدھر وہ لے آ' یہ کر وہ کر'' ـــــــ اس طرح شور مچاتا رہتا ہے انسان۔اگر ''ہم تجھی سے مدد مانگتے ہیں'' تو مدد اسی سے مانگو اور دوسرا لفظ نہ کہو۔لہٰذا بہت سارے لوگوں کا اسلام قبول کرنے کے بعد بھی الفاظ کے طور پر ہے اور اس کے مفاہیم کے طور پر بات ادا نہیں ہوتی۔مقصد یہ ہے کہ یہ بہت ضروری بات ہے۔اس پہ اگر آپ تھوڑی دیر کے لیے غور کریں تو میرا خیال ہے سارے واقعات خود بخود درست ہو جائیں گے۔اور کچھ نہ کرو اور یہ جو الفاظ بولتے ہیں آپ صرف ان کے مفاہیم بولو' لفظ کا مفہوم اگر ادا ہو گیا تو یہ سمجھو کہ سارے کا سارا واقعہ ٹھیک ہو گیا۔جب ہم کہتے ہیں کہ ''یہ وظیفہ کرو اکتالیس دن ایک ہزار مرتبہ روزانہ'' اس کا ایک مفہوم یہ بھی ہوتا ہے کہ اکتالیس دن ایک ہزار مرتبہ روزانہ ادا کرنے سے شاید لفظ کی صفت تمہارے اندر پیدا ہو جائے یا

صفت کا مفہوم پیدا ہو جائے۔ اگر وظیفہ کرتے ہو ''یا کریم'' تم بھی تو سوچتے ہو گے کہ ''کریم'' کیا لفظ ہے۔ پھر پوچھو گے کہ ''کرم'' ہوتا کیا ہے؟ ''کرم'' اگر خالی اعمال کا نتیجہ ہوتا ہے تو پھر کرم کیا ہے' وہ تو نتیجہ ہو گیا۔ گویا نمبر ون اس میں یہ ہے کہ ''کرم'' کو سمجھو کہ کرم کیا ہوتا ہے اور پھر کرم کرنے والے کی ڈگری کیا ہوتی ہے' مرتبے کے لحاظ سے؟ کون کرم کر سکتا ہے اور کس پر کرتا ہے؟ وظیفے سے اگر یہ بات سمجھ آ گئی تو آپ کو ''کرم'' سمجھ آ گیا اور جس کو کرم سمجھ آ گیا اس پہ کرم ہو گیا۔ رحمت کیا ہوتی ہے؟ آپ رحمت کو پکارتے ہو______ اگر مفہوم سمجھ آ گیا تو پھر رحمت ہو گی۔ رحمت کیا ہوتی ہے؟ رحم اور شفقت۔ جس طرح ماں اپنے بچے کے ساتھ انصاف نہیں کرتی بلکہ رعایت کرتی ہے' وہ انصاف کرنے لگ جائے تو پھر اس بچے کی حرکتوں کے مطابق جواب دیتی جائے______ وہ بچہ غلطی کرتا ہے' ٹھیک طرح پرورش نہیں پاتا۔ اور ماں اس کو ٹھیک کرتی جاتی ہے۔ اور پھر وہ اور طرح سے پرورش پاتا جاتا ہے۔ تو رحم کا تعلق ماں کی شفقت کے ساتھ ہوا۔ رحم کا مطلب یہ ہوا کہ انسان کو اس کے اعمال کی زد سے بچائے' اس کے اپنے اعمال کی زد سے بچائے۔ اگر یہ بات سمجھ آ گئی تو سمجھ لو کہ رحمت سمجھ آ گئی اور رحمت کا مفہوم ادا ہو گیا۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ الفاظ کو ان کے معانی کی نسبت سے پہچانا کرو۔ اگر یہ پہچان ہو گئی تو بہت سارا کام آسان ہو جائے گا۔ ایسا نہ ہو کہ بے ترتیب الفاظ بولتے چلے جاؤ______ تو اسلام نے یہ بڑی رعایت کی ہے کہ الفاظ بھی وہی دیے ہیں جو مفہوم کی طرح بہت ہی خوبصورت ہیں۔ اور سب سے اچھا لفظ جو ہے ''محمدؐ'' وہ لفظ ہی ''تعریف کیا گیا'' ہے۔ جو ذات صلی اللہ علیہ وسلم تعریف کی گئی ہے اس کا لفظ بھی تعریف کیا گیا ہے اس کا نام بھی تعریف کیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ نام بھی اتنا ہی بلند ہوتا ہے جتنی ذات ہوتی ہے' نام بھی اتنا خوبصورت ہوتا ہے جتنی ذات ہوتی ہے۔ اس لیے آپ الفاظ کے معاملے میں ذرا غور کیا کرو کہ یہ لفظ ہوتا کیا ہے؟ ''معراج'' لفظ ہی عروج والا ہے اور ذات صلی اللہ علیہ وسلم ہی عروج والی ہے۔ کبھی آپ غور کرو تو لفظ کے اندر ہی سارا واقعہ سمجھ آ جاتا ہے۔ ''ذلت'' لفظ ہی نیچے گر رہا ہے اور ''عزت'' لفظ ہی

عزت والا ہے۔ یہ ہیں الفاظ کی Phonetics الفاظ کی آواز' الفاظ کا مضمون۔ آگے پھر عمل کا مضمون ہے کہ اس کے ساتھ کیا عمل وابستہ ہے۔ تو ہر لفظ کے ساتھ ایک ذات وابستہ ہے۔ اور ہر لفظ کے ساتھ ایک عمل بھی وابستہ ہے۔ ہر لفظ کے ساتھ پکارنے کا ایک انداز وابستہ ہے اور پکارنے والا اگر الفاظ سمجھ جائے تو وہ مفہوم بھی سمجھ جاتا ہے۔ آپ ان الفاظ کا مفہوم سوچا کریں جو آپ ادا کرتے رہتے ہیں ـــــــ ہاں بولو۔ آپ لوگ سوال پوچھو

سوال:

انسان جب نماز پڑھتا ہے تو وہ جو پڑھ رہا ہوتا ہے اگر اس کے مفہوم کو سمجھ کر پڑھے تو اس کا ذہن کہیں اور منتشر نہیں ہوگا اگر نماز میں انسان یہ سمجھ لے کہ مجھ سے کیا کہلوایا جا رہا ہے اور میں کیا کہہ رہا ہوں تو اس کا ذہن کہیں اور تو نہیں جائے گا۔

جواب:

جب آپ بغیر خیال کے بے ربط باتیں کرتے ہو تو پھر آپ کی آواز ختم ہو جاتی ہے۔ پہلے دعا کی کہ یا اللہ رحم فرما اور اللہ کو رحم کی درخواست دے دی' اور ادھر مدد کے لیے پکارتے گئے۔ ''تو ہمیں پالنے والا ہے'' اور پھر لگاتار ہڑتالیں کر دیں کہ کئی دن سے تنخواہ نہیں ملی۔ کہتے ہو'' اللہ تو پالنے والا ہے'' اور اگر کارخانہ نہ ہو تو پھر ـــــــ یہ ہے نیت کی بات ۔ مقصد یہ کہ ساری نیت جو ہے اگر آپ کی ندا کے برابر نہ ہو تو سمجھو کہ ایمان میں کوئی خلل رہ گیا۔ آپ حرف ندا میں کچھ اور کہہ رہے ہیں اور ارادہ کچھ اور ہے۔ اللہ اگر نظر آنے والی بات ہوتی تو پھر آپ کے لیے آسانی ہوتی۔ اللہ تو نظر آنے والی بات نہیں ہے بلکہ ندا کے طور پر ہے۔ لوگوں کو عام طور پر ندا کا مفہوم سمجھ نہیں آتا ـــــــ یعنی دعا کے طور پر اللہ کو چٹھی لکھی ہے مگر اب پتہ نہیں ہے کہ چٹھی باہر جاتی ہے کہ چٹھی اندر آتی ہے۔ مطلب یہ کہ اس کا باہر کی طرف رخ ہے یا اندر کی طرف رخ ہے' آسمان کی طرف بھیج رہے ہو یا کسی بندے کی طرف بھیج رہے ہو۔ تو یہ کیا ہے؟ تو جب تک یہ مفہوم نہ سمجھ آئے کہ Location'

اتھارٹی ہے کہاں پر اور دعا کا مفہوم کیا ہوگا اور ندا کس سپیڈ سے جائے گی اور کہنے والے کا کتنا اثر ہوتا ہے تو بات سمجھ نہیں آئے گی۔ ایک دعا ایک آدمی کرتا ہے اور دوسرا آدمی بھی وہی دعا کرتا ہے تو کہتے ہیں کہ دوسرے کی منظور ہوگئی۔ اب اللہ برابر کا سلوک کرنے والا ہے تو دوسرے کی دعا کیوں منظور ہوگئی؟ اس لیے کہ اس دوسرے کا اپنا طریقہ ہے۔ کیا طریقہ ہے؟ کہ وہ الفاظ کے اندر مفہوم کا تصور رکھتا ہے۔ تو جس نے الفاظ کا مفہوم سمجھا اس کی بات منظور ہوگئی۔ مقصد یہ کہ اگر کوئی شخص بے جان ہوگا تو اس پر بولنے والے کا اثر تو نہیں ہوگا۔ ہر لفظ جو ہے اس کا معنٰی ہوتا ہے آپ کے نام کا معنٰی ہوتا ہے۔ اپنے نام کے الفاظ پر غور کیا کرو کہ اس کا مفہوم کیا ہے۔ اگر کردار اس نام کے مفہوم کے برابر شروع کردو گے تو پھر کامیابی ہوجائے گی ورنہ دقت ہی ہوتی جائے گی hard ہوجاؤ گے مختلف ہوجاؤ گے۔ اور سوال بولو ______ پوچھو ______

سوال:

خودداری، خودی اور غرور میں کیا فرق ہے؟

جواب:

عام طور پر اس میں جو فرق ہے اس سلسلے میں دو چیزوں پر غور کرو۔ ایک تو یہ ہے کہ وہ دونوں ایک Category کی ہونی چاہییں یا مخالف Category ہونی چاہیے۔ رات اور دن میں کیا فرق ہے؟ یہ ہوسکتا ہے۔ شام اور رات میں کیا فرق ہے؟ یہ بھی ہوسکتا ہے مگر آپ نے خودی کدھر لگائی، خودداری کہاں لگائی اور غرور کہاں لگا دیا۔ ممکن ہے یہ الگ الگ ہوں۔ آپ پوچھنا کیا چاہتے ہیں؟ بہتر ہے کہ آپ وہی چیز پوچھیں کہ جس سے آپ کا ذاتی مسئلہ حل ہو ______

سوال:

یہ لفظ میں استعمال کرنا چاہتا ہوں کہ کہاں کیا لگانا ہے۔

جواب:

کیوں استعمال کرنا چاہتے ہیں؟ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ اس کا آپ کی ذات سے کیا تعلق ہے؟ ''غرور'' ایک لفظ ہے ''خودی'' ایک اور لفظ ہے ''خودداری'' بالکل ہی ایک اور لفظ ہے۔ یعنی آپ کی ذات کے ساتھ اس کا Operational link کیا ہے؟ یا علم کی وضاحت کے طور پر کر رہے ہو؟ علم کی وضاحت بعد میں کر لیں گے۔ وہ تھیوری کے پرابلم ہیں۔ آپ کی ذات کے ساتھ جو پرابلم ہیں ان پہ ذرا غور کر لو۔ یا علم کی وہ وضاحت جس کا آپ کی ذات کے ساتھ کوئی تعلق ہو اس کے بارے میں پوچھو______

سوال:

دراصل یہ صاحب خودداری کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہیں۔

جواب:

آپ جواب نہ دیں' ان کے ساتھ میری بات چلتی ہے۔ آپ اپنے ذاتی سوال کی شکل بنائیں' آپ اپنا سوال بنائیں۔ جو کہ آپ کا اپنا ذاتی سوال ہو۔ جو آپ کے ذہن میں سوال ہو اور جس کا آپ کی ذات کے ساتھ تعلق ہو اور جس کے جواب سے آپ کو کوئی آسانی ہو وہ سوال پوچھیں۔ دوسروں کی دقت حل نہ کریں' یہ میں آپ کو نصیحت کر رہا ہوں۔ دوسرں کی دقت کے حل کے لیے ضروری ہے کہ دوسروں کے ساتھ آپ کی محبت ہو اور دوسرے آپ سے محبت کریں۔ بعض اوقات محبت ہی علاج ہوتا ہے۔ تیسرا بندہ گھر میں جا کے میاں بیوی کے جھگڑے کی صلح کرانا چاہتا ہے تو وہ کون ہے صلح کرانے والا۔ اس طرح تو تجھے دونوں ماریں گے۔ پرائے گھر میں دخل نہ دو۔ دوسرں کی Discussions میں دخل نہ دو۔ دو آدمی پتہ نہیں کیا Discuss کر رہے ہیں' ان کو کرنے دو' یہ ان کی Equation چل رہی ہے' ان کے درمیان عروج پیدا ہو رہا ہے لطف پیدا ہو رہا ہے۔ جب تک آپ ان کے اندر مقبول شخص نہ ہوں ان کو مشورہ نہ دینا۔ استادمت بنو جب تک کہ آپ کی کوئی کلاس نہ بنے اور مبلغ نہ بنو جب تک کوئی آپ سے نہ پوچھے۔ بے تعلق تبلیغ سے توبہ کرو۔ وہ

اپنے کام سے کہیں جا رہا ہے اور تو "سامعین مہربان قدردان_____" شروع کر دیتا ہے۔مت کرو ایسی باتیں_____ تو ہر چیز کا ایک مفہوم ہوتا ہے۔آپ لوگ یہاں بیٹھے ہیں۔اور اگر ایک اجنبی آ جائے تو کہے گا کہ یہاں اتنے سارے 'دانا' ذہین قسم کے بندے بیٹھے ہوئے ہیں۔مگر سارے چپ کر کے بیٹھے ہیں اور کوئی عقلمند آدمی آ جائے تو کہے گا کہ یہاں کوئی خدانخواستہ فوت تو نہیں ہو گیا_____ یہ چپ کر کے کیوں بیٹھے ہیں؟ بات یہی ہے کہ ہم ختم ہونے والے دن کا ماتم کرتے ہیں اور ہر صبح کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ ہماری کہانی اور ہے۔دن گیا' افسوس ہوا' نیا دن آ گیا' مبارکیں ہو گئیں۔کیسی بات ہے! اس لیے اس کا مفہوم سمجھو کہ یہ سب کیا ہے۔پھر آپ اس کے اندر رہ کر سوچو اور غور کرو کہ آپ کا پرابلم کیا ہے۔ایک یہ بڑے دعوے کی بات ہے کہ اگر کوئی سوال ہو تو پوچھو' پرابلم ہو تو بولو! اس لیے میں کہہ رہا ہوں کہ آپ کو اگر ذاتی طور پر خیال کی پرابلم ہو' الجھن ہو' تو بتاؤ۔ پیسے کی الجھن نہیں' اگر کوئی ذاتی پرابلم ہو تو بتاؤ۔کوئی ذاتی خیال ہو تو پوچھو۔کوئی ایسی بات جس کی آپ وضاحت چاہتے ہوں اور جس کی وضاحت سے آپ کو فائدہ ہو۔

سوال:

حضور میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ مسمّیٰ تو ایک ہوتا ہے لیکن اس کے اسم ہزار ہا ہوتے ہیں' جیسے چاند ہے اس کو چاند کہنے سے آواز ایک طرف جا رہی ہے اور Phonetics کے حساب سے انگریزی میں کہیں تو اور طرف جائے گی۔

جواب:

آپ اس کو یوں سمجھیں کہ جس نے پہلے اس کا نام رکھا ہے تو پہلا نام جو ہے یہ شے کے ساتھ نازل ہوتا ہے۔باقی ہم اس کی شناخت بنا لیتے ہیں۔چاند کو تم کیکر کہہ لو' ہو سکتا ہے کسی زبان میں ایسا بھی ہو' لیکن چاند بنانے والے نے اس کا ایک نام ساتھ بھیجا ہے۔ میں اس کی بات کر رہا ہوں کہ اس نام کے اندر اس کی صفت تقریباً موجود ہوتی ہے۔یہ نام ہم نہیں رکھ رہے کہ اس بیماری کا یہ نام رکھ دو' وہ رکھ دو۔عام طور پر جو نزول کا سلسلہ ہے وہ

اشیاء کے ساتھ اسماء کا بھی ہے۔ اگر اسماء سمجھ آجائیں تو اشیاء سمجھ آجاتی ہے۔ مثلاً یہ جو لفظ ہے اس کا مطلب کیا ہے؟ ''شدید العقاب!'' یہ تو کوئی سخت لفظ ہے اس میں آپ کو سمجھ آجائے گی کہ کوئی سخت بات ہے۔

سوال:

حضور! یہ جو اعداد والے ہیں انہوں نے حروف کی طاقتیں مقرر کی ہوئی ہیں کیا اس میں بھی کوئی حقیقت ہے؟

جواب:

یہ جو علم ہے یہ علم غلط نہیں ہے اس کا استعمال بہت سارے لوگ غلط کرتے ہیں ورنہ یہ اس کی Mathematical Form ہے ایک مکمل واقعہ ہے اس علم کا، علم کو غلط نہ کہو یہ Revealed علوم میں سے ہے نجوم بھی Revealed علوم میں سے ہے۔ بعض اوقات صرف مشاہدہ ہوتا ہے مثلاً آپ نے ایک بندہ دیکھا اور اسے کہہ دیا کہ آپ کو کیا تکلیف ہے؟ اب یہاں نہ عدد کام آیا نہ ہاتھ اس نے دیکھا نہ Astrology کا وقت پہچانا نہ زائچہ بنایا۔ یہ علم بھی عطا ہوتا ہے۔ بعض اوقات نگاہ کا علم ہوتا ہے۔ بعض اوقات غور کا علم ہوتا ہے۔ بعض اوقات ایک آدمی دوسرے آدمی کو دیکھتا ہے اُسے کچھ سمجھ نہیں آتی کہتا ہے کہ معاف کرنا میں بھول گیا تھا بات دراصل یہ ہے کہ ______ یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں۔ میں نے پہلے بھی آپ کو بتایا تھا کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو پرندوں کو علوم سے نوازے پرندے کئی دفعہ بات کرتے ہیں مثلاً ''ہُد ہُد'' نے کمال کر دی بڑی بات کر دی۔ اور اللہ نے بعض اوقات چھوٹی چھوٹی چیزوں کو بھی صفات سے نواز دیا۔ بھڑ کو اور شہد کی مکھی کو دیکھو اس نے اپنا کام کرنا ہے اُس نے اپنا کام کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ اس کو میں نے الہام عطا کر دیا ہے یعنی شہد کی مکھی کو الہام ہو گیا کہ اندر فیکٹری لگا دو! اس نے کیا کام کیا! شہد بنا دیا۔ آپ ہزار بار Artificial شہد بناؤ وہ نہیں بنے گا یہ گلوکوز ہے اور یہ فرکٹوس ہے اور پتہ نہیں کیا کیا ہے ہزار بار وہی چیزیں ملا دو مگر نہ وہ ذائقہ ہو سکتا اور نہ وہ بات ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک

فیکٹری لگادی ہے۔اور ایک ان پڑھ گائے ہے' غور کرو کہ گھاس کو دودھ بنانا کتنا بڑا کارنامہ ہے' اور پھر دودھ کا پاکیزہ رہنا' خون اور گوبر کے درمیان ایک نہر جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ غور کرو تو تمہیں سمجھ آجائے کہ بات ہے کیا' اتنا بڑا واقعہ ہو رہا ہے کہ گھاس کھاتی جارہی ہے اور دودھ دیتی جارہی ہے جو اس کی اپنی اولاد کے لیے بھی کافی ہے اور تمہاری اولادوں کے لیے بھی کافی ہے۔ ان باتوں پہ غور کرو کہ یہ کیا واقعات ہو رہے ہیں______

سوال:

جس طرح قرآن پاک میں ہے کہ جانوروں اور پرندوں کی بولیاں ہیں' اس طرح کیا جمادات اور نباتات کی بولیاں ہیں؟

جواب:

جتنی بوٹیوں کا علم ہے' عقاقیر کا علم' یہ سارے کا سارا Revealed ہے' بوٹیاں بولی ہیں کہ مجھ میں یہ صفت ہے' اس کو تین دفعہ کھرل کرو' اس میں یہ ڈالو تو ہم آپ کی فلاں بیماری کے کام آئیں گے۔ ایک واقعہ لکھا ہے کسی بزرگ نے' بڑا عجیب واقعہ ہے۔ ایک آدمی ایک دفعہ باہر اس علاقے میں گیا جہاں بوٹیاں ہوتی ہیں' کہتا ہے میں وہاں بیٹھا ہی تھا کہ میں نے دیکھا کہ میرے سامنے ایک چھوٹا سا پودا اگا' اور وہ بڑھتا گیا آہستہ آہستہ' ایک فٹ کے قد پر آگیا' اس پر ایک پھول لگا۔ میں نے سوچا یہ کوئی بڑی طاقتور چیز ہے' میں نے پھول توڑا اور کھا گیا۔ وہ ساٹھ سال کا بابا تھا۔ گھر جا کے اس بوڑھے کو بخار ہو گیا' اس کا جسم پھول گیا' کچھ دیر بعد اس کا جسم پرزے پرزے ہونا شروع ہو گیا' ''لیراں لیراں'' ہو گیا۔ پھر وہ پھولا ہوا جسم کٹ گیا' اتر گیا اور اندر سے سولہ سال کا جوان نکل آیا۔ بات یہ ہے کہ اتنی بڑی معجزانہ طور پر اگنے والی جو بوٹی ہے' اس نے کوئی معجزانہ کام ہی کرنا ہے۔ اس نے یہ بتایا کہ مجھے Exception دیا گیا ہے' مجھے استعمال کرو' میں کوئی فارمولے کی بوٹی نہیں ہوں' میں فارمولے سے باہر کی بوٹی ہوں' مجھ سے فارمولے سے باہر کا کام لے لو۔ ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ بوٹیوں نے خود بتایا۔ جس طرح آپ جانتے ہیں کہ بعض کیمیا گر لوگ

ہوتے ہیں اور جنگلوں میں پھرتے رہتے ہیں۔تو یہ ایک علم ہے' فضل بھی ہے۔علم تحقیق سے ملے گا' فضل اللہ کرے گا جو مالک ہے۔ایسا واقعہ ہوا ہے۔ بوٹیوں میں ایک بوٹی رات کو روشن ہوتی ہے۔اس کو کسی نے سوچا کہ یہ روشن کیوں ہے تو اس کا نام ''شب چراغ'' رکھ دیا۔اس بوٹی کو استعمال کیا گیا' اس کی خاصیت یہ بتائی کہ'' پارے کو قائم کرتی ہے' تانبے کو Convert کرتی ہے اور وزن برابر کرتی ہے'' یہ ان حکیموں کے محاورے ہیں' مثلاً وزن برابر' چوڑا بناتی ہے۔بوٹیاں سونا بناتی ہیں' ان کے اندر علاج بھی ہے۔ایک ہے بچھو بوٹی' اس کو ہاتھ لگ جائے تو یوں لگتا ہے جیسے بچھو کاٹ گیا ہے اور پھر دور جانے کی کوئی بات نہیں' اس بوٹی کے پہلو میں ایک اور بوٹی ہوتی ہے' وہاں سے توڑ کر اوپر لگا دو' آرام آجائے گا ______ سنیاسی لوگ ایسا کرتے ہیں۔ایک آدمی کو دیکھا گیا' سردی کا موسم' شملہ میں' وہ ایک درخت کے نیچے بیٹھا ہوا' بغیر لباس کے' لنگوٹ باندھے ہوئے' نہ اس پر سردی اثر کرتی ہے' نہ گرمی اثر کرتی ہے He is going on nicely ایک آدمی اس کے پاس رہا' اس نے کہا بابا مجھے اور فیض نہیں چاہیے' مجھے یہی دے دے کہ جہاں موسم ہی اثر نہ کرے۔اس نے ایک گولی دے دی' پھر اثر ہو گیا۔اس نے کہا گولی کا نام بتا دے' اس نے کہا وہ بوٹی سامنے اگی ہوئی۔اب یہ اس کا فنکشن بتا رہا ہے کہ نوچندی جمعرات کو فلاں وقت اس کو توڑو اور پھر اس کو کھرل کر کے کھاؤ ______

سوال:

حضور! اب سوال یہ ہے کہ یہ نوچندی جمعرات کی کیا اہمیت ہے؟

جواب:

پہلے یہ دیکھو کہ چاند کا اثر ہوتا ہے' کیوں ہوتا ہے؟ Full Moon کا اثر ہوگا۔ انسانوں کے مزاج پر ہوگا' سمندر کی طرح سطح پر ہوگا اور حاملہ عورت پر ہوگا۔گرہن کا بھی اثر ہوگا۔جس طرح گرہن کا اثر ہوگا اسی طرح Full Moon کا اثر ہوگا۔اسی طرح وہ راتیں جو اماوس کی راتیں کہلاتی ہیں' When there is no moon وہ تاثیر میں ذرا کمزور راتیں

ہوتی ہیں اور جو New Moon کی راتیں ہیں یہ تاثیر میں طاقتور راتیں ہوتی ہیں۔ تو بچہ پیدا ہو گیا New Moon میں پیدا ہو گیا' ادھر سے چاند نکلا اور ایک اور چاند پیدا ہو گیا۔ یہ کوئی اور ہی کام کرے گا۔ گرہن کے وقت پیدا ہوا تو خاندان کے لیے اللہ اچھا ہی کرے' شاید نہ اچھا ہو۔ سارے واقعات میں آسمان کے مدار ہیں' جیسے چاند کا ______ اس میں ایک نو چندی جمعرات ہے اور یہ ایک اہم دن ہے۔ جس طرح دن ہیں' یہ ہم نے نہیں بنائے' سات دنوں کے اندر کائنات کا پورا کمپیوٹر پیدا ہو گیا۔ سات دنوں کے اندر پورا کیلنڈر آ گیا۔ اب یہ ایسا کیوں ہے' جمعرات کیوں ہے اور Why not جمعہ؟ عام طور پر بزرگان دین نے ایک دن مقرر کر لیا کہ باقی دن کام کرتے رہیں گے' اس دن وہاں خانقاہ میں جا کے اکٹھے ہو جائیں گے۔ پہلے وہ بیچارے آتے تھے اور پوچھتے تھے کہ بابا جی کہاں ہے؟ کہتا ہے بابا جی چلے گئے۔ پوچھا وہ کب آئیں گے؟ کہتا ہے وہ کل آئیں گے۔ اس نے کہا یہ تو بڑی پریشانی کی بات ہے' ایک پہلے چلا گیا دوسرا کل آئے گا ______ کہتا ہے کہ کوئی دن مقرر کر لو' انہوں نے کوئی اور دن مقرر کیا' انہوں نے پھر کہا کہ کوئی خاص دن مقرر کر لو کہ جمعہ پڑھ کے نکلیں۔ تو وہ کہتا ہے کہ جمعرات ٹھیک ہے ______ کہتا ہے بابا جی ہم تو مہینے میں ایک دفعہ آ سکتے ہیں' تو پھر تم نو چندی جمعرات کو آ جاؤ ______ تو سب نے مل کر نو چندی جمعرات کو مقرر کر دیا۔ اسی طرح اس کی اہمیت بن گئی۔ اب اہمیت وہ ہے جو بزرگوں نے دی۔ تو بزرگوں نے اس کو بزرگ بنا دیا ______ آگے جا کے سارے سنیاسی' مسلمانوں اور ہندو ایک ہو جاتے ہیں۔ یہ بوٹیوں کے ساتھ بوٹی ہو جاتے ہیں۔ کیا بات بتائی؟ حالانکہ نہیں ہونا چاہیے لیکن وہ کہتے ہیں کہ ہم بوٹی ہیں۔ تو بوٹیوں کی زبان بن جاتے ہیں۔ ان کا دین اور کوئی نہیں ہوتا' اللہ ہی ان کا دین ہوتا ہے۔ کہتا ہے کہ بتا' یہ کچھ بولی ہے؟ کہتا ہے ہاں یہ بولی ہے' سو طرح کا علاج بتایا ہے اس نے' باقی یاد نہیں رہا۔ کہتا ہے چل یہی بتا' باقی باتیں پوچھنے کوئی اور آ جائے گا۔ کیونکہ یہ کبھی کبھی بولتی ہیں۔ تو بوٹیاں بولتی ہیں۔ اس حد تک واقعہ ریکارڈ کیا گیا ہے کہ ایک درخت جس کو پھل نہ آتا ہو' اس کے پاس کھڑے ہو کر

آواز دے دو کہ اب کے پھل نہ آیا تو ہم نے تجھے کاٹ دینا ہے۔ پھر امکان ہو جاتا ہے کہ اگلی دفعہ پھل آ جائے گا۔ جس طرح زمین بے جان ہے مگر زمین سنتی ہے۔ ہاں یہ سنتی ہے۔ زمین میں امانت دفن کرو تو چھ دن تک مردہ تازہ واپس لو بلکہ سال تک مردہ صحیح رہے گا۔ بلکہ کئی سال تک زمین جرات نہیں کرتی کہ اس کے اندر اپنا کیڑا بھیجے۔ اب زمین جو ہے اس نے سن لی آپ کی بات کہ ''اے زمین! آپ کے پاس ہماری یہ امانت ہے' اس لیے احتیاط کرنا' جو زمین دوز چیزیں ہیں انہیں مت بھیجنا'' بے شمار چیزیں ہوتی ہیں' سیہ ہوتا ہے' کیڑے مکوڑے' پتہ نہیں کیا کیا ہوتا ہے۔ ایک دفعہ میانی صاحب میں مردہ دفن کرنے لگے' اس میں سے ''جاہ'' نکل آیا' اسے مارنے لگے۔ کسی نے کہا اسے نہ مارو' اس نے بڑا کام کرنا ہے۔ یہاں دنیا تک کے کام مولوی صاحب کریں گے یا پیر صاحب کریں گے اور اگلا تزکیہ وجود کا' وہ یہی کرتا ہے۔ یعنی وجود کا تزکیہ کیا ہوتا ہے؟ وہ جو فالتو ماس ہے اس کی بات ہے۔ عام طور پر فقراء کا جسد خاکی جو ہے وہ محفوظ ہو جاتا ہے' ان کا مقام محفوظ ہو جاتا ہے۔ باقی کوئی محفوظ نہیں ہے' سارے غیر محفوظ ہیں۔ مطلب یہ کہ یہ ساری باتیں غور والی ہیں' اب آپ یہ سمجھو کہ ہر شے کے اندر ہر دوسری شے آ سکتی ہے۔ مطلب یہ کہ آپ ایسے انسان ہو' اللہ کا ذکر کرتے ہو' تو اللہ کو پتہ تو چلتا ہے۔ اس نے فرمایا کہ تم میرا ذکر کرو' ہم تمہارا ذکر کریں گے' تم محفل میں کرو گے' ہم محفل میں کریں گے' ہم نے پوری محفل لگائی ہے' تم تنہائی میں کرو گے' ہم تنہائی میں کریں گے۔ تم خفی کرو گے' ہم خفی کریں گے' جلی کرو گے' ہم جلی کریں گے' جو تم کرو گے' ہم بھی وہی کریں گے۔ بندے نے زندگی میں اللہ کو یاد کیا' اللہ نے زندگی کے بعد اس بندے کی یاد قائم کر دی ______ سب لوگ فٹافٹ جا رہے ہیں' کدھر جا رہے ہو؟ داتا صاحبؒ جا رہے ہیں' خواجہ صاحبؒ جا رہے ہیں' کربلا جا رہے ہیں۔ کربلا کیا ہوتی ہے؟ یاد۔ یاد کا مفہوم آپ کہتے ہو کہ یوں نہیں ہوئی تھی بلکہ کربلا ایسے ہوئی تھی ______ مطلب یہ کہ ایک بات یہ ہو رہی ہے کہ کربلا کیا ہے؟ جس نے اللہ کو یاد رکھا' وہ دنیا کی یاد میں آیا' اور ضرور آیا' اور وہ دنیا کی یاد سے بچ نہیں سکتا۔ اللہ کی یہ جو مشینری ہوتی

ہے یعنی انسان' اس نے ہمیشہ ہی اس کو برملا' یا تو زندگی میں پہچان لیا' یا پھر مرنے کے بعد پہچانا۔ انہوں نے صرف یہ کام کیا تھا کہ اللہ کو یاد رکھا اور لوگوں نے اُن کو یاد رکھا۔ یہ آپ کے پاس راز چلا آ رہا ہے۔ ایسے لوگ بادشاہوں کے محلوں کی پرواہ نہیں کرتے' ایسے ایسے لوگ یہاں اب بھی بیٹھے ہوئے ہیں کہ بادشاہوں کے محلوں کے پاس سے گزرے اور کہا کہ

زبادشاہ وگدا فارغم بحمداللہ

اس کو بادشاہ نے کہا' وزیراعظم نے کہا کہ ہمارے ہاں چائے پیو تو اس نے کہا ہم چائے پینا ہی بند کر گئے۔ اور پھر چھوٹی سی خانقاہ دیکھی تو بولا ٹھہر جاؤ' بابا جی کو سلام کر لیں۔ یہ بابا جی کدھر سے آ گئے؟ بس یہ ہے ان لوگوں کا کمال' کہ انہوں نے ان لوگوں کو جو بادشاہوں کو خاطر میں نہیں لاتے' Captivate کر لیا۔ تو یہ ساری باتیں جو ہیں غور والی ہیں' راز ہیں' بشرطیکہ آپ کے پاس ٹائم ہو۔ تم تو اپنے خیال میں لپٹے ہوئے ہو' اب ذرا غور کرو

انا یا خودی جس کو آپ کہتے ہیں' یہ ہوتی ہے اپنی کسی صفت کو پہچاننا______

آپ خودی کی تعریف سن لو' خودی کسی شے کا وہ جوہر خاص ہے' جس کے نہ ہونے سے وہ شے نہیں ہوتی ہے' اور بہت کچھ ہوتا ہے مگر وہ نہیں ہوتی۔ شیر اگر پنجہ نہ رکھے' ناخن نہ ہوں' نہ کوئی دانت ہو' تو یہ سب کچھ تو ہے لیکن شیر نہیں ہے۔ یعنی کہ وہ صفت جو اس کی خاص صفت ہے' جو اس کی پہچان ہے' وہ ہے اس کا جوہر۔ جوہر ذاتی اس کو بولیں گے۔ انسان اگر انسانیت سے عاری ہے تو اس کی شکل بے شک انسان کی ہو لیکن اس کا کام کچھ اور ہی ہے۔ تو یہ خاص جوہر ہے جس کا نام خودی رکھا گیا ہے۔ اگر تم اپنے اس جوہر سے متعارف ہو جاؤ تو تمہارا جو اپنا جوہر ہے وہ تمہاری انا ہے۔ یہ خودی کی پہچان ہے۔ اس نے کہا کہ سب کچھ چھوڑ دوں گا لیکن یہ نہیں چھوڑ سکتا' کیونکہ یہ تو میں ہوں' باقی ہر شے مجھ سے ہے۔ باقی اور چیزیں ہیں۔ دوسرا انسان کہتا ہے کہ پیٹ کی روٹی ملے نہ ملے' مجھے وہ بات ملے' کیونکہ وہ میرا مضمون ہے۔ وہ جوہر ہے اس کا' جس کے بغیر اس کی زندگی ہونے کے باوجود نہ رہے۔ اگر کوئی

شخص آپ میں سے محبت کرے' تو وہ کہتا ہے کہ یہ دنیا مکمل ضرور ہے لیکن یار کے بغیر میرے لیے کبھی مکمل نہیں ہوسکتی۔ اب اس کا جوہر اس آدمی کے اندر چلا گیا۔ اب اس کی جان کہاں چلی گئی؟ طوطے میں' دوسرے میں' اور انسان میں' اور وجود میں۔ ایسے انسان نے دیکھا کہ یہ تو سارے فانی انسان ہیں جن کے ساتھ میری محبت ہے' اس طرح تو میری محبت مٹی ہوجائے گی' اس نے پھر اس سے محبت کی جو فانی نہیں ہے۔ اور پھر سب سے بزرگ ہستی کے ساتھ محبت کرلی اور اس طرح وہ محبت بھی قائم رہ گئی' شاید اس کی وجہ سے وہ آپ بھی قائم رہ جائے۔ تو قائم سے محبت کرو تو قائم ہوجاؤ' حی وقیوم سے محبت کرو گے تو شاید آپ بھی زندگی میں قائم ہوجاؤ۔ فانی سے محبت آپ کو فنا کردے گی' باقی سے محبت آپ کو شاید بقا دے دے گی' شاید نہیں بلکہ یقیناً! تو یہ ہے واقعہ' آپ اس پر غور کرو ______

''غرور'' ہوتا ہے ایک ایسی صفت جو آپ نے دنیا سے Acquire کی ہے' اس کو افتخار کا ذریعہ سمجھنا' اور جو مٹ جائے یا مٹ سکے۔ مثلاً جو دولت ہے' آپ کے پاس بہت دولت آگئی ہے' پھر آپ نے مزاجاً نقلی قسم کی ایک چیز' انا پیدا کرلی۔ یہ عارضی چیز ہے' نکل جائے گی۔ تو یہ غرور ہے۔ مطلب یہ کہ وہ جو Inherited ہے اس کے علاوہ کسی بات پر فخر کرنا۔ خودی جس کو کہتے ہیں' وہ اور چیز ہے۔ لیکن دین والوں کو یہ بتایا گیا ہے کہ ان چکروں میں نہ پڑو کہ خودی کیا ہے بلکہ یہاں بے خودی اچھی ہے۔ کہتا ہے نہ پتہ ہم کو کہ ہم کون ہیں اور نہ پتہ تمہارا کہ تم کون ہو' اب تو ہمیں یہ بھی پتہ نہیں کہ تم کون ہو' جس کے پاس جا رہے ہیں' اس کا بھی نہیں پتہ' مطلب یہ کہ تیرا عشق اس مقام پہ لایا کہ اب نہ تیرا نام رہ گیا اور نہ میرا نام رہ گیا۔ تو وہ اور مقام ہے۔ طالبوں کے لیے اور مقام ہے۔ نہ خودی ہے' نہ انا ہے' نہ غرور ہے' نہ تفاخر ہے' نہ کوئی اور مزاج ہے۔ ان کا کام ہے بس اللہ کے امر پہ چلتے رہنا۔ کہتا ہے تمہارا نام کیا ہے؟ کہتا ہے مطیع' امر کا مطیع۔ کہتا ہے تیرا نام تو کچھ اور تھا' کہتا ہے کہ میں میرا نام تو کچھ اور تھا مگر اب مطیع الشیخ ہوگیا۔ کہتا ہے کہ ادھر کیوں گیا تھا؟ کہتا ہے کہ میں بھیج دیا گیا تھا۔ اب جو شخص اطاعت میں ہے وہ گمراہ نہیں ہوسکتا۔ امر تو گمراہ نہیں

کرتا۔ اور جو اپنے مزاج میں ہے' اُسے گمراہ ہونے کا اندیشہ ہے۔ اپنے مزاج سے اپنے آپ کو علیحدہ کرنا اور کسی اطاعت میں جانا' یہ Safest راستہ ہے' محفوظ ترین راستہ ہے۔ اس نے چلایا تو چل دیئے' اس نے بٹھایا تو بیٹھ گئے۔ اس نے کہا جان دے دو تو جان دے دی۔ اس کو شہادت کا بھی شوق ہے اور اطاعت کا بھی شوق ہے۔ اس لیے نہیں کہ شہادت کا درجہ مل جائے گا' ہم بڑے ہو جائیں گے' افتخار مل جائے گا' فخر ہو جائے گا بلکہ یہ اس کا شوق ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جیسے وہ کہے' جو وہ کہے' ہم کر گزریں گے' وہ ہنسائے تو ہنسنے کو تیار ہیں' وہ رلائے تو رونے کو تیار ہیں' وہ بھلا دے تو اس بات کے لیے تیار ہیں' وہ یاد رکھے تو اس بات کے لیے تیار ہیں' جیسا چاہے' جو کرے' ہم راضی ہیں۔ یہ ایسی بات ہے_____ یہ لوگ بے خودی میں پہنچ جاتے ہیں' چلتے چلے جا رہے ہیں' بعض اوقات اپنا نام بھی پتہ نہیں۔ یہ اور کہانی ہے۔ ان کا علم اور ہوتا ہے۔ ان کا علم ہوتا ہے' پہچان! کہتا ہے کہ کیا علم تیرے پاس ہے؟ کہتا ہے بہت علم۔ ان کو دوست کی خوشبو آ جاتی ہے۔ یہ درجے اور ہیں۔ میاں محمد صاحبؒ نے ''سیف الملوک'' لکھی ہے' ایک آدمی نے محبوب کا نام سنا' تعریف سنی اور محبت پیدا ہو گئی۔ سن کر محبت ہونا' یہ بڑے راز کی بات ہے۔ یعنی کہ محبوب کا ذکر سنا اور محبت پیدا ہو گئی' یہ بڑے نصیب کی بات ہے۔ اور جن کو نہیں ملتا' ان کو دیکھنے کے بعد بھی نہیں ملا۔ ابوجہل کے ابوجہل ہی رہے۔ اور جن کو دیکھے بغیر ملا' اویس قرنیؓ بھی ہو گئے' دور سے بھی آ گئے۔ رحمتہ اللہ علیہ بھی ہو گئے_____ یہ نصیبوں کی باتیں ہیں_____ اور کوئی بات _____ کوئی سوال_____

سوال:

خدا نے موسیٰ علیہ السلام کو دیدار کرایا تو جلوہ جھاڑی پہ ڈال دیا' اس میں کیا راز ہے؟

جواب:

اس کا راز یہ ہے کہ اگر اللہ نے ایسا کیا ہے تو ایسا ہی ہے۔ تمام ظاہر علوم بیان فرمانے والا اللہ آپ ہے۔ باطن کا شعبہ دینے والا بھی اللہ ہے۔ باطن کا بیان فرمانے والا

بھی اللہ ہے۔ اللہ اگر باطن کو بیان کرے تو اتنا ظاہر بھی نہیں ہوتا۔ یہ راز کیا ہے؟ طور Symbol ہے۔ پھر بعد میں لوگوں نے بتایا کہ موسیٰ علیہ السلام کا کیا Symbol ہے' طور کیا سمبل ہے' یہ کیا واقعہ ہے؟ ایک تو اس میں یہ راز بتایا گیا کہ وہ اللہ جو اپنے بیان کے مطابق یہ فرما رہے ہیں کہ ہم نے اپنا جلوہ وہاں دکھایا' یا وہاں سے آواز آئی' پھر اس کی تصدیق کہاں سے آئی؟ موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو گئے۔ گویا کہ اس بات میں کوئی شک نہیں تھا کہ وہ جلوہ ہی تھا۔ جلوہ درخت سے اگر بول سکتا ہے تو کیسے ممکن ہے کہ جلوہ انسان سے نہ بول سکے۔ اس میں ایک بات تو یہ سمجھائی گئی ہے کہ اللہ جہاں چاہے' جب چاہے' وہاں سے بول سکتا ہے۔ ثبوت کے طور یہ بتایا گیا کہ درخت سے بولا اور تصدیق آپؑ سب نے کی ہے۔ ایسا ہوا۔ اگر ایسا ہوا تو پھر کئی دفعہ ہو سکتا ہے اور کہاں کہاں سے ہو سکتا ہے۔ تو بات یہ ہے کہ لوگوں کو سمجھ آ جائے کہ مضمون کیا ہے' دوسرا سمجھ آنے والا جو خلاصہ بتایا لوگوں نے' کہ کوہِ طور یا جسے آپ جھاڑی کہہ رہے ہو یا درخت ہو' وہ مقامِ دل ہے۔ اور یہ جو دیکھنے والا ہے یا خواہش والا ہے' وہ مقامِ عقل ہے۔ جلوے کے سامنے مقامِ عقل بے ہوش ہو جاتا ہے اور مقامِ دل جلوہ برداشت کر سکتا ہے۔ تو طور کو دل ہی کہو۔ اس کی وضاحت کچھ ہی عرصہ بعد سمجھ آ جائے گی۔ اس پر جلوہ گزار دیا جائے تو قائم رہ سکتا ہے۔ اور یہ جو سوال کرنے والا ہے اس پر اگر جواب Direct آشکار کر دیا جائے' تو ناممکن ہے کیونکہ وہ ٹھہر نہیں سکتا اور اندازہ نہیں کر سکتا۔ تیسری بات یہ ہے کہ یہ اللہ کی مرضی ہے' اس کو پتہ ہے کہ میں نے کتنی پاور کا بنایا موسیٰ علیہ السلام کو اور اس کا جلوہ کتنی پاور کا ہے' پاور کی جھلک تھوڑی سی دے دی۔ چوتھی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جلوہ دینے کے لیے' جو جلوؤں سے منور ذات ہے' وہ اور بھی ہو سکتی ہے' اللہ کے علاوہ بھی ہو سکتی ہے۔ جلوے کا شعبہ اور بھی ہو سکتا ہے۔ اس لیے کچھ شوق والے لوگ کہتے ہیں کہ وہ تیرا ہی جلوہ تھا یا رسول اللہؐ! مطلب یہ کہ ہم تیرے ہی جلوے کو اس کا جلوہ سمجھتے ہیں' تیرا جلوہ تیرے ہی روپ کے اندر موجود ہوتا ہے۔ یہ بزرگ بتاتے ہیں۔

پانچویں بات یہ ہے کہ پوچھو اس سے کیونکہ اللہ موجود ہے۔ آپ کو جواب مل جائے گا۔

سوال:

حضور عرض یہ ہے کہ بعض اوقات جب انسان تنہائی میں ہوتا ہے تو اسے محسوس ہوتا ہے کہ اس کے علاوہ بھی کوئی موجود ہے' کیا یہ وہم ہے یا کوئی اور ہوتا ہے؟

جواب:

تعجب اس بات پہ نہیں کہ تمہیں تنہائی میں دوسری ذات محسوس ہوتی ہے' تعجب اس بات پہ ہے کہ تمہیں دوسرے وقت کیوں نہیں محسوس ہوتی' ہمیشہ ایسا کیوں نہیں ہوتا۔ اس کا احساس نہ ہونا افسوس کی بات ہے' احساس کا ہونا تعجب کی بات نہیں۔

سوال:

میں یہ پوچھ رہا ہوں کہ میں کسی فریب میں تو نہیں مبتلا ہوا؟

جواب:

میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اس کا ہونا لازم ہے۔ میں لازم کہہ رہا ہوں اور آپ کہتے ہو کہ بندہ غلطی پہ تو نہیں' میں کہتا ہوں لازم ہے' وہ لازم ہے! اگر نہ ہو تو پھر شور مچاؤ' مجھ سے پوچھو ______ کیوں نہ ہو ______ ہونا جو ہے اپنا ہے' نہ ہونے کا سوال بعد میں ہوگا۔ یہ غلط فہمی نہیں ہے' یہ ہوتا ہے اور یہ ضرور ہے۔

سوال:

بعض اوقات یہ مختلف صورتوں میں ہوتا ہے' ایسا کیوں ہے؟

جواب:

یہ مختلف صورتوں میں ہی ہوتا ہے' بعض اوقات تمہارا دماغ کھلا ہوا ہوتا ہے' بعض اوقات تمہارا دل کھلا ہوتا ہے' کبھی حالات کچھ اور ہوتے ہیں' اس کے مطابق وہ واقعہ چلتا جاتا ہے ______

سوال:

بعض اوقات یوں لگتا ہے کہ کوئی چیز نظر بھی آتی ہے۔

جواب:

اب جب آپ یہ کہنے والے ہوگئے کہ کوئی اور ذات محسوس ہوتی ہے تو جب آپ یقین میں پہنچو گے تو پھر جواب شروع ہوگا'۔ تو وہ ہوتا ہے۔ مقصد یہ کہ آپ کا ایک دوست ہے' اگر آپ کی شادی میں شامل ہو تو کہتے ہیں خوشیاں دوبالا ہوگئیں' غم میں شامل ہوا تو غم تقسیم ہوگیا۔ خوشی Multiply ہوگئی' غم Divide ہوگیا' یہ Division اور Multiplication کے فارمولے ہورہے ہیں ــــــ دوست ہمارے رنگ کو اپنا اور رنگ دے دیتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ آپ کے مزاج کے مطابق آپ کا دوست جس رنگ میں آیا' نیا رنگ ہی آیا' ــــــ اس نے دل میں اور ہی رنگ بنایا۔ تو یہ جو چیز ہوتی ہے' کسی کا خیال' کسی کا عرفان' یا پہچان' یا کسی اور کا ہونا' یہ ہر حال میں جلوہ ہے۔

روپ انوکھے حسن ازل کے
آیا ہے ہر رنگ میں ڈھل کے

تو مدعا یہ ہے کہ یہ ایسی بات ہے کہ

اِس دنیا سے اُس دنیا میں
جانا ہوگا بھیس بدل کے

مطلب یہ کہ یہ ایسی کہانی ہے۔ یہ اس کے روپ ہیں' وہ ہر حال میں آتا ہے' جلوہ دیتا ہے۔ جلوے کا متلاشی جلوہ لے گا۔ ایک آدمی کی عجیب وغریب کہانی سناتا ہوں آپ کو ــــــ ایک بزرگ دیدارِ حق کے لیے چالیس سال جاگتے رہے' بڑا مجاہدہ ہے' بڑا کٹھن مجاہدہ ہے' بڑی Will Powers کے ساتھ' بڑی محنتیں' بڑے بزرگوں کا فیض ساتھ تھا۔ چالیس سال تک کچھ نظر نہیں آیا۔ کہنے لگے ایسے ہی وقت ضائع ہوگیا' جلوہ نظر نہیں آیا' لو اب سو جاؤ۔ سو گئے تو دیدار ہوگیا ــــــ اب شور مچا دیا کہ دیکھو میں کیا کرتا رہا ہوں چالیس سال' اور نیند میں ساری بات ہوگئی۔ ان کے بزرگوں نے پکڑ لیا ان کو اور کہا کہ وہ چالیس سال کا جاگنا ہی تجھے نیند میں فیض یاب بنا گیا۔

بات تو یہ ہے کہ تمہیں سمجھ نہیں آتی کہ قصہ کیا ہے۔ وہ تو ایسا ہے کہ وہ چاہے تو دیدار کرا دے' چاہے تو نیند میں کرا دے' چاہے تو پاس آ جائے' چاہے تو اپنے پاس بلا لے' اس کی مرضی ہے' چاہے تو غم سے نواز دے' یہ بھی اللہ کا جلوہ ہے' یاد رکھنا' کہ غم سے نواز دے اور چاہے تو خوشی سے نواز دے' چاہے تو بازاروں میں بٹھا کے اکیلا کر دے۔ یہ اس کے کام ہیں۔ جلوہ بہرحال جلوہ ہے۔ جلوہ غور کرنے والے کا نام ہے' دیکھنے والے کا نام ہے' محسوس کرنے والے کا نام ہے۔ جس نے کان پیدا کیے ہیں' کیا اس کو آوازوں کا پتہ نہیں' آپ ہی بتا دو۔ اگر شوق کے کان کھلے ہوں تو آواز کیسی ہوگی؟ آہٹ ہوگی۔

سن رہا ہوں میں آہٹیں تیری
تو کہیں آس پاس ہے آجا

اگر آنکھ کھلی ہو تو کوئی اور جلوہ دے دے گا۔ عام آدمی کہتا ہے کہ وہ کوئی جلوہ تو نہیں تھا' وہ تو روشنی سی گزری تھی' عام بات تھی۔ اس کے لیے کوئی خاص بات نہیں ہوتی لیکن جلوے والے کے لیے بڑی عجیب بات ہوتی ہے۔ اللہ چاہے تو آنکھوں کے ذریعے جلوہ دکھا دے' کانوں کے ذریعے جلوہ دکھا دے' احساس کے ذریعے جلوہ دکھا دے' حیرت کدہ عقل میں جلوہ دکھا دے۔ ایک الجھا ہوا سوال حل کر دے تو جلوہ ہو گیا۔ ناممکن مسئلہ حل ہو جائے' جلوہ ہو گیا۔ جلوہ جو ہے یہ طالب کے مزاج کے مطابق ملتا ہے اور کبھی اپنے مزاج کے مطابق عبادت گزاروں کو دیتا ہے' یعنی چکی پیا کے۔ کہتے ہیں کہ کام ہو گیا۔ کبھی اپنے طالبوں کو اس Process سے گزارتا ہے۔ وہ Process اور ہے۔ کبھی لوگ پکارتے ہیں' جنگل میں پکارتے ہیں' جب کوئی جنگل میں پکارتا ہے تو ادھر سے ایک آدمی آ جاتا ہے کہ یہ کیا کر رہا ہے' جنگل میں پکار رہا ہے' یہ کام یوں کیوں نہیں کر لیتا۔ تو یہ ہے جلوہ۔ وہ بندہ پرابلم یوں حل کر گیا! ایک اور شخص کہتا ہے کہ ادھر کدھر اللہ کو پکارتا جا رہا ہے' چھوٹی سی بات ہے' یوں کر لو' آنکھوں کے لیے سرمہ چاہئے۔ تو اس طرح سرمے سے آنکھ کھل جائے گی اور بصیرت مل جائے گی۔ اس لیے آپ جب استعداد سے بڑھ کے مانگتے ہیں تو وہ آپ کی استعداد کے